جاگو اور جگاؤ

Printed at Mahbub-ul-Mataba, !

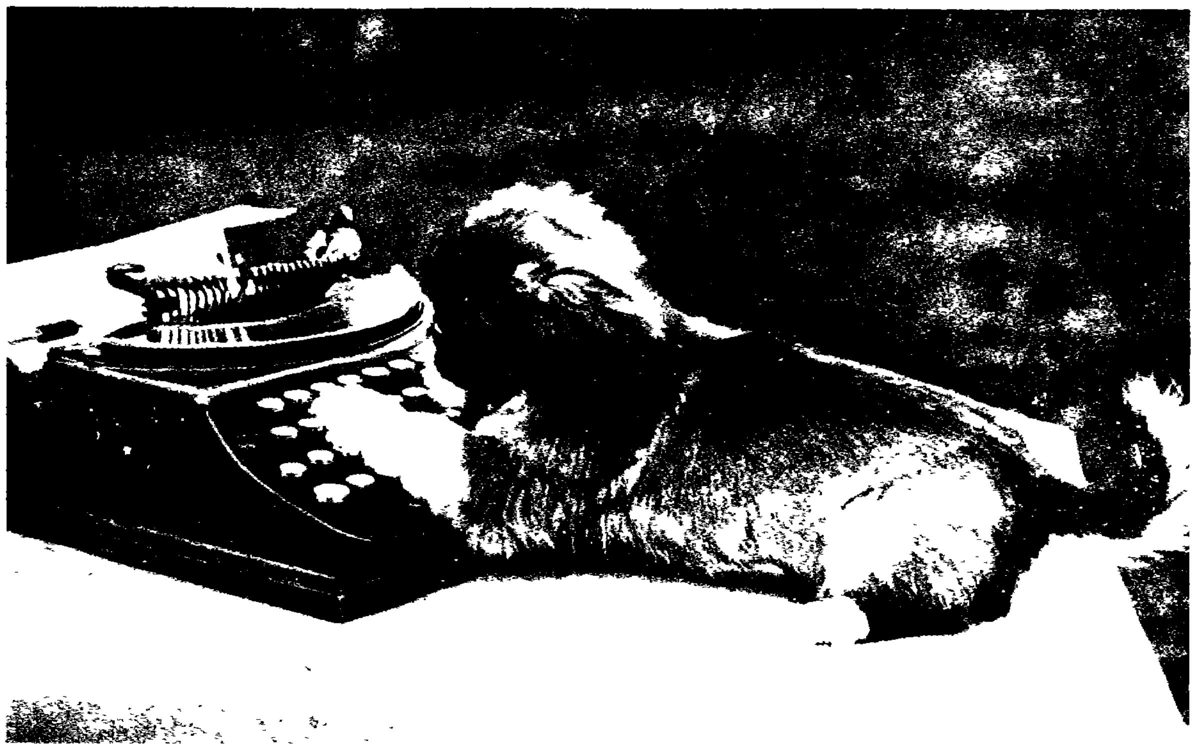
بچوں کے لیے جامعہ کی کتابیں

بچوں کا قاعدہ	۴ر	ہمارا دین	۲ر	بچوں کی کہانیاں
رہنمائے قاعدہ	۲ر	الور دوانر پہچان	۲ر	مرغی اجمیر چلی
بچوں کی کتاب	۴ر	چالیس حدیثیں	۲ر	تانبیل خاں
آسان خوش خطی		اچھی باتیں	۳ر	محنت کا پھل
حصہ اول	۱ر	بنیوں کے قصے	۵ر	شیدا
حصہ دوم	۱ر	اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں		چھدرو
حصہ سوم	۱ر	حصہ اول	۵ر	بیکاری
حصہ چہارم	۱ر	حصہ دوم	۵ر	شہزادی گلنار
جدولیں (اول ۲ دوم ۲ سوم ۲ چہارم ۲)	ا؎	تاریخ ہند کی کہانیاں		عقاب
مشق خوش نویسی	۲ر	حصہ اول	۳ر	ٹمگو کی بلی
بچوں کا حساب		حصہ دوم	۵ر	چھوٹا چھو
حصہ چہارم	۹ر	کائنات	۴ر	پوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی
حصہ پنجم	۱۰ر	دنیا کے بچے	۴ر	ترکوں کی کہانیاں
حصہ ششم	۹ر	دنیا کے بسنے والے	۵ر	دیانت
ہمارے نبی	۳ر	تعلیمی کھیل	۳ر	شریر لڑکا
ہمارے رسول	۵ر	بچوں کی نظمیں	۴ر	قوم پرست طالب علم
سرکار دو عالم	۸ر	بچوں کے اسمٰعیل	۵ر	بچوں کا انصاف
خلفائے اربعہ	۸ر	بچوں کا چڑیا گھر	۴ر	محنت
عقائد اسلام	۱ر	بچوں کی رباعیاں	۱ر	اسکول کی زندگی
ارکان اسلام	۱۲ر	ننھی مرغابی	۲ر	—

مکتبہ جامعہ نئی دہلی، دہلی - لاہور

بداء تعلم

حلوری ١٩٣١ء





حضرت جوش جاندوزی (بچوں کے شاعر)



آسٹریلیا کی عجیب الخلقت چھچھوندر

نیا سال

از جناب محمد شفیع الدین صاحب نیّر

ہے یارب ہماری دُعا تجھ سے بس یہ
خوشی اور مسرت میں گذرے برس یہ

خوشی کا بجے رات دن شادیانہ
خوشی میں گذاریں ہم اپنا زمانہ

خوشی نور ہر سمت برسا رہی ہو
خوشی ہی خوشی ہر طرف چھا رہی ہو

جو دُکھ آئے ہم پر تو گھبرا نہ جائیں
خوشی سے مصیبت کی کڑیاں اُٹھائیں

رہیں بن کے وہ پھول ہندوستاں میں
مہک جس کی چھا جائے سارے جہاں میں

بڑھے اپنی کوشش سے عزت وطن کی
بجا لائیں ہم دل سے خدمت وطن کی

وطن کو غلامی سے آزاد کر کے
جئیں دہر میں اپنا دل شاد کر کے

ہمیں وقت کی قدر کرنا سکھا دے
خوشی سے ہمیں حق پہ مرنا سکھا دے

ہوں مسرور نیّر ہر اک حال میں ہم
غرض خوش رہیں اس نئے سال میں ہم

سُننے کی بات

آج ہم تم سے ایک بات کہنا چاہتے ہیں۔ پیامِ تعلیم کے بارے میں تمھارا یہ پرچہ جیسا کچھ نکل رہا ہے تم خود ہی دیکھتے ہو۔ ہم نے تو جہاں تک اندازہ کیا ہے تمھیں یہ دل سے عزیز ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ ابھی تک تم نے اپنی اس محبت کا ثبوت بس زبانی ہی دیا ہے۔ یہ شکایت تمھارے منیجر صاحب کو زیادہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اب تک بہت کم پیامیوں نے اپنے پرچے کے لئے خریدار بنائے ہیں۔ اکتوبر کے پرچے میں کارڈ رکھ کر بھیجے گئے تھے وہ بھی بہت کم بچوں نے بھر کر بھیجے ہیں۔ پر میرا تو خیال ہے کہ تمھیں ابھی تک اس کا دھیان ہی نہیں آیا ہے۔ ورنہ اب تک تم کیا کچھ نہ کر چکے ہوتے خیر اب سہی۔ ذرا ایک کوشش کر تو دیکھو۔ ایک ایک پیامی نے ایک ہی خریدار بنا دیا تو کتنے خریدار بن جائیں گے ما! یہ ہم تمھیں بتا دیں کہ کہ خریدار جتنے زیادہ ہوں گے اتنا ہی پرچہ اچھا نکلے گا۔ ترقی کی بہت اسکیمیں محض اسی وجہ سے رُکی پڑی ہیں کہ خریدار کم ہیں۔ منیجر صاحب نے ہمیں اس اعلان کی اجازت دی ہے کہ:۔

"کوئی ایک خریدار بھی بنائے گا تو اسے مکتبے
کی چھپی ہوئی کئی کہانیاں انعام میں دی جائیں
گی۔ جو زیادہ بنائے گا وہ انعام بھی زیادہ
پائے گا"

(ایڈیٹر)

پیامِ تعلیم
دہلی

"پیامِ تعلیم" یوپی، سی پی، بہار، میسور اور دوسری ریاستوں کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

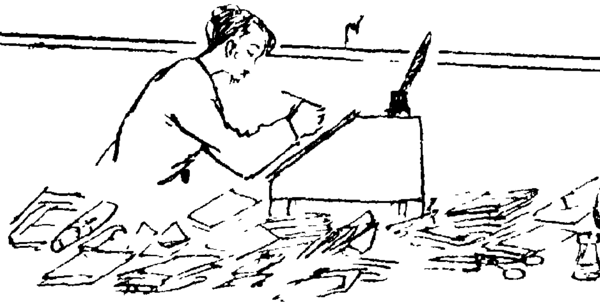
ایڈیٹر: محمد حسین حسان ندوی (جامعی)

قیمت سالانہ عہ۔ فی پرچہ ۳ر مع ضمیمہ ۴ر

جلد ۱۲	جنوری سنہ ۱۹۳۸ء	نمبر ۱

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے۔ پی ایچ، ڈی۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی۔



بچوں سے باتیں

سنہ ۳۷ء بیت گیا۔ ۳۱ دسمبر کی رات کو ۱۲ بجے گھڑیال نے ادھر بڑے میاں (سنہ ۳۷ء) کو رخصت کیا ادھر ننھے منے سنہ ۳۸ء کو گلے لگایا۔ چاروں طرف سے مبارک سلامت کے شادیانے بجنے لگے۔ خدا سب پیامیوں اور پیام برادری کے ممبروں کو یہ نیا سال مبارک کرے۔ انھیں پچھلے سال کی طرح اچھے اچھے اور نیک کاموں کی توفیق دے ان کے حوصلوں کو بڑھائے۔ اُن کی ہمتیں دونی ہوں اور ان میں اپنے دیس کی سیوا کا جذبہ زیادہ سے زیادہ پیدا ہو۔ آمین

پچھلا سال پیام تعلیم کے لئے بھی کچھ برا نہ رہا۔ خریدار کافی بڑھے (اگرچہ اتنے نہیں جتنے ہم چاہتے تھے) رسالے کے تمام نمبروں کے مضامین بھی بچوں، بڑوں، غرض عام طور پر سبھی نے پسند کئے۔ سالگرہ نمبر بھی بہت مقبول ہوا۔ کئی مستقل عنوان بڑھائے گئے۔ لڑکیوں کی دلچسپی کے لئے مستقل طور پر کئی صفحوں کی گنجائش نکالی گئی۔ پیام برادری کی بنیاد بھی اسی سال پڑی

اس سال سے پیام تعلیم کو اور بھی ترقی دینے کا خیال ہے۔ نظموں، ڈراموں اور قصے کہانیوں کی کمی کی بچوں کو شکایت تھی۔ یہ شکایت اب نہ رہے گی۔ دیکھو اس پرچے میں تین چار تو اچھی نظمیں ہیں۔ ایک مسلسل ڈراما ہے جو دو، تین اشاعتوں تک مسلسل چلے گا۔ ایک لمبی مگر مکمل کہانی ہے۔ پھر بچوں کے لئے اچھی اچھی چیزیں ہیں۔

اس دفعہ گنجائش کی کمی کے سبب خط کتابت معلومات اور پہیلیوں کے لئے جگہ نہ نکل سکی۔ فروری سے خیال رکھا جائے گا۔

اکثر بچے خط یا انعامی مقابلے کے لئے مضمون بھیجتے وقت اپنا پورا پتہ نہیں لکھتے۔ انھیں خط کے جواب میں بہت دقت ہوتی ہے۔ عزیزہ ممتاز بیگم کو آپا جان نے خط لکھا تھا معلوم ہوا کہ پتہ غلط تھا۔ خط لوٹ آیا۔ اسی طرح طلعیہ جہاں آرا بیگم پیام تعلیم کے انعامی مقابلے میں اوّل آئی ہیں انھوں نے مضمون کے ساتھ پورا پتہ نہیں لکھا تھا۔ اس لئے ان کی انعام کی کتابیں رکھی ہوئی ہیں۔ پتہ بھیج کر منگا لیں۔ امید ہے کہ بچے اور بچیاں آئندہ اس کی احتیاط رکھیں گی اور ہر مضمون یا خط کے ساتھ اپنا پورا پتہ۔ صاف اور خوش خط۔ ضرور بھیجیں گی۔

اس پرچے میں کہیں ایک اعلان چھپا ہے۔ پیام تعلیم کے خریدار بنانے کے بارے میں اسے توجہ سے پڑھنا اور تمھیں اپنے پرچے سے واقعی محبت ہے تو اس کے لئے خریدار بھی پیدا کرنا۔ تم سب نے مل کر کوشش کی تو کتنے خریدار ہو جائیں گے؟ اپنی برادری کتنی بڑھ جائے گی! اور پیام تعلیم کی شان کہاں سے کہاں

پہنچ جائے گی۔ ہمارے پاس روپیہ ہو تو تمھارا پرچہ اس سے کہیں بہتر صورت میں تمھیں ملے! ہم تمھاری کوششوں کا انتظار کریں؟

مکتبے اور پیامِ تعلیم کے منیجر جناب حامد علی خاں صاحب بھی پرچے کے خریدار بنانے کی بہت کوشش کر رہے ہیں۔ دسمبر میں کئی حکومتوں کے وزیر دہلی آئے تھے۔ جناب منیجر صاحب نے ان میں سے اکثر سے ملاقات کی۔ انھوں نے بھی مدد کا وعدہ کیا ہے اور اپنے اپنے صوبوں میں بلایا ہے۔ بمبئی کے وزیر آنریبل مسٹر محمد الحسین نوری صاحب تو مکتبے ہی میں ٹھہرے تھے۔ یوپی کے وزیر آنریبل حافظ محمد ابراہیم صاحب دو بار مکتبے میں تشریف لائے اور پیامِ تعلیم اور بچوں کی کتابیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے

انگلستان میں ایک انجمن ہے نیو ایجوکیشن فیلوشپ اس کا کام یہ ہے کہ نئے طرزِ تعلیم کے اصولوں اور طریقوں کو تمام دنیا میں پھیلانے کی کوشش کرے۔ اس کے چند ممبر اس مقصد سے ہندوستان کا دورہ کر رہے ہیں۔ دہلی میں انھوں نے جامعہ کا بھی معائنہ کیا۔ بہت متاثر ہوئے۔ ایک ممبر مسٹر سالٹر ڈیویز شیخ الجامعہ صاحب کے نام ایک خط کے سلسلے میں جامعہ کے بارے میں لکھتے ہیں: "جامعہ کے معائنے میں مجھے بہت لطف آیا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں نے اپنی سیاحتِ عالم (دنیا) کے دوران میں بہت سے مدرسوں کا معائنہ کیا ہے مگر مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی تامل نہیں کہ میں نے آپ کی درسگاہ کو سب سے زیادہ دلچسپ پایا"

سالگرہ نمبر میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ بچے اس پرچے کے بارے میں اپنی اپنی رائیں لکھ کر بھیجیں جس کی رائے سب سے بہتر اور بے لاگ ہوگی اسے انعام دیا جائے گا۔ رائیں تو ہمارے پاس بے شمار آئیں مگر ان میں پرچے کی تعریف ہی تعریف تھی۔ جن بچوں نے سوچ سمجھ کر رائے لکھی ہے ان کے نام یہ ہیں:-

بشرا احمد صدیقی، حیدرآباد دکن۔ صغرا عبد السبحان سریا میٹھ۔ سید حسن محمود، مظفرپور۔ محمد علی بھٹکلی، جامعہ نگر اوکھلا۔ عبد الباری خاں سبحانی، حیدرآباد دکن۔ محمد عبد الرحمن موسیٰ قادری، حیدرآباد دکن محمد یحییٰ انصاری بھوپال۔ مصطفیٰ کمال خاں شروانی، حیدرآباد دکن۔ صباح الدین، دربھنگہ۔ طیبہ امام، علی گڑھ۔ خانم اللہ چارسدہ (پشاور)۔ احمد خالد عمر، گونڈہ۔ اقبال احمد امروہہ۔ محمد نور کھٹکھٹے بمبئی۔ آمنہ عمر، میرٹھ۔ ط۔ب چھپرا مئو۔ منور حسین خاں۔ حیدرآباد دکن۔ احمد حسن لکھنؤ ضیاء الرحمن، کلکتہ۔

ان میں عزیزی ضیاء الرحمن کلکتہ کی رائے سب سے بہتر سمجھی گئی۔ انعام ان ہی کو دیا جائے گا۔



سر جے سی بوس

از محمد عبد القدیر اعظم میڈیکل اسٹوڈنٹ

سر جے سی بوس سائنس کے بہت بڑے عالم تھے۔ نباتات میں زندگی تو پہلے سے تھی۔ مگر یہ بات پہلی بار معلوم ان ہی نے کی۔ دنیا نے ان کی یہ بات حیرت سے سنی اور آنکھوں سے دیکھ کر تو یہ حیرت اور بھی بڑھ گئی۔ اس پرچے میں یہ مختصر مضمون چھپ رہا ہے۔ ایک مضمون ہم اور لکھوا رہے ہیں اس میں ان کی ایجادوں کا بھی کچھ حال ہوگا۔ یہ وقت پر تیار ہو گیا تو فروری کے پرچے میں چھپے گا۔ ایڈیٹر

کل کی بات ہے کہ ایڈیٹر صاحب نے سر جے سی بوس کے سائنس کے تجربے لکھ کر بھیجنے کی فرمائش کی تھی اور میں روزانہ ارادہ کر رہا تھا کہ سر بوس کلکتہ تشریف لائیں تو میں خود اُن سے مل کر نئی ایجادوں پر گفتگو کروں اور پیامِ تعلیم میں شائع کراؤں۔ لیکن خدا کو منظور نہ تھا۔ ہاں کل کی بات ہے کہ تم سبھوں نے پیامِ تعلیم کے سالگرہ نمبر میں نباتات کی زندگی پر مضمون پڑھا ہے۔ یہ ان ہی بوس نے پتہ لگایا تھا کہ پودوں میں بھی زندگی ہوتی ہے اور پتہ ہی نہیں لگایا ثابت کر کے بھی دکھا دیا تھا افسوس موت نے انھیں اچانک ہم سے چھین لیا۔

سر جے۔ سی۔ بوس کا ۲۳ر نومبر کو سوا آٹھ بجے صبح کو دل کی حرکت اچانک رک جانے سے انتقال ہو گیا۔ ۲۲ر نومبر کو وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ موٹر پر گریڈی آئے۔ بالکل اچھے تھے۔ کوئی شکایت نہ تھی۔ رات کو کوئی دس بجے نہایت اطمینان سے سوئے۔ صبح کو نہایت ہشاش بشاش اُٹھے۔ معمول کے مطابق غسل کرنے گئے اور یہاں بے ہوش پائے گئے اور پھر ہوش نہ آیا۔ اب تو ڈاکٹروں کا تانتا بندھ گیا۔ ذرا کے ذرا

میں سارے شہر میں خبر پھیل گئی۔ اور پوری آبادی پر غم کے بادل چھاگئے۔ نعش بس کے ذریعے کلکتہ لائی گئی۔ شہر ماتم کدہ بن گیا۔ نعش کے پیچھے لوگوں کا ہجوم تھا کہ بہا چلا جاتا تھا۔ ہر شخص ننگے سر چلا جا رہا تھا۔ جنازہ قریب قریب سارے شہر میں پھرایا گیا۔ کوئی تین بجے کریمی ٹوریم میں ہندو رسم کے مطابق نعش چتا میں رکھ دی گئی۔

سر جگدیش چندر بوس کی عمر اس وقت کوئی اناسی یا اسی برس تھی اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر اور کافی نام ونمود پیدا کرنے کے بعد انھوں نے اس دنیا سے منہ موڑا وہ سائنس کے بہت بڑے عالم تھے اس حیثیت سے انھوں نے غیر معمولی حیثیت حاصل کرلی تھی ان کی موت نے سائنس کی دنیا میں ایک بڑی کمی پیدا کر دی۔ آج سے کوئی پچاس سال پہلے انھوں نے اپنی معرکتہ الآرا ایجادوں سے سائنس کی دنیا میں ہل چل ڈال دی تھی۔ ہندوستان کی عزت کو چار چاند لگا دئے تھے اور یورپ کو بتادیا تھا کہ ہندوستان بھی ایسے باکمال پیدا کرسکتا ہے جو سائنس میں نئی روح پھونک سکتے ہیں۔

سر جگدیش چندر بوس ۱۸۵۸ء میں پیدا ہوئے۔ پہلے لکھنا پڑھنا کلکتہ میں شروع کیا۔ پھر کیمبرج کے کرائسٹ کالج میں داخل ہوگئے یہاں خوب خوب چمکے۔ واپسی کے بعد کلکتہ کے پریسیڈنسی کالج میں پروفیسر بنا دئے گئے اور جلد ہی انھوں نے اپنے کو قابل اور ماہر استاد ثابت کیا۔ لڑکے ان کے لکچر سننے کے لئے جوق درجوق آنے لگے۔ لیکن یہ اعلیٰ دماغ انسان نچلا نہ بیٹھا اور صرف لکچر دینے کو کافی نہ سمجھا بلکہ دن رات محنت اور تلاش میں لگا رہا اقبال وترقی جفاکشوں کا قدم چومتی ہے۔ محنت وکوشش کرنے والوں کی خدا بھی مدد کرتا ہے۔ وہ آناً فاناً۔۔۔ ترقی کے زینے پر چڑھ گیا۔ ۱۸۹۶ء ۱۹۰۰ء، ۱۹۱۳ء، ۱۹۱۹ء میں انٹرنیشنل سائنٹیفک کانگریس میں ہندوستانی نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوا اور ۱۹۲۷ء میں ہندوستانی سائنٹیفک کانگریس کا صدر منتخب ہوا۔ تمھیں یہ سن کر بے حد حیرت ہوگی کہ سر بوس کو فزکس اور فزیالوجی میں کمال حاصل تھا۔ علم نباتات میں نہیں لیکن برعکس اس کے علم نباتات ہی اُن کے نام ونمود اور شہرت

کا سبب بتا۔ یہ نباتاتی دریافت اُن کی اپنی محنت وتلاش کا پھل ہے۔ اور اُن کی اپنی ایجاد ہے۔ سرکاری ملازمت سے علیحدہ ہونے پر وہ اپنے کاموں میں اور بھی منہمک ہوگئے۔ جب کرسکوگراف جیسی مشین ایجاد کرکے انھوں نے نباتات کا ہر سکنڈ بڑھنا، درد تکلیف محسوس کرنا ثابت کردیا تو دنیا حیرت میں رہ گئی۔

یورپ والوں کو بہت ہی اچنبھا ہوا کہ ہندوستان جیسے غلام ملک میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوسکتے ہیں

آخر میں دعا ہے کہ خدا ہر ہندوستانی بچے کو ایسا ہی دل و دماغ عطا کرے۔ بھارت درش میں ہزاروں جے سی بوس پیدا ہوں۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی دعا ہے کہ خدا سر بوس کے بیوی بچوں اور عزیزوں کو صبر دے۔

سستے ٹکٹ

تعداد	نام	قیمت	تعداد	نام	قیمت
۲۵	بلجیم	ا ر	۲۵	جاپان	۲ ر
۲۵	مصر	۴ ر	۲۵	اٹلی	۳ ر
۱۰	عراق	۳ ر	۲۵	ہالینڈ	۳ ر
۳۰	ترکی	۴ ر	۱۰	یونان	ا ر
۳۵	ایران	۵ ر	۱۰	فن لینڈ	ا ر
۲۵	ڈنمارک	۲ ر	۵۰	آسٹریا	۳ ر
۱۰	ٹراونکور	ار ۲ پائی	۲۵	پولینڈ	۲ ر
۶	حیدرآباد دکن	ا	۶	خیرکاری	ا ر

۵ ایران ہوائی ۲ ر۔ کینیڈا سوا جوبلی ۳ ر، ۳ ر۔ انگلینڈ کاروینشن ۲ ر۔ سیلون کاروینشن ۲ ر۔ ٹراونکور داخلہ مندر ۲ ر حیدرآباد سور جوبلی ۲ ر (نوٹ:۔ علاوہ محصول ڈاک)

دیسی ریاستوں کے ٹکٹ خریدے جائیں گے اگر کوئی فروخت کرنا چاہے۔ اورنگ آباد دکن:۔ اس کتاب میں اورنگ آباد اور اس کے آس پاس کے کئی مشہور تاریخی جگہوں کے مختصر حالات تمام ضروری باتیں آگئی ہیں۔ قیمت محصول سمیت ار ۲ پائی۔

کوچک بزم ادب کٹل منڈی نمبر ۱۷۵۴B حیدرآباد دکن



سر جے۔سی۔بوس۔



سر جے۔سی۔بوس کی ارتھی کا جلوس سارے شہر کا چکر لگاکر کیوڑی تولہ (شمشان بھومی) میں داخل ہوتا ہے۔ یہاں آخری رسمیں ادا کی جاتی ہیں۔



جناب مولانا سعدالدین صاحب انصاری ندوی جو
تکمیل الدروس عربی کی بڑی ڈگری لینے
مصر گئے ہیں

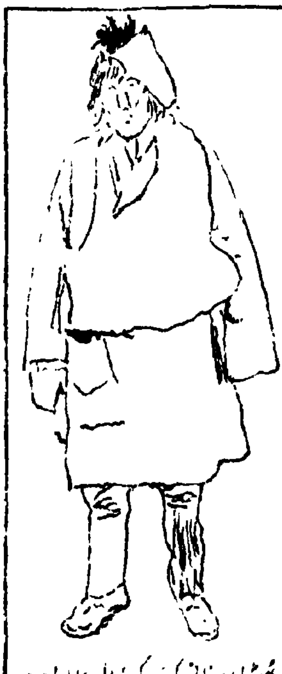


مولوی بدرالدین صاحب چینی بی اے (جامعہ) انہوں
نے مصر کی مشہور یونیورسٹی جامعہ ازہر سے
کامیابی کے ساتھ آخری ڈگری حاصل کی ہے
وہ پیام تعلیم کے پرانے مضمون نگار ہیں

بھوٹ کے بھوٹیے

شمسی عبادالرحمٰن صاحبہ

ٹنڈرا کے رہنے والے اسکیمو کا حال تو تم پڑھ چکے ہو۔ آؤ، آج اسی قسم کے اور لوگوں کا حال سنائیں جو ہمارے ہی دیس میں رہتے ہیں۔ تمھیں تعجب ہوگا کہ ہندوستان میں ایسے لوگ کہاں سے آئے۔ سنو! اِن کو بھوٹیے کہتے ہیں اور یہ بھوٹ کے باشندے ہیں یہاں ایک بات ضرور یاد رکھنا۔ بھوٹ اور بھوٹان میں فرق ہے۔ بھوٹان نیپال کے مشرق میں ایک پہاڑی ریاست ہے۔ بھوٹان کو راستہ بنگال میں سے دارجلنگ ہوکر جاتا ہے۔ مگر جس دُور اُفتادہ چھوٹے سے برفانی علاقے کا یہ ذکر ہے وہ شمال کی طرف کماؤں کے پہاڑی سلسلوں میں الموڑے کے ضلع میں ہے۔ اس کا نام بھوٹ ہے اور اس کے باشندوں کو بھی بھوٹیے کہتے ہیں۔ یوں تو بھوٹ اور بھوٹان ایک دوسرے سے بہت دور ہیں مگر چونکہ بھوٹ سے لے کر تبت، نیپال، اور بھوٹان تک ایک ہی پہاڑی قوم آباد ہے اس لئے ان لوگوں کی شکل صورت، لباس، مذہب اور رہنے سہنے کے طریقوں میں بہت کم فرق ہے۔ یہی لوگ کسی جگہ ذرا مہذب ہیں اور کہیں بالکل وحشی۔ ہاں تو، ہمارا بھوٹ میدانوں کی پُرشور آبادی سے بہت دور شمال کی طرف ہمالیہ کے سلسلوں میں آباد ہے۔ بھوٹ کو الموڑہ سے دو راستے سیدھے جاتے ہیں اور یہی اس علاقے کے بھوٹیوں کے آنے جانے کے عام راستے ہیں۔ یہ تو تمھیں معلوم ہے کہ الموڑہ کماؤں کے پہاڑوں میں ایک چھوٹا سا پیارا سا شہر ہے اور قریب قریب کُل علاقہ پہاڑی ہے۔ یہاں سے شمال میں دُور تک جو کوہستانی سلسلہ چلا گیا ہے وہ ۵۰۰۰ سے ۶۰۰۰ فٹ کی بلندی تک پہنچتا ہے۔ بعض بعض جگہ ۷۰۰۰ اور ۸۰۰۰ تک اُونچا ہے مگر الموڑے کے شمال میں اسکوٹ گاؤں سے لے کر یہ پہاڑ اور زیادہ اُونچے ہونے شروع ہوگئے ہیں یہاں تک کہ بڑے بڑے گلیشیر نظر آنے لگتے ہیں۔ گلیشیر اُن پہاڑوں پر بنتے ہیں جن کی چوٹیوں پر بلندی کی وجہ سے ہمیشہ برف جمع رہتا ہے۔ جب یہ برف جمع ہوتے ہوتے بہت زیادہ ہوجاتا ہے تو اپنے ہی وزن سے پھسل کر اس کی بڑی بڑی چٹانیں گر جاتی ہیں اور اس طرح پھسل پھسل کر پہاڑ کے ڈھلان پر اپنے لئے راستہ بنالیتی ہیں کہ پہاڑ کے کھنڈوں اور ٹیلوں کو بھر کر ایک ڈھلو میدان سا معلوم ہوتا ہے۔ بس اسی کو گلیشیر کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہمالیہ کا وہ سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جس کی چوٹیاں سب سے اُونچی ہیں۔ یہاں سے مشرق میں کالی ندی بہتی ہے جو آگے جاکر ساردا ندی کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں سے مشرق میں کالی ندی بہتی ہے جو آگے جاکر ساردا ندی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ندی اس علاقے کو نیپال سے جُدا کرتی ہے اور یہیں سے شمال کی طرف



بھوٹیا برفانی بکری کی کھال کا لبادہ پہنے ہوئے

تبت کا عجیب و غریب پلیٹو ہے۔ پلیٹو پہاڑوں کے درمیان کے اُس قطعہ زمین کو کہتے ہیں جو کہیں کہیں اونچا نیچا ہونے کے باوجود ایک بہت بڑے میدان کی شکل میں ہوتا ہے۔ یہاں پہاڑی لوگوں کو بستیاں آباد کرنے اور کھیتی باڑی کا کام کرنے میں بڑی سہولت ہوتی ہے۔ پہلے کالی ندی والے راستے کا حال سُن لو۔ اس ندی کے کنارے کنارے گربیانگ گاؤں تک جاتے ہیں۔ یہاں دو ندیاں ملتی ہیں۔ یہ مقام اس علاقے کی بہت بڑی منڈی ہے۔ یہاں تجارت کرنے والے لوگ اور کیلاش کے یاتری جمع ہوتے ہیں۔ اور پھر یہیں سے سخت دشوار گزار راستوں کے ذریعہ دروں تک پہنچتے ہیں جنھیں پار کرکے تبت جاتے ہیں۔ یہ درے ۱۵۰۰۰ یا ۱۶۰۰۰ فٹ کی بلندی پر ہیں۔ بہت ہی دشوار گذار اور خطرناک ہیں ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں اور برف ہی کو روند کر انھیں پار کیا جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر اونچائی کی وجہ سے سانس پھولنے لگتا ہے اور قدم اتنے بھاری ہو جاتے ہیں کہ تیز چلنا دشوار ہو جاتا ہے۔ انھیں دروں کے ذریعہ تبتی لوگ اپنا تجارتی سامان پہاڑی گھوڑوں، بیلوں (جنھیں یاک کہتے ہیں) اور بڑے بڑے بالوں والے بکروں پر لاد کر بھوٹ لاتے ہیں۔ یہاں بھوٹیے اُن سے بیوپار کرکے سامان خرید لیتے ہیں اور سردی کے موسم میں الموڑہ، نینی تال کے ضلعوں میں تجارت کے لیے لاتے ہیں۔

دوسرا راستہ میلام گلیشیر والا راستہ ہے۔ الموڑے سے چل کر میلام گاؤں پہنچتے ہیں۔ کہنے کو تو یہ گاؤں ہے مگر ایک سرائے سمجھو کیونکہ یہاں آبادی صرف گرمی کے موسم میں رہتی ہے۔ جب دھوپ تیز ہوتی ہے اور برف پگھل کر راستے صاف ہوتے ہیں تو بھوٹیے "گلیشیر" تک چڑھ جاتے ہیں اور اس گاؤں میں ٹھیرتے ہیں اور اسی طرح تبتی اپنے پلیٹو سے چڑھ کر اونٹا دھورہ درہ پار کرکے آجاتے ہیں اور اپنا تجارتی سامان لے کر اسی گاؤں میں قیام کرتے ہیں۔ میلام گاؤں ۱۱۴۰۰ فیٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ اور یہاں سے صرف ۱۳ میل کے فاصلہ پر اونٹا دھورہ کا درہ ہے۔ یہ درہ سلطنت برطانیہ اور ریاست تبت کے درمیان ہے۔ اس کی اونچائی ۱۷،۳۰۰ سے ۱۷،۶۰۰ تک ہے۔ سال کے ۱۱ مہینہ یہاں برف جمع رہتا ہے۔ یہیں ٹنک پور سے بھی ایک راستہ آکر ملتا ہے۔ میلام گلیشیر اونٹا دھورہ کے بہت نیچے تک چلا گیا ہے۔ اور بہت خوبصورت اور بڑا گلیشیر ہے۔ میلام گلیشیر سے لے کر نیچے گربیانگ گاؤں تک کا کُل علاقہ بھوٹ کہلاتا ہے اور جگہ جگہ گاؤں آباد ہیں۔

بھوٹ میں اوّل تو زمین کھیتی کے قابل بہت کم ہے پھر وہ بھی سال کے زیادہ عرصہ برف سے ڈھکی رہتی ہے اس وجہ سے بیچارے بھوٹیوں کو اناج وغیرہ پیدا کرنے کا امکان بہت کم ہے اور اُن کی گذر بھیڑ بکریوں کے دودھ دہی اور برفانی جانوروں کے گوشت پر ہوتی ہے اُن کا پیشہ تجارت اور گلہ بانی ہے۔ غریب لوگ تو رہنے کے لئے مکان تک نہیں بناتے نہ ایک جگہ عرصہ تک رہتے ہیں بلکہ اپنے گلے لے کر چراگاہوں کی تلاش میں اِدھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں جہاں کچھ گھاس نظر آئی وہیں کمبلوں کے خیمے لگاکر رہ گئے دودھ دہی کچھ کھایا کچھ بیچا اُون کاٹ کاٹ کر جمع کرتے گئے یہ منڈیوں میں لیجاکر بیچ ڈالا۔ اس لئے یہ لوگ خانہ بدوش بھی کہلاتے ہیں۔ جانوروں کی پرورش بڑی ہوشیاری سے کرتے ہیں ایک ایک خاندان میں کئی کئی سو بکریاں اور بھیڑیں پلی ہوتی ہیں۔ انھیں بکریوں اور بھیڑوں کو چرانے اور ان کی حفاظت کے لیے بہت سے آدمیوں کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ کام سدھے ہوئے بھوٹیا کتے بڑی اچھی طرح کرتے ہیں۔ ہر گلے کے ساتھ بہت سی

بڑے بڑے کتے ہوتے ہیں جو رات دن گلوں کی پاسبانی کیا کرتے ہیں۔ بھوٹیے اپنے کتوں کو سیٹی پر سدھا کر اُن سے طرح طرح کے کام لیتے ہیں۔

سب سے بڑی تجارت بھوٹان میں اُون ہی کی ہوتی ہے عورتیں اُون صاف کرکے اسے کات کر اس سے عمدہ قسم کے قالین، غالیچے، آسن، کمبل، اور دُھسّے بناتی ہیں۔ یہ چیزیں خالص اُون ہونے کی وجہ سے بہت گرم اور ملائم ہوتی ہیں اور دُور دُور تک جاکر فروخت ہوتی ہیں۔ گرمی بھر یہ لوگ سامان تیار کرتے ہیں اور شروع جاڑوں اپنا بنایا ہوا اور تبت والوں سے خریدا ہوا سب سامان لے کر الموڑہ اور نینی تال کے ضلعوں میں تجارت کے لئے آجاتے ہیں۔ اس زمانے میں آنے سے انہیں دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اپنے مُلک کی سخت سردی سے نجات مل جاتی ہے اور دوسرے ان ہی دنوں لوگ اُون کا سامان زیادہ خریدتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھوٹیے اپنے مُلک کی کچھ اور چیزیں بھی لاتے ہیں ان میں قسم قسم کی جڑی بوٹیاں، چونریاں کھالیں، سہاگا، فیروزہ اور مُشک نافہ ہیں۔ انھیں فروخت کرکے یہاں سے نمک، تیل، اور تمباکو وغیرہ لیجاتے ہیں۔

بھوٹیوں کی صورت شکل اور لباس اسکیمو لوگوں کی طرح کے ہوتے ہیں مگر رہنے سہنے کے طریقے اور مذہب میں فرق ہے سردی کی وجہ سے کھال کا لبادہ پہنتے ہیں جسے پوستین کہنا مناسب ہوگا۔ ڈھیلا ڈھالا پاجامہ اور گھٹنوں تک کے جوتے بھی اُون ہی کے بنے ہوتے ہیں۔ مرد عورتیں اور بچے ایک ہی قسم کا لباس پہنتے ہیں مرد اپنے بال نہیں کترواتے۔ غالبًا یہ رواج ان کے یہاں سردی کی شدت کی وجہ سے پڑ گیا ہے۔ بالکل عورتوں کی طرح چوٹیاں گوندھتے ہیں۔ ہاتوں میں کڑے اور کانوں میں بڑے بڑے بالے پہنتے ہیں نوجوان لڑکے جن کے چہروں پر داڑھی مونچھ نہ ہو اور لڑکیوں میں شکل سے امتیاز ہوتا ہے۔ ان کا ناک نقشہ تو چپٹا اور بھونڈا ہوتا ہے مگر رنگ سُرخ سپید ہوتا ہے۔ سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں خاصکر چھوٹے بچے بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ یہ بچے تمھاری طرح پڑھتے لکھتے نہیں بلکہ گھر اور تجارت کے کام کاج میں اپنے بڑوں کا ہات بٹاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے یہاں اسکول کم ہیں۔ چند اسکول الموڑے کی ڈسٹرکٹ بورڈ نے اس علاقہ میں کھول رکھے ہیں۔ مہذب لوگوں میں بس تھوڑی سی مذہبی تعلیم کا رواج ہے۔ یہ بھی مذہبی پیشواؤں تک محدود ہے جنہیں 'لاما' کہتے ہیں یعنی 'مولوی'۔ لاما کی بڑی عزت ہے۔ ان کے اختیارات راجہ کے اختیارات سے کم نہیں ہیں۔ کیونکہ بھوٹیے لاما کو اپنا دیوتا سمجھتے ہیں اور کوئی بات بغیر ان کے مشورے اور حکم کے نہیں کرتے۔ ان کا مذہب بُدھ مت ہے چنانچہ بھوٹان میں جتنے مندر ہیں وہ قریب قریب بُدھ وضع کے ہیں۔ ہر گاؤں میں دو چار مندر ضرور پائے جاتے ہیں۔ لاما ان ہی میں رہتے ہیں اور ساری بستی پر گویا حکومت کرتے ہیں۔ بھوٹیے اپنے مذہب کے پابند اور عبادت گذار ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں عبادت کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ مگر سب سے زیادہ عجیب وغریب عبادت کا لٹّو ہے۔ یہ لکڑی یا لوہے کا بالکل لٹّو کی شکل کا بنایا جاتا ہے۔ پکڑنے کے لئے ایک دستہ بھی ہوتا ہے۔ لٹّو پر باریک باریک حرفوں میں عبادت کے کلمے نقش ہوتے ہیں۔ اسے ہات میں لے کر جھنجھنے کی طرح ایک بار گھما دیا جائے تو خود بخود بہت دیر تک بڑی تیزی کے ساتھ گھومتا رہتا ہے۔ بھوٹیوں کا عقیدہ ہے کہ جتنی بار لٹّو گھوما اتنی بار انھوں نے عبادت کرلی۔

بھوٹیوں کا ناچ گانا بھی بہت دلچسپ اور عجیب وغریب ہے۔ بچے بڑے مزے سے ناچتے ہیں۔ اس کے علاوہ مذہبی ناچ کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں لاما لوگ زیادہ حصہ لیتے ہیں مذہبی تعلیم زیادہ تر ناچ گانے سے دی جاتی ہے۔ جہاں خوبصورت لباس پہن کر اور حسین غازہ بنا کر ناچ ہوتا ہے تو اس کے ساتھ بھیانک اور ڈراؤنی نقلیں بھر کر بھی ناچتے ہیں۔ کھال یا کاغذ کے ہیبتناک چہرے بنا کر اپنے چہروں پر چڑھا لیتے ہیں اور ناچ ناچ کر لوگوں کو بتاتے ہیں کہ اگر تم نے اس دنیا میں نیک کام نہیں کئے تو دوسرے عالم میں تمھارا یہی حال ہوگا۔

اب جاڑے کی آمد ہے اور الموڑے کے بچے بڑی بے چینی سے بھوٹیوں کا انتظار کر رہے ہیں، کیونکہ انھیں بھوٹیوں کو "لاما" "لاما" کہہ کر چھیڑنا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے، اور اُن کے بچوں کا ناچ گانا بہت پسند ہے۔ جب ان کا قافلہ شہر سے گزرتا ہے تو بکریوں کی گردنوں میں لٹکی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں فضا میں گونج جاتی ہیں۔ شہر کے بچے پہچان کر دوڑتے ہیں اور مکانوں کی کھڑکیوں اور برآمدوں سے ان کا تماشا خوب دیکھتے ہیں۔

کھیل تماشے

(۱) ایک گلاس پانی سے آدھا بھرا ہوا لو۔ اُس میں ایک پیسہ ڈال دو۔ اور پھر اُسے ہاتھ سے باہر نکال لو۔ لیکن یہ خیال رہے کہ تمھاری انگلیاں بالکل خشک رہیں۔ اگر تمھیں اس میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو اپنے کسی دوست سے کہو کہ وہ ایسا کرے۔ وہ بھی یقیناً اسے ناممکن ہی بتائے گا۔ اور یہ ہے بھی ٹھیک۔ بظاہر پانی میں ہاتھ کا خشک رہنا عجیب بات ہے۔ مگر ہے یہ معمولی سی بات۔ تم اسے گھر پر بڑی سہولت سے کرسکتے ہو۔ کسی انگریزی دوا فروش کی دکان سے لائیکو پوڈیم پوڈر خرید لاؤ۔ اور تھوڑا سا اپنی انگلیوں میں لگا لو۔ پھر گلاس میں ہاتھ ڈال کر پیسہ نکال لو۔ تمھاری انگلیاں اُسی طرح خشک رہیں گی۔

(۲) تھوڑا سا پیاز کا عرق نکالو۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی ہتھیلی پر اس عرق سے کوئی شکل بناؤ۔ یا کوئی تحریر لکھو۔ سوکھنے کے بعد ہاتھ پر کچھ دکھائی نہ دیگا۔ اب بھولیوں سے کہو کہ میں ایک شعبدہ بتاتا ہوں چنانچہ تھوڑا سا کوکو (جو عورتیں اپنی پیشانی پر لگایا کرتی ہیں) منگواؤ۔ پہلے اپنے دونوں ہاتھ ساتھیوں کو دکھاؤ کہ صاف ہیں۔ اب کوکو اپنے دونوں ہاتھوں پر خوب رگڑو۔ اور صاف کرکے بتلاؤ۔ کوکو نکل جائے گا اور جو کچھ تم نے نقش کیا تھا۔ صرف وہی دکھائی دے گا۔ یہ دیکھ کر تمھارے ساتھی حیران رہ جائیں گے۔

ایم۔ یوسف نسیم نوشہروی۔ صادق ایجرٹن کالج
بہاولپور

جاڑا

ایم اے وفا۔ فرخ آبادی

گرمی رخصت آیا جاڑا ؛ جاڑے نے گرمی کو پچھاڑا
اب دنیا کو چین ملے گا ؛ چین سدا دن رین ملے گا
پھیل کے سونے والے سمٹے ؛ بچے اپنی ماؤں سے چمٹے
سردی دھوم مچاتی آئی ؛ دانت سے دانت بجاتی آئی
پڑتا ہے جب شام سے کُہرا ؛ آدمی ہو جاتا ہے دُہرا
محنت سے گھبرائے ہوئے تھے ؛ گرمی سے بولائے ہوئے تھے
رہ رہ کر آتے تھے پسینے ؛ آگ سی برساتے تھے سینے
دم پہ دم پانی کا پینا ؛ مشکل تھا ہر ایک کو جینا
ندی نالے خشک پڑے تھے ؛ بن پتوں کے پیڑ کھڑے تھے
جاڑے نے کیا پلٹی کایا ؛ سبزے کا اک فرش بچھایا
شام ہی سے ہے کافی جاڑا ؛ پڑنے لگا لحافی جاڑا
کانپ رہے ہیں اس کے ڈر سے ؛ کمل اوڑھ کے نکلے گھر سے
گاؤں کے ہالی اور موالی ؛ جہاں پہ بیٹھے آگ جلالی
لوگ الاؤ پہ تاپ رہے ہیں ؛ بچے گیت الاپ رہے ہیں
ہر کامی کو یہ ٹوٹا ہے ؛ رات بڑی ہے دن چھوٹا ہے
سردی ساتھ میں لائی خموشی ؛ بھرے گھروں پہ چھائی خموشی

پانچ پھول کی رانی

از مریم فضلی

کانوں سنی کہتے ہیں۔ آنکھوں دیکھی نہیں۔ ہماری انّا کی کہی ہوئی کہانی ہے۔ وہ بڑی نمازن تھی۔ برابر ہزاری روزہ رکھتی۔ محلے کی عورتیں اس سے گنڈا تعویز لیتی تھیں اور ہم لوگ اس سے بہت ڈرتے تھے۔ ہم نے اسے جھوٹ بولتے نہیں سُنا۔ اس نے کہا تھا کہ یہ کہانی کتابی ہے اور سچی ہے ہاں تو کسی زمانے میں ایک بڑھئی رہتا تھا۔ وہ لکڑی کا ایک ایسا گھوڑا بناتا تھا جو اُڑ سکتا تھا پر گاؤں میں اس کی کچھ قدر نہ ہوتی تھی۔ اس نے سوچا چلیں بادشاہ کے پاس۔ شاید وہاں قسمت کھلے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بادشاہ کے دربار میں پہنچا اور اپنا کمال بتایا۔ بادشاہ کو بہت تعجب ہوا اور حکم دیا کہ اچھا بتاؤ ذرا ہم بھی تو دیکھیں بڑھئی نے گھوڑا بنایا اور کہا کہ حضور اس کے لئے کوئی سوار چاہیے بادشاہ نے اپنے سپاہیوں سے چڑھنے کو کہا۔ پر سب نے معافی مانگی حضور زندہ گھوڑا موجود ہے ہم اس پر چڑھیں گے کہ اس لکڑی کے گھوڑے پر، بادشاہ کے ایک اکلوتا بیٹا تھا۔ بہت بہادر، وہ راضی ہوگیا، بادشاہ نے منع کیا مگر وہ نہ مانا۔ بڑھئی نے شہزادے کو سب پرزے بتادیے۔ شہزادے نے گھوڑے پر سوار ہوکر اُڑنے والا پرزہ گھمایا۔ گھوڑا اُڑا اور بہت اونچا چلا گیا۔ شہزادہ بھول گیا کہ نیچے اُترنے والا۔۔۔ پرزہ کون ہے۔ اور گھوڑا اوپر اُڑتا ہی گیا۔ سب لوگ انتظار کر رہے تھے کہ کب شہزادہ اب لوٹ کے آتا ہے۔ دو تین گھنٹے گذر گئے۔ مگر شہزادہ واپس نہ آیا۔ بادشاہ کو بہت فکر ہونے لگی جب رات میں بھی شہزادہ نہ آیا۔ تب تو بادشاہ بہت ہی پریشان ہونے لگا۔ بڑھئی کو جیل میں بند کردیا اور کہا کہ جب تک شہزادہ واپس نہ آئے گا۔ تجھے جیل میں بند رہنا پڑے گا۔

ادھر شہزادے کی سنو بے چارا اُڑتے اُڑتے گھبرا گیا۔ اس نے سوچا لاؤ سب پرزوں کو گھما کر دیکھوں شاید نیچے اترنے والا پرزہ مل جائے جب اس کا ہاتھ اس پرزے پر پڑا تو گھوڑا نیچے اُترنے لگا اور ایک بادشاہ کے محل سے ٹکرایا شہزادے نے گھوڑے کو محل کی چھت پر روکا اور اتر کر دیکھنے لگا کہ وہاں کیا ہے۔ ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو وہاں بہت خوب صورت کھانا لگا ہوا تھا اور کوئی مسہری پر سو رہا تھا۔ شہزادہ بھوکا تو تھا ہی کھانا دیکھ کر اُسے اور زور سے بھوک لگ آئی۔ اس نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور جاتے وقت۔۔۔۔۔۔ ۔۔۔ مسہری میں جھانک کر دیکھا ایک خوب صورت لڑکی سو رہی تھی۔ شہزادہ چھت پر گیا اور سوچنے لگا کہ رات کس جگہ گذارے پاس ہی بادشاہ کا باغ تھا اس نے سوچا کہ باغ میں کسی پیڑ سے گھوڑے کو باندھ دے اور صبح ہی کہیں چل دے۔ لڑکی جو مسہری پر سو رہی تھی۔ بادشاہ کی اکلوتی لڑکی تھی، اس کا نام "پانچ پھول کی رانی" تھا۔ یعنی وہ روزانہ پانچ پھول

سے تولی جاتی تھی۔ جب صبح ہوئی تو مالن شہزادی کو تولنے آئی اور پانچ پھول سے بہت زیادہ پھول چڑھے۔ پھولوں کا قاعدہ تھا کہ جب کوئی اجنبی کمرے میں آتا تو زیادہ ہو جاتے آج پہلے دن پانچ پھول سے زیادہ چڑھے تھے اس لئے مالن کچھ نہ بولی۔ صبح ہوئی تو شہزادہ کہیں نہیں گیا۔ وہیں باغ میں چھپا رہا۔ جب پھر رات ہوئی تو شہزادہ اسی طرح شہزادی کے کمرے میں گیا کھانا کھایا اور جاتے وقت شہزادی کو غور سے دیکھا اور اپنی انگوٹھی شہزادی کو پہنا دی اور شہزادی کی خود پہن لی۔ شہزادی کی آنکھ پھر بھی نہ کھلی، صبح کو مالن نے پھر تولا تو اور بھی زیادہ پھول چڑھے۔ مالن نے کہا "حضور کیا بات ہے۔ کل پانچ سے زیادہ پھول چڑھے اور حضور آج تو اور بھی زیادہ چڑھے۔ اگر ملکہ صاحبہ دیکھیں گی تو مجھے مروا ڈالیں گی۔ شہزادی نے انگوٹھی کو بھی نہیں دیکھا۔ مالن نے ملکہ سے کہا۔ ملکہ نے بادشاہ سے۔ بادشاہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ یہ کون شخص آتا ہے۔ اس کا پتہ لگانا ضروری ہے اس نے شہزادی کے کمرے کی دہلیز پر ایک گڑھا کھدوایا اور اس میں نیلا رنگ گھلوا دیا اور اس پر سے کچا دھاگا تن وا دیا کہ اگر کوئی شخص آئے گا تو پتہ چل جائے گا۔ اگر تاگا ٹوٹا ہوگا تو سمجھا جائے گا کہ ضرور کوئی آتا ہے اور جس کے پاس نیلے رنگ کے کپڑے ملیں گے اُسے پکڑا جائے گا۔ شہزادی نے اپنے دل میں سوچا کہ آج رات کو مجھے ضرور جاگنا چاہیے۔ وہ دس گیارہ بجے تک جاگتی رہی مگر نیند آگئی اور ابھی غفلت میں تھی کہ کسی کے گڑھے میں گرنے کی آواز آئی اس کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ ایک آدمی آیا اور اس کا کھانا کھانے لگا اور جب جانے لگا تو

اس طرف آیا۔ شہزادی نے پوچھا کون ہے؟ شہزادے نے اپنے کل حالات شروع سے بیان کئے۔ شہزادی نے کبھی اتنا خوب صورت شہزادہ نہ دیکھا تھا۔ اس لئے اُس کے ساتھ اسے محبت ہو گئی۔ اس نے فوراً شہزادے کو پانچ روپے دئے اور کہا "تم ابھی دھوبن کے پاس جاؤ اور اس کو یہ روپے دینا اور کہنا کہ چھ بجے یہ کپڑے دھو کر دے دو۔ نہیں تو صبح ہو جائے گی اور ابا جان کپڑے ڈھونڈوائیں گے۔ شہزادہ اسی وقت دھوبن کے پاس گیا اور روپیہ دے کر کہا کہ دیکھو تم چھ بجے صبح یہ کپڑے دھو کر دے دینا۔ دھوبن نے کہا بہت اچھا سرکار ہم آپ کا جتنا سویرے کہیں کپڑا دھوئے کے دے دیں اور سرکار اپنا ٹھکانا (پتہ) تو بتائے دیں" شہزادے نے کہا کہ تم بادشاہ کے باغ میں لانا۔ دھوبن نے کہا کہ "بہت اچھا سرکار" شہزادہ باغ میں اسی پیڑ پر چلا گیا۔ اور سو گیا۔ اتنے میں صبح ہو گئی۔ بادشاہ نے اپنے سپاہیوں کو بھیجا کہ جا کے دیکھیں تاگا ٹوٹا ہے یا نہیں۔ سپاہیوں نے جا کر دیکھا تو تاگا ٹوٹا تھا۔ آکر بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے کہا۔ جاؤ تلاش کر کے نیل (تازے نیلے رنگ) کا کپڑا جس کے پاس ہو اس کو مارتے پیٹتے لے آؤ۔ سپاہی شہر میں تلاش کرنے گئے۔ بادشاہ نے شہزادی کو بلوایا اور پوچھا کہ تیرے کمرے میں کون آتا ہے؟ شہزادی نے ڈرتے ڈرتے کہا کہ "ابا جان میں نہیں جانتی مجھ کو کچھ نہیں معلوم"۔ بادشاہ بہت بگڑا۔ اتفاق سے دھوبیوں کے ہاں ناچ تھا ان لوگوں میں صلاح ٹھہری کہ یہ نیل کا کپڑا ہے اس کو پہن کر ناچیں اور پھر کل دھو کر دیدیں گے ان سبھوں نے کہا کہ پہلے داروغہ جی کے گھر پر ناچیں وہ داروغہ کے گھر پر ناچ رہے تھے کہ بادشاہ کے سپاہی پہنچے۔ ان لوگوں نے جو

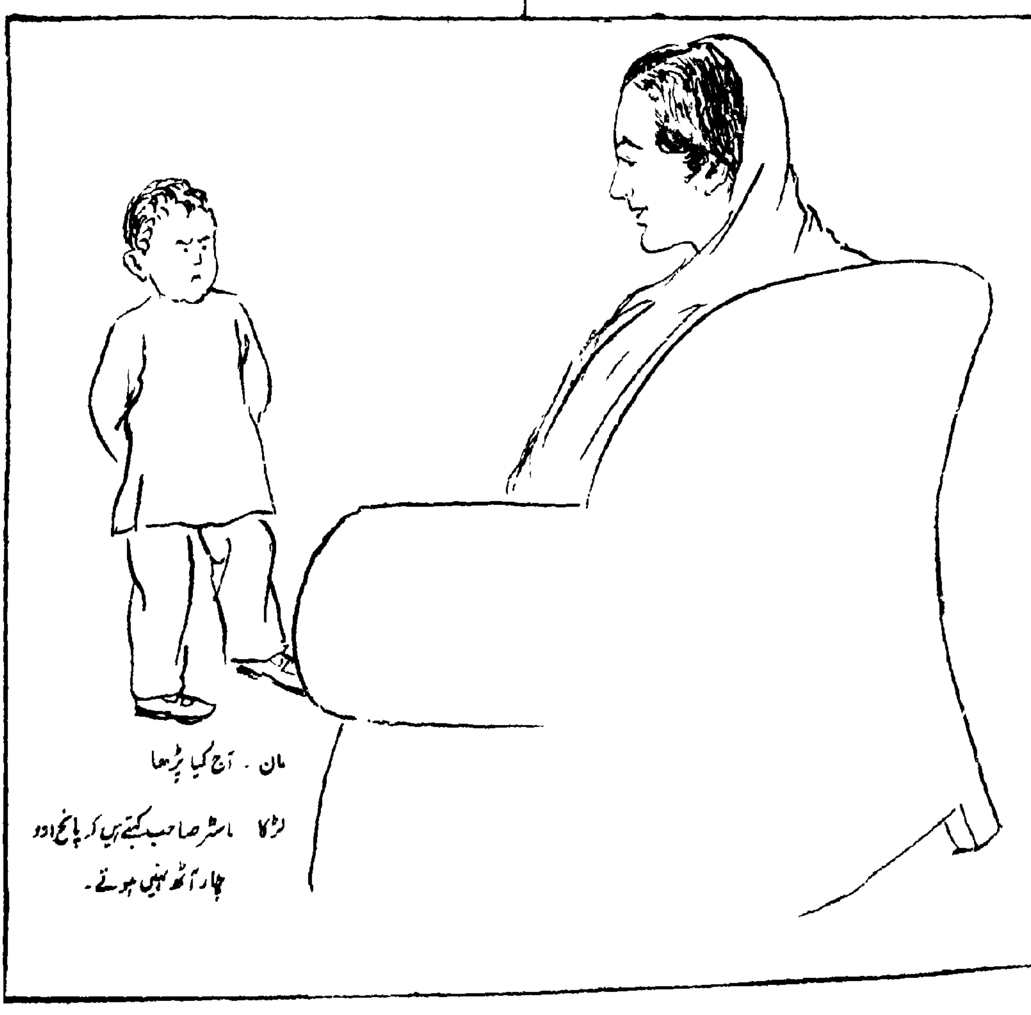
بنل کے کپڑے پہنے دیکھا تو دھوبی کو مارنے لگے۔ دھوبی سمجھا کہ ہم جو بادشاہ کے گھر پہلے نہیں ناچے اس لئے یہ سب مار رہے ہیں۔ اور چلانے لگے کہ ہم پہلے بادشاہی کے محل ہاں ناچب ماپھ کریں ماپھ کریں۔" مگر سپاہیوں نے کچھ نہ سُنی اور مارتے پیٹتے بادشاہ کے پاس لائے۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ تجھے کہاں سے ملا۔ دھوبی نے ڈرتے ڈرتے سب حال بتایا۔ بادشاہ نے کہا "وہ آدمی کہاں رہتا ہے؟" دھوبی نے کہا "حُجور آپ کے باگ ماں (باغ میں)" بادشاہ نے سپاہیوں سے کہا "جاؤ باغ میں دیکھو اور پکڑ لاؤ"۔ سب سپاہی باغ میں گئے اور تمام تلاش کیا مگر کہیں نہ ملا تو انھوں نے پیڑ پر دیکھا آدمی سو رہا ہے۔ سپاہیوں نے کہا "اُٹھ تو کون ہے؟ یہاں کیوں آیا ہے؟" شہزادہ کچھ نہ بولا۔ سپاہی شہزادے کو بادشاہ کے سامنے لے گئے۔ بادشاہ نے کہا "تو کون ہے؟" شہزادے نے کچھ جواب نہ دیا۔ غرض جتنے سوال بادشاہ نے کئے اس نے کسی کا جواب نہ دیا۔ بادشاہ نے کہا "لے جاؤ ابھی اس کا کلیجہ نکال کر میرے سامنے لاؤ۔ میں خود کھاؤں گا۔" جلاد شہزادے کو پکڑ کر باغ میں لے گئے۔ شہزادے نے کہا "دیکھو یہ قاعدہ ہے کہ جس کو پھانسی وغیرہ ہوتی ہے تو جو اس کا جی چاہتا ہے کرنے دیا جاتا ہے۔" جلادوں نے کہا "اچھا کیا چاہتا ہے" شہزادے نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ مرتے وقت تو ٹھیک سے چڑھوں۔" سب جلاد ہنسنے لگے کہ پاگل ہی ہو گیا ہے۔ جلادوں نے کہا کہ "اچھا چڑھو بھائی چڑھو" شہزادہ اس پیڑ پر چڑھا۔ جس پر وہ رہتا تھا اور گھوڑے پر بیٹھ گیا اور پرزہ گھماتے وقت کہا "اب تم لوگ گھر جاؤ ہمیں نہیں پا سکتے۔" سب جلاد ہنسنے لگے کہ ذرا اس پاگل کو تو دیکھو کہ پیڑ پر کیا چڑھا ہے کہ سمجھتا ہے آسمان پر چڑھ گیا۔ اب اس کو کوئی نہ پا سکے گا۔ پھر ذرا زور سے جلادوں نے کہا کہ "ابے اُترتا ہے کہ نہیں" اتنے میں شہزادے نے اُڑنے والا پرزہ گھمایا اور گھوڑا یہ جا وہ۔ سب جلاد ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ تو اول نمبر کا جادوگر نکلا۔ ایک جلاد نے کہا کہ اچھا خیر اب ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے کسی ہرن کی کلیجی بادشاہ سلامت کے سامنے لے جائیں۔ سب کی رائے یہی ہوئی۔ ان لوگوں نے ایک ہرن مار کر اس کا کلیجہ بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ بادشاہ نے دیکھا تو اس کو اطمینان ہوا۔ اِدھر شہزادی بہت پریشان ہو رہی تھی۔ کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔ کبھی سوچتی تھی کیا واقعی شہزادہ مر گیا ہے۔ جب رات ہوئی تو شہزادہ پھر آیا۔ شہزادی کے کمرے میں گیا اور اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا اس نے اپنے کپڑے زیور اور ہیرے جواہرات لے لئے اور شہزادے کے ساتھ گھوڑے پر بیٹھ گئی۔ دونوں پھر سے اُڑ گئے۔ بڑی دیر تک اُڑنے کے بعد شہزادی نے شہزادے سے کہا کہ "جاؤ کسی شہر سے اناج اور آگ لے آؤ تو کھانا پکائیں۔ بڑی بھوک لگی ہے۔" اس وقت گھوڑا دریا پر اُڑ رہا تھا۔ شہزادے نے ریگستان پر روکا اور وہاں شہزادی کو اتار کر اناج اور آگ لینے گیا۔ اس نے سوچا کہ کیسے لے جائیں۔ بس گھوڑے کی دم میں رسی باندھ کر اس رسی میں آگ لگا دیں۔ یہ سوچ کر گھوڑے کی دم میں رسی باندھ اس رسی میں آگ لگا دی گھوڑا اُڑا اور آگ بھی گئی، گھوڑا بھم بھم جلنے لگا۔ جب ریگستان تھوڑی دور رہ گیا تو شہزادہ پانی میں گر گیا اور گھوڑا جل گیا وہ پانی میں ایک تختے پر بہتا بہتا ایک سلطنت میں پہنچا

دہاں کے بادشاہ کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ صرف ایک لڑکی تھی اس نے کہا تھا جو شخص دریا میں زندہ لاش پائے گا اس کے نام اپنی آدھی سلطنت کر دوں گا (پرانے زمانے میں بادشاہ لوگ ایسی ہی ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔) اس لئے دریا پر ہمیشہ آدمیوں کا مجمع رہتا تھا۔ کچھ دھوبی کپڑا دھو رہے تھے انھوں نے شہزادے کو بہتے ہوئے دیکھا اور فوراً خوش خوش اٹھا لیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اور فوراً حکیم بلائے گئے۔ حکیموں نے شہزادے کو دیکھا اور اس کا علاج کیا۔ شہزادہ بہت جلد اچھا ہو گیا۔ بادشاہ نے آدھی سلطنت دھوبی کو دے دی اور شہزادے سے اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔ کچھ دنوں کے بعد بادشاہ مر گیا اور یہ شہزادہ بادشاہ بنا۔ اس کے دو لڑکے پیدا ہوئے

اب ادھر کا حال سُنو! پانچ پھول کی رانی بہت رو رہی تھی وہ اس ریگستان میں رو رو کے زندگی کاٹتی تھی جو کچھ پھل پھول ملتا کھا لیتی۔ اس کے پیٹ میں بچہ تھا اس لئے وہ اور بھی روتی تھی۔ خیر کچھ دنوں کے بعد ایک بہت خوبصورت لڑکا پیدا ہوا۔ شہزادی بہت رو رہی تھی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔ ادھر سے ایک سوداگر کا جہاز جا رہا تھا۔ اُس کے کوئی بچہ نہ تھا۔ اس کی بیوی نے اس سے کہا کہ دیکھو وہ کون عورت ہے جو ریگستان میں رو رہی ہے ذرا جہاز رُکواؤ تو۔ سوداگر نے کہا کہ نہیں فضول مت پریشان ہو۔ کوئی چڑیل بھوت ہو گی جو نخرہ کر رہی ہے۔ نہیں تو بھلا عورت کا یہاں کیا کام ہے۔ سوداگر کی بیوی کے بہت کہنے سے سوداگر نے جہاز رکوایا۔ شہزادی اور اس کے بچے کو دیکھ کے دونوں کو ترس آیا۔ اور انھیں اپنے جہاز میں بٹھا لیا۔ سوداگر نے شہزادی کو اپنی بہن بنایا اور اس کے بچے کو اپنا لڑکا بنایا۔ لڑکے کو وہ اتنا چاہتا تھا کہ جو چیز وہ مانگتا چاہے جتنی مہنگی ہو اس کے لئے خرید دیتا اتفاق سے سوداگر کا جہاز اسی سلطنت میں پہنچا جہاں شہزادہ بادشاہ تھا۔ اور شہزادی کے لڑکے کو اس کا نوکر دریا کے کنارے ٹہلا رہا تھا اور بادشاہ کا نوکر بادشاہ کے ہیرامن طوطے کو ٹہلا رہا تھا۔ شہزادی کے لڑکے نے اپنے نوکر سے کہا یہ طوطا ہم لیں گے۔ سوداگر کے نوکر نے بادشاہ کے نوکر سے پوچھا کہ اس طوطے کی کیا قیمت ہے۔ بادشاہ کے نوکر نے یونہی مذاق سے کہا "ایک لاکھ" سوداگر کے نوکر نے ایک لاکھ روپیہ لا کر دیا۔ بادشاہ کے نوکر نے کہا "ارے ہم نے یوہنی مذاق کیا تھا۔ یہ طوطا تو بادشاہ سلامت کا ہے" سوداگر کے نوکر نے کہا کہ ہمارے سوداگر کا حکم ہے کہ ان کے بچے کا دل نہ توڑا جائے۔ بادشاہ کا نوکر بہت پریشان ہوا اور جا کر بادشاہ سے کہا کہ "حضور ایک سوداگر آیا ہوا ہے اس کے صرف ایک ہی لڑکا ہے وہ اس کو اتنا چاہتا ہے کہ جو چیز وہ مانگے چاہے جتنی مہنگی ہو اس کو خرید دیتا ہے۔ حضور میں آپ کے ہیرامن کو دریا کے کنارے ٹہلا رہا تھا اور سوداگر کے لڑکے کو اس کا نوکر ٹہلا رہا تھا لڑکے نے کہا کہ میں یہ طوطا لوں گا۔ سوداگر نے نوکر نے مجھ سے پوچھا کہ اس طوطے کی کیا قیمت ہے۔ میں نے یوں ہی مذاق میں کہا کہ ایک لاکھ۔ حضور وہ گیا اور ایک لاکھ کی تھیلی لا کر دینے لگا۔ میں نے کہا کہ یہ بادشاہ کا طوطا ہے مگر وہ نہیں مانتا اب حضور بتائیے میں کیا کروں۔ ادھر وہ لڑکا طوطا مانگ رہا ہے"۔ بادشاہ نے سوداگر کو اور اس کے لڑکے بلوایا دونوں آئے۔ بادشاہ نے سوداگر سے کہا یہ تمھارا لڑکا ہے

سوداگر بہت پریشان ہوا کہ کیا بات ہوئی اور کہا کہ "جی حضور میرا لڑکا ہے"۔ بادشاہ کو سوداگر کے لڑکے پر بہت محبت آرہی تھی۔ ہیرا من لڑکے کو دے دیا، لڑکا طوطا پاکر بہت خوش ہوا بادشاہ نے کچھ اپنے سپاہیوں کو سوداگر کے جہاز پر پہرے کے لئے بھیجا۔ بادشاہ کو کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا (پرانے زمانے میں بادشاہ اور بڑے بڑے لوگوں کی طبیعت بھی ہم لوگوں کی طرح ہوتی تھی کہ کہانی سننے کو بہت جی چاہتا تھا۔ اور بغیر سنے نیند نہ آتی تھی۔) رات کو شہزادی اپنے بچے کو کہانی سنا رہی تھی سپاہیوں نے سنا جب صبح ہوئی تو سپاہیوں نے بادشاہ سے کہا کہ "حضور سوداگر کے جہاز میں ایک عورت بچے کو کہانی سنا رہی تھی معلوم ہوتا ہے وہ بہت عمدہ عمدہ کہانیاں جانتی ہے"۔ بادشاہ نے سوداگر کو بلوایا اور پوچھا کہ "رات کو تمہارے جہاز میں کون عورت لڑکے کو کہانی سنا رہی تھی۔ سوداگر نے کہا کہ "حضور وہ میری بہن تھی۔ میرے لڑکے کو کہانی سنا رہی تھی"۔ سوداگر سے بادشاہ نے کہا "مجھ کو کہانی سننے کا بہت شوق ہے"۔ سوداگر نے کہا کہ "بہت اچھا حضور میں اپنی بہن سے پوچھوں گا اگر وہ پسند کریں گی تو آجائیں گی"۔ سوداگر اپنے جہاز میں گیا اور اپنی بہن سے کہا کہ "بادشاہ سلامت ایسا کہتے تھے تم جانا پسند کروگی"۔ شہزادی راضی ہوگئی شہزادی نے بادشاہ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور پوچھا "حضور آپ بیتی سناؤں کہ جگ بیتی"۔ بادشاہ نے کہا کہ "جگ بیتی تو بہت سنی ہے آپ بیتی سناؤ"۔ شہزادی نے اپنے کل حالات بیان کئے۔ وہ جیسے جیسے اپنا حال سناتی جاتی بادشاہ اپنے دل میں کہتا یہ تو بالکل "پانچ پھول کی رانی" کے حالات ہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ "تمہارا نام ؟" شہزادی نے کہا "پانچ پھول کی رانی" بادشاہ بے انتہا خوش ہوا بادشاہ نے کہا "تم نے مجھے پہچانا ؟" شہزادی نے کہا "جی ہاں" بادشاہ نے کہا "کون ؟" شہزادی نے کہا "وہی شہزادہ جو میرے کمرے پر آتا اور کھانا کھا جاتا تھا"۔ بادشاہ نے کہا "ٹھیک ہے"۔ اب اس نے سوداگر کو بلوایا۔ اور اس سے پوچھا "یہ تمہاری کون ہے ؟" سوداگر نے سچ سچ بات بتادی بادشاہ نے سوداگر کو بہت انعام اکرام دیا۔ اپنا حال بتایا بیوی بچے کو لے لیا۔ سوداگر کو لڑکے کی جدائی کا بہت افسوس ہوتا اس لئے بادشاہ نے اسے اپنا وزیر بنا دیا۔ سوداگر اتفاق سے شہزادے کے اصلی ملک کا رہنے والا تھا اس نے وہاں کا سب حال بتایا کہ اس کے ماں باپ روتے روتے اندھے ہوگئے ہیں اور رعایا پریشان ہے۔ سوداگر نے بادشاہ کو اس ملک جانے کا راستہ بھی بتایا (پہلے زمانے میں لوگ اتنا جغرافیہ شاید نہیں جانتے تھے۔ جتنا ہم لوگ جانتے ہیں) بادشاہ بہت خوش ہوا اور فوراً مع اپنی دونوں بیویوں بچوں اور سوداگر کے اپنے باپ کے ملک کو روانہ ہوا۔ جب ماں باپ کو خبر ہوئی اور انھوں نے اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس کے چہرے کو ٹٹولا تو مارے خوشی کے ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ آنسو ایسے تھے کہ اک دم سے آنکھیں روشن ہوگئیں۔ بہت دن تک ملک میں خوشی ہی خوشی منائی گئی سنتے ہیں (شاید جھوٹ ہو) کہ اس ملک میں سال بھر تک کوئی مرا ہی نہیں۔ شہزادہ پھر پانچ پھول کی رانی کے ملک میں گیا وہاں بھی اسی طرح خوشی منائی گئی۔ اور وہاں کا راج پاٹ بھی شہزادے کو ملا پھر شہزادہ اپنے

باپ کے ملک میں واپس آیا ۔ کسی نے بڑھئی کی یاد دلائی اپنی خوشی میں سب اتنا لگے تھے کہ اُسے بالکل ہی بھول گئے تھے شہزادے کے باپ نے اس سے بہت معافی مانگی ۔ شہزادے نے اسے بہت اونچا عہدہ دیا اور کہا" پھر اسی طرح کا ایک گھوڑا بناؤ مگر اس کی دم ایسی بنانا کہ پھر جل نہ جائے ۔" بڑھئی نے ہنس کر کہا " حضور دم کیا میں پورا گھوڑا ایسا بناؤں گا کہ کبھی نہ جلے" اس کے بعد وہ نئے قسم کا گھوڑا بنانے میں لگ گیا ۔ کئی سو برس تک بناتا رہا (پرانے زمانے میں لوگوں کی عمر بہت ہوتی تھی) ایک دن بنانے میں مصروف تھا کہ بھر بھر کی آواز سنائی دی ۔ لڑکوں کا بڑا شور تھا وہ دوکان سے باہر نکل آیا ۔ جس دن سے اس نے گھوڑا بنانا شروع کیا تھا اس دن سے باہر نہ نکلا تھا ۔ اب جو نکلا تو بالکل بڈھا ہو گیا تھا ۔ بال سن سے زیادہ سفید تھے اور چہرے پر جھریاں ہی جھریاں تھیں مشکل سے گردن اُٹھا کے اوپر دیکھا تو ایک بہت بڑی چیز اُڑتی چلی جارہی تھی اور لڑکے "ہوائی جہاز ہوائی جہاز" چلا رہے تھے ۔ بڈھا یہ دیکھ کے چپ چاپ اپنی دوکان میں چلا گیا ۔ اور اپنے گھوڑے کو جس میں خالی دم بنانا باقی رہ گیا تھا یہ کہہ کے توڑ کے پھینک دیا کہ "اب بیکار ہے دنیا بدل گئی "



سنہ ۱۹۳۸ء

نیا سال آیا

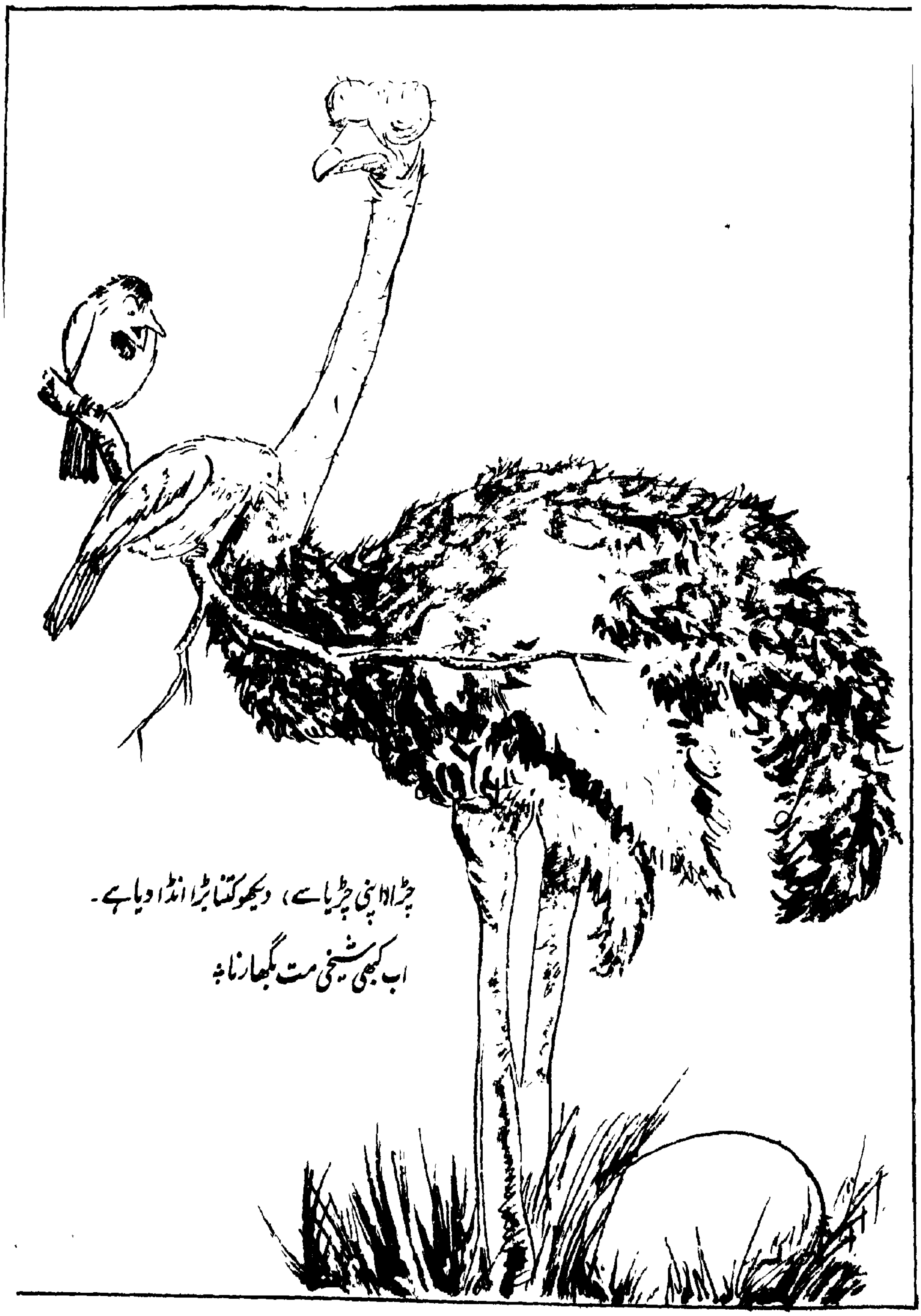
از جناب ایم اے وفا۔ فرخ آبادی

نیا سال آیا نیا سال آیا
خوشی کا زمانہ ہے راحت کے دن ہیں
مسرت کی راتیں ہیں محبت کے دن ہیں
خوشی عید کی پیارے بچوں میں لایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

نئے سال کی شان دیکھو نرالی
جھکی پھول بوٹوں سے ایک ایک ڈالی
پیامی چمن نے چمن اک کھلایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

مبارک نیا سال اے پیارے بچو
دکھاؤ چمک بن کے مہ پارے بچو
خدا کی طرف سے یہ انعام پایا
نیا سال آیا نیا سال آیا

خوشی کا زمانہ ہے گاؤ بجاؤ
خدا کا کرو شکر گن اس کے گاؤ
تمھیں یہ نیا سال جس نے دکھایا
نیا سال آیا نیا سال آیا


چڑا اپنی چڑیا سے، دیکھو کتنا بڑا انڈا دیا ہے۔
اب کبھی شیخی مت بگھارنا۔

آنکھ

محمد یوسف صاحب بی اے، جامعہ

آنکھ بھی ایک چھوٹا سا کیمرہ ہے۔ جس طرح کیمرے کے مختلف حصے تصویر کھینچتے وقت کام کرتے ہیں اسی طرح ہماری آنکھ کے مختلف حصے ہمیں دیکھنے میں مدد پہنچاتے ہیں جب ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں تو آنکھ اس کی فوراً تصویر کھینچ لیتی ہے۔ کیمرہ ایک وقت میں بس ایک ہی تصویر کھینچ سکتا ہے۔ لیکن آنکھ تصویریں کھینچتی چلی جاتی ہے۔ لطف یہ کہ اصل چیز کا رنگ بھی تصویر میں موجود ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ہر چیز کی تصویر کھینچ دیتی ہے چاہے پاس ہو یا دور۔ لیکن آخر یہ ہوتا کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ آنکھ صرف اسی چیز کو دیکھتی ہے جسے ہم دیکھنا چاہتے ہیں اور اِدھر ہم نے دیکھا اور اُدھر تصویر کھنچ گئی بس فوراً کے فوراً۔ اس اعتبار سے ہماری آنکھ کیمرے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

فوٹو گرافر تصویر کھینچنے سے پہلے لینس کو ایک خاص نشان پر ملاتا ہے اسے فوکس ملانا کہتے ہیں۔ وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ جس چیز کی وہ تصویر اتار رہا ہے وہ اس میں صاف نظر آتی ہے یا نہیں۔ پھر وہ پلیٹ یا فلم کو روشنی دکھاتا ہے جو لینس سے گذر کر آتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے کام کرتا ہے تب جاکر تصویر تیار ہوپاتی ہے۔ یہی سب کام ہماری آنکھ بھی کرتی ہے۔ لیکن اس قدر جلد کہ احساس بھی نہیں ہوتا اچھا آؤ ذرا دیکھیں تو ہماری آنکھ میں اور کیمرے میں کتنی مشابہت ہے۔

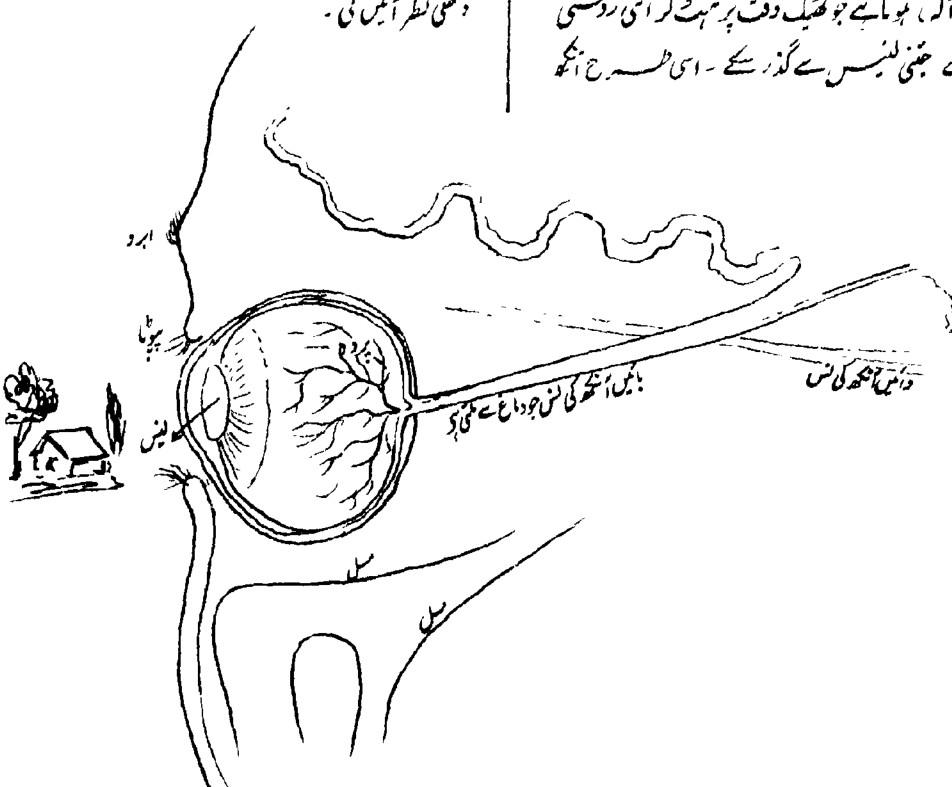
کیمرے کا ایک ضروری حصہ لینس ہے۔ آنکھ میں بھی لینس ہوتا ہے اور اسے بھی ٹھیک اسی طرح ٹھیک کرنا پڑتا ہے جس طرح کیمرے کا لینس تصویر لینے کے لئے ٹھیک کیا جاتا ہے۔ کیمرے کے اندر کا حصہ تاریک ہوتا ہے اور پیچھے ایک فلم یا پلیٹ لگی ہوتی ہے۔ یہی حال آنکھ کا ہے۔ اگر آنکھ کی تصویر بناکر دکھائی جائے تو تمھیں یہ تینوں اسی ترتیب سے نظر آئیں گے جس طرح کیمرے میں۔ سامنے ایک پُتلی ہوتی ہے جو لینس کا کام دیتی ہے۔ اس کے پیچھے تاریک سیاہ پردہ (رٹینا) جہاں تصویر بنتی ہے اور اس کے پیچھے ایک رگ جس سے تصویریں دیکھی جاتی ہیں۔ یہ رگ دماغ سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ اس اثر کو دماغ تک پہنچادے جو رٹینا (پردے) پر ظاہر ہوا ہے۔

ابھی ابھی پڑھ چکے ہو کہ لینس کے ذریعے وہ خاص جگہ مقرر کی جاتی ہے جہاں کی چیزوں کی تصویر لینا ہوتی ہے۔ آنکھ کا لینس بھی اسی طرح کام کرتا ہے۔ کیمرے کا لینس آگے بڑھاکر یا پیچھے ہٹاکر ٹھیک کیا جاسکتا ہے لیکن آنکھ کا لینس ہمیشہ اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ وہ زیادہ گول اور بڑا ہوکر یا چپٹا ہوکر شکل بدل لیتا ہے۔ یہ بات وہ اپنی لچک دار کھال یا جھلی کی مدد سے کرتا ہے جو آنکھ کے ڈھیلے کے چاروں طرف ہوتی ہے۔ اس کھال کا تعلق رگوں (CILIARY MUSCLES) سے ہے۔ جو اس چیز کی دوری یا نزدیکی

کے مطابق پھیلنے یا سکڑنے میں مدد دیتی ہیں ۔ پاس کی چیزوں کے مقابلے میں دور کی چیز دیکھنے کے لئے کچھ موٹے اور گول لینس کی ضرورت ہوتی ہے ۔ اور یہ قدرے موٹا اور گول اس وجہ سے ہو جاتا ہے ۔ کہ (CILIARY MUSCLE) باریک رگیں اس تھیلی کو دباتی ہیں جس میں لینس ہے ۔ یہاں تک کہ وہ اپنی خاص شکل اختیار کر لیتا ہے ۔ بالکل اسی طرح نزدیک کی چیزوں کے لئے چپٹے لینس کی ضرورت پڑتی ہے ۔ تو یہی باریک رگیں اس تھیلی کو یہاں تک کھینچتی ہیں کہ لینس ضرورت کے مطابق چپٹا ہو جاتا ہے ۔

کمرے میں ایک شٹر (SHUTTER) (روشنی کو بند کرنے کا آلہ) ہوتا ہے جو ٹھیک وقت پر ہٹ کر اتنی روشنی پہنچاتا ہے جتنی لینس سے گذر سکے ۔ اسی طرح آنکھ میں دو حصے ایسے ہیں جو یہی کام کرتے ہیں ۔ آئینے میں اپنی آنکھ ذرا غور سے دیکھو ۔ تمھاری آنکھ کے رنگین حصے میں ایک گول سیاہ سا ٹکڑا ہے ۔ اسے ہم پتلی کہتے ہیں ۔ بہت تیز روشنی میں یہ پتلی کم ہو جاتی ہے اور کم روشنی میں بڑھ جاتی ہے ۔ یہ آنکھ میں روشنی کو زیادہ مقدار میں پہنچنے سے روکتی ہے ۔ شٹر پپوٹا جو سوتے اور آنکھ جھپکاتے وقت بند ہو جاتا ہے ۔

پردہ (رٹینا) آنکھ کا سب سے عجیب و غریب حصہ ہے یہ آنکھ کے ڈھیلے کے پیچھے چھوٹے اور اور بہت پتلے دائرے کی شکل میں ہوتا ہے ۔ لیکن اگر ہم اسے بہت طاقت ور خوردبین سے دیکھیں تو اس پر بہت پتلی قلمی جلدیں ایک ذرا موٹی جلد پر ڈھکی نظر آئیں گی ۔



چرایا ہوا خواب

از حمدی صاحب سیالکوٹ

(۲)

چمنو جادوگرنی - ہائے اب میں کیا کروں! جب تم اتنے مصروف ہو تو میری دیگ کی مرمت کب کرسکو گے وہ ٹپکتی ہے اور مجھے ایک بڑا ضروری نسخہ تیار کرنا ہے۔

بالشتیوں کا سردار (جمع تفریق میں مشغول ہے) ہم دیگوں کی مرمت نہیں کیا کرتے چمنو! ٹین گر کے پاس جاؤ۔

چمنو جادوگرنی - لیکن وہ تو کہیں دور سفر پر گیا ہوا ہے اس کے علاوہ وہ اجرت مانگتا ہے اور میرے پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں۔

سردار - (سلیٹ پر سے نگاہ ہٹاتے ہوئے) ہیں! کیا تم اتنی غریب ہو؟ اچھا دیگ بھیج دو، ہم اس کی مرمت کر دینگے

جادوگرنی - آقا! افسوس ہے کہ میں اُسے باورچی خانہ سے ہٹا نہیں سکتی، ورنہ سارا نسخہ خراب ہو جائیگا۔

سردار - یہ بات ہے تو میرا ایک آدمی جا کر مرمت کر آئیگا ٹیکو اپنے اوزار سنبھالو اور جادوگرنی کے ساتھ جا کر دیگ کی مرمت کر آؤ، اور سنو! زیادہ وقت نہ لگانا، بہت جلد واپس آنا کیونکہ ہمیں ابھی بہت کام کرنا ہے۔

{ٹیکو غار کے بائیں دروازے سے جاتا اور تھوڑی دیر میں اوزاروں کا تھیلا پکڑے لوٹتا ہے}

چمنو جادوگرنی (ہاتھ ملتے ہوئے) آقا! پانچ بالشتیوں کے بغیر کام نہیں چلے گا، چار تو دیگ کو اٹھائے رکھیں گے پانچواں اسے درست کرے گا۔

سردار - پانچ بالشتیے! ناممکن، قطعاً ناممکن، ہمیں جمعہ تک سو لالٹینیں بنانی ہیں علاوہ ازیں اور بھی بہت سا کام کرنا ہے۔

{چمنو جادوگرنی پھر ہاتھ ملتی اور رونے لگتی ہے، یہ دیکھ کر بالشتیوں کا سردار ٹھنڈی سانس بھرتا ہے پھر کچھ دیر سوچ کر کہتا ہے}

سردار - ہم بالشتیے کسی پڑوسی کو مصیبت میں دیکھ کر اس کی مدد کرنے سے انکار نہیں کر سکتے، ٹیکو، میکو، ٹینی، مینی اور ٹانکے تم پانچوں جادوگرنی کے ساتھ جا کر اُس کی دیگ کی مرمت کر آؤ۔

{دوسرے چاروں بالشتیے اوزاروں کے تھیلے لیتے ہیں، جو ننگے سر ہے وہ کھونٹی سے ٹوپی اتار کر پہن لیتا ہے}

چمنو جادوگرنی نیک دل پڑوسی! ممکن ہے کسی دن میں بھی تمہاری مدد کر سکوں۔

سردار - اس کی کچھ فکر نہ کرو۔

{جادوگرنی اور پانچوں بالشتیے داہنے دروازے سے نکل جاتے ہیں، شمسی بھی اُن کے پیچھے جانے لگتی ہے، پھر کچھ سوچ کر کونے میں آکر لیٹ رہتی ہے}

سردار۔ شمسی! تمھارے جانے کی ضرورت نہیں، انہیں یوں ہی دن کردیگی (پھر نذرو سے مخاطب ہوکر) نذرو! تم بھی کچھ کام کرو۔

دوسرے بالشتیے۔ ہم میں سے پانچ پہلے ہی جاچکے ہیں۔

نذرو۔ آقا! زرد دیو کا قاصد آرہا ہے۔

سردار۔ اُس سے ملنے کو ہمارے پاس وقت نہیں، کیا تم اُسے روک نہیں سکتے؟

نذرو۔ (سر ہلاتے ہوئے) آقا! وہ تو آگیا۔

{قاصد زرد لباس پہنے ہاتھ میں ایک زرد رنگ کی چھڑی پکڑے داخل ہوتا ہے}

قاصد۔ (فرش پر چھڑی مارتے ہوئے) کیا بالشتیوں کے سردار تمہیں ہو؟

سردار۔ ہاں میں ہی ہوں، فرمایئے کیا ارشاد ہے ہم بے حد مصروف ہیں۔

بالشتیے۔ اکھڑپن کی باتیں سننے کو ہمارے پاس ایک منٹ بھی نہیں۔

قاصد۔ ذرا ہوش سے باتیں کرو، کچھ معلوم ہے میں کون ہوں۔ میں زرد دیو کا قاصد اور ایک مشہور و معروف آدمی ہوں۔

بالشتیے۔ (کام سے سر اُٹھائے بغیر) بڑا مشہور و معروف!

سردار۔ آپ ہیں تو ڈرائیں نہیں۔ جلد بتایئے کیا کام ہے۔

قاصد۔ (زوردار لہجے میں) میرے آقا کے پاس ایک نہایت قیمتی خواب تھا، اُسے کسی نے چرالیا ہے۔

بالشتیے۔ (قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے) کسی نے چرالیا ہے؟

قاصد۔ ہاں چرالیا ہے۔

سردار۔ اُسکی شکل و صورت کیسی تھی؟

قاصد۔ وہ چاندی کے کاغذ پر لکھا ہوا تھا، رات کو جب میرا آقا سونے لگتا تو اُسے تکیے کے نیچے رکھ لیتا اور اُس کے اثر سے وہ ایک نہایت خوشگوار خواب دیکھتا تھا۔

سردار۔ اور وہ کب چرایا گیا؟

قاصد۔ کل۔ در اصل پہلے پہل وہ چرایا نہیں گیا، بلکہ میرے آقا کی جیب سے گر پڑا تھا، جب وہ پرستان سے گزر رہا تھا۔

ایک بالشتیہ۔ تو وہ وہیں پڑا ہوگا، جہاں گرا تھا۔

دوسرا بالشتیہ۔ یا کسی درخت کی شاخ کے ساتھ اٹکا ہوا ہوگا۔

قاصد۔ نہیں، ہم ہر جگہ تلاش کرچکے ہیں، میرے آقا نے جادوگر سے پوچھا تھا وہ کہتا ہے کہ خواب کسی بالشتیے کے ہاتھ آگیا ہے۔

سردار۔ میرے آدمیوں میں سے تو کسی نے نہیں دیکھا ہوگا (بالشتیوں سے مخاطب ہوکر) کیا تم میں سے کسی نے زرد دیو کا خواب دیکھا ہے؟

بالشتیے۔ (باری باری) نہیں آقا!

قاصد۔ کیا سب بالشتیے حاضر ہیں؟

سردار۔ نہیں۔ ان میں سے پانچ باہر کسی کام پر گئے ہوئے ہیں۔

{پانچوں بالشتیے داخل ہوتے ہیں}

سردار۔ ایک منٹ ٹھہرو۔ زرد دیو کا ایک نہایت قیمتی خواب گم ہو گیا ہے، کیا تم میں سے کسی نے دیکھا ہے؟

پانچوں بالشتیے۔ (بیک آواز) نہیں آقا!

{اپنی اپنی جگہ جا کر کام کرنے لگتے ہیں}

قاصد۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ لیکن جادوگر کہتا تھا کہ خواب دُنیا کے سب سے زیادہ مصروف بالشتیوں کے کارخانے میں گیا ہے۔

سردار۔ ہمارا تو خیال تھا کہ سب سے زیادہ مصروف بالشتیے ہمیں ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے علاوہ اور بھی ہیں۔

قاصد۔ جادوگر تو یہ بھی کہتا تھا کہ اُن بالشتیوں کے کارخانے میں ایک کالی بلّی ہے، لیکن وہ یہاں تو کہیں نظر نہیں آتی۔

{شمسی جھپکتی اور دوڑ کر کونے سے باہر آ جاتی ہے}

قاصد۔ ارے یہاں، تو بلّی بھی ہے پھر تو تمہیں خواب کے متعلق ضرور علم ہے۔

سردار۔ اس کے متعلق نہ تو میں کچھ جانتا ہوں نہ میرے آدمی، لیکن اس میں شک نہیں کہ معاملہ عجیب ہے بہر حال میں اس پر غور کروں گا۔

قاصد۔ میرے آقا کی یہ خواہش نہیں کہ کسی کو دُکھ دیا جائے وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ اُسے سونے سے پیشتر خواب واپس مل جائے ورنہ وہ مجبور ہو جائیگا کہ سب سے زیادہ مصروف بالشتیوں پر جادو کے زور سے ایک سال تک نیند طاری کر دے۔ لیکن اگر اُسے خواب مل جائے تو وہ بہت خوش ہوگا، اور ہر بالشتیے کو ایک ایک خوبصورت ریشمی رومال انعام دے گا۔

{زرد دیو کا قاصد داہنے دروازے سے چلا جاتا ہے}

سردار۔ خدا خیر کرے! آج کا دن بھی کیسا منحوس ہے۔ ٹیکو، میکو، ٹینی، منی اور ٹانکے جادوگرنی کی دیگ ٹھیک کر آئے؟

ٹیکو وغیرہ۔ ہاں آقا!

ایک بالشتیہ۔ اُمید نہیں کہ ہم کام ختم کر سکیں۔

دوسرا بالشتیہ۔ یا پریوں کی ملکہ کی لالٹینیں ہی تیار کر سکیں۔

تیسرا۔ یا ہمیں کھانا کھانے ہی کا موقع مل سکے۔

چوتھا۔ اگر ہمیں ایک سال تک سونا پڑا تو لالٹینوں کا جھگڑا کہاں رہا۔

پانچواں۔ لیکن کھانے کا جھگڑا تو ہمیشہ رہتا ہے۔

سردار۔ (تالی بجاتا ہے) جاؤ اور باورچی خانے میں جا کر کھانا کھاؤ، میں اکیلا بیٹھ کر کچھ سوچنا چاہتا ہوں۔

{سب بالشتیے بائیں دروازے سے باورچی خانے میں چلے جاتے ہیں، شمسی وہیں رہ جاتی ہے سردار اُٹھ کر داہنے دروازے پر پردہ ڈال دیتا اور پھر اپنی جگہ بیٹھ جاتا ہے، چہرے سے غور و فکر کے آثار ظاہر ہیں، کچھ دیر بعد شمسی آتی اور سردار کے گھٹنے پر پنجہ رکھ کر اُسے تکتی ہے}

سردار۔ کیا چاہتی ہو شمسی! جاؤ کھانا کھاؤ، کیا تم سمجھتی ہو

کہ میں تم سے ناراض ہوں ہرگز نہیں تم ہماری پیاری بلّی ہو۔

{ٹینی طشت میں سردار کے لئے کھانا لے کر آتا ہے}

ٹینی۔ آقا! کیا آپ نے شمسی سے خواب کے متعلق دریافت نہیں کیا؟ ممکن ہے وہ کچھ جانتی ہو۔

سردار۔ نہیں، مَیں نے اُس سے نہیں پوچھا، یہ اُس وقت سو رہی تھی، سُنو شمسی زرد دیو کا ایک نہایت قیمتی خواب کھو گیا ہے کیا تم نے اُسے کہیں دیکھا ہے؟

{شمسی سر جھکا کر پنجے ہلانے لگتی ہے گویا کھیل رہی ہے}

سردار (ٹینی سے) وہ اِس کے متعلق کچھ نہیں جانتی (شمسی سے) میں اس وقت تمہارے ساتھ نہیں کھیل سکتا، ٹینی اسے لے جاؤ۔

{شمسی بادلِ ناخواستہ ٹینی کے ساتھ چلی جاتی ہے، سردار دو چار لقمے کھا کر طشت پیچھے ہٹا دیتا ہے، ہتھیلی پر ٹھوڑی رکھ کر کسی گہرے خیال میں ڈوب جاتا ہے، آدھر تا ہے اُٹھتا ہے اِدھر اُدھر گھومتا ہے پھر بیٹھ کر سوچنے لگتا ہے}

سردار۔ (بے چینی سے) مجھے کچھ یاد پڑتا ہے کہ۔۔

{داہنے دروازے کا پردہ آہستہ سے اُٹھتا ہے، خیال داخل ہوتا ہے، لباس سبز۔ سر پہ چاندی کی ٹوپی پاؤں میں چاندی کا بوتا اور گلے میں پھولوں کا ہار ہے۔ بڑی سبک روی سے سردار کے پاس آتا ہے}

(باقی اگلے پرچے میں)

بھئی ہم کیا کریں؟

محترمہ درۃ البیضا بیگم مہتمم گرلز اسکول۔ پانی پت

اکثر بیکاری سے گھبرا کر تمھارے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہوگا "بھئی ہم کیا کریں" تمھارے شریر بھائی کہتے ہوں گے، "ہم بتائیں کیا کرو"

بتائیے"

"سر نیچے کرو۔ ٹانگیں اوپر!"

اس جواب سے تمھیں بڑا غصہ آتا ہوگا اور تم اماں سے شکایت کرتی ہوگی۔ اب کے بیکاری سے عاجز آجاؤ تو کسی سے پوچھنا مت کہ کیا کریں۔ ہم تمھیں بتاتے ہیں۔ کہ کیا کرو۔ تم اپنی سب چیزیں درست کرکے رکھو! ہے نا اچھی تجویز؟ سب چیزیں سلیقے سے سجا کر اپنی جگہ پر بہت اچھی طرح سے رکھی جائیں گی تو کیسی بھلی معلوم ہوں گی اماں خوش ہوں گی۔ ابا شاباش کہیں گے۔ آؤ پہلے تمھارے کپڑوں کی الماری یا بکس تو دیکھیں۔ بھئی واہ! یہ تو گٹھری کا گودڑ بنا ہوا ہے۔ چلو یہ سب درست کرو سب کپڑوں کو باہر نکالو۔ کرتے، پاجامے، دوپٹے رومال، تولیہ، چادر، غلاف جو کچھ بھی کپڑے ہیں الگ الگ کرکے رکھو۔ کرتے ایک طرف، پاجامے الگ دوپٹے علیحدہ کونے میں اور سب کپڑے جدا جدا کرکے رکھو۔ تاکہ ضرورت کے وقت جو کپڑا چاہو۔ جھٹ سے نکال لو۔ یہ نہیں کہ تمام کپڑے نکالو تب کہیں جوتے درکار ہو وہ ملے۔ ایک اور کام کرو۔ جو کپڑے پھٹے یا اُدھڑے ہیں۔ انھیں علیحدہ کرلو۔ اماں جان کی مدد سے ان کی مرمت کرو۔ کرتے قمیصوں کے ٹوٹے ہوئے بٹنوں کی جگہ دوسرے لگاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ جب کپڑے بدلنے کے لئے نکالو تو فوراً کے فوراً مرمت کرنے بیٹھو۔ اگر اس وقت کوئی ضروری کام ہو یا کہیں جانا ہو تو کتنی دیر ہوجائے!

کپڑوں سے فراغت پاکر اپنے پلنگ کے بستر کی خبر لو۔ پلنگ پر سے سب چیزیں اٹھاؤ۔ اسے جھاڑو اگر ڈھیلا ہے تو خود کسو یا کسواؤ۔ اب صفائی سے بستر بچھاؤ۔ تکیہ سرہانے رکھو۔ رضائی وغیرہ پائینتی۔ اگر تکیے کا غلاف اور چادر میلی ہیں تو بدل دو۔ بستر اٹھا کے

رکھنا ہے تو اسے اچھی طرح سے تہ کرکے اندر رکھ دو۔ پلنگ پر بچھا رکھنا ہے تو اس پر پلنگ پوش ضرور بچھاؤ۔ ورنہ سب بستر میلا ہو جائے گا۔ تمھارا اُجلا اُجلا بچھونا دیکھ کر سب اس پر بیٹھنے کو آئیں گے اور سب تعریف کریں گے۔ مگر دیکھنا چھوٹے بہن بھائیوں کو ننگے پاؤں نہ رکھنے دینا۔

بستر سے فرصت ہوگئی؟ چلو تمھاری کتاب قلم دیکھیں۔ واہ بھئی۔ یہاں تو ایک طوفانِ بے تمیزی برپا ہے۔ کہیں کتاب پڑی ہے وہ بھی کھلی ہوئی۔ دوات اوندھی ہوئی کاپی پر سیاہی پھیلی ہوئی۔ تختی اور سلیٹ نیچے پڑی ہے۔ ابھی کوئی سلیٹ پر پاؤں رکھ دیتا ٹوٹ کر ٹکڑے ہو جاتی۔ اور تم گھنٹہ بھر تک اس کا ماتم کرتیں سب چیزوں کو سمیٹو۔ کتاب ایک طرف قرینے سے رکھو دوسری طرف کاپیاں۔ بیچ میں دوات قلم۔ سلیٹ اور تختی کو اُٹھاؤ۔ قلم اور پنسل تراش کر رکھو۔ ورنہ لکھنے کے وقت چاقو تلاش کرتی پھروگی۔ سب کتابوں اور کاپیوں پر کاغذ کا کور چڑھالو۔ کیوں کہ متواتر استعمال سے میلی ہو جاتی ہیں بلکہ پھٹ جاتی ہیں۔ تمھاری اجلی کتابیں دیکھ کر استانی جی خوش ہوں گی۔ اور سب لڑکیاں بھی تمھاری نقل کریں گی۔ دیکھو سب چیزیں اب کیسی اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ مدرسے جاتے وقت جھٹ پٹ اُٹھا کر بستہ باندھ لینا۔ یہ نہیں کہ چلتے چلتے کہیں قلم کی تلاش ہو رہی ہے، کہیں کتاب کی۔ مدرسے کو تو دیر ہو رہی ہے اور بیوی گھبرائی ہوئی سامان ٹٹولتی پھر رہی ہیں۔

مدرسے جانے سے پہلے تم سر میں کنگھی بھی تو کرتی ہوگی۔ دیکھیں تمھاری کنگھی بھی صاف ہے؟ اگر نہیں ہے تو اس کو اور تیل کی کٹوری کو صاف کرو۔ تیل کی کٹوری بیسن سے خوب صاف ہوتی ہے۔ پہلے سوکھے بیسن سے اس کی چکنائی صاف کرلو۔ پھر اس کو گیلا بیسن مل کر پانی سے دھو ڈالو۔ کپڑے سے پانی خشک کرکے رکھ دو۔ تیل کو ہمیشہ ڈھکا رکھا کرو تاکہ اس میں میل مٹی، کیڑے مکوڑے نہ پڑیں اب تم اپنی صابن دانی صاف کرو۔ اکثر لوگ یہ خیال ہی نہیں کرتے کہ صابن دانی کو بھی دھونا چاہیئے۔ لیکن اُس کا صاف رکھنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا اور چیزوں کا

کام کی چیزوں سے فراغت پاکر تم ذرا اپنے کھلونوں کی طرف بھی توجہ کرنا۔ دیکھنا کیسے بُرے حال سے پڑے ہیں۔ بی گڑیا کہیں ہیں۔ اُن کے کپڑے کہیں۔ پلنگ کہیں، برتن کہیں۔ بے چاری دل ہی دل

میں کہتی ہوگی کہ میری مالکہ نے میری کیا گت بنا رکھی ہے۔ میں تو اس سے عاجز ہوں ۔ اس کو اچھی طرح پلنگ پر بٹھاؤ اس کا سب سامان قرینے سے رکھو۔ تمام میلی چیزوں کو کپڑے سے صاف کرو۔ غرض سب چیزوں کو دیکھنے دکھانے کے قابل بنادو۔ کسی دن فرصت ہو تو اور گڑیوں کو اس کے پاس مہمان بلانا۔

آج تم نے تمام دن محنت کی۔ مگر اس کا بدلہ تو دیکھو سب چیزیں کیسی دلکش بن گئیں۔ سب تعریف کر رہے ہیں کہ بھئی خوب صفائی کی۔ خوب سلیقہ دکھایا۔ بڑی سعادت مند لڑکی ہے۔ بھائی صاحب اندر ہی اندر شرما رہے ہیں۔ ان کی ہر چیز بکھری پڑی ہے۔ مگر دل ہی دل میں انھوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ میں اب اس سے بھی زیادہ سلیقے سے اپنا سامان سجاؤں گا۔ دیکھنا ان کو بازی نہ لے جانے دینا۔

چاند

اماں جب نکلے گا چاند — چپکے چپکے آئے گا
میری چھوٹی کھڑکی میں — آکر مجھے جگائے گا
گیند سنہری دکھا کے مجھے — اپنے پاس بلائے گا
بن بن کر پھر بازی گر — کیا کیا کھیل دکھائے گا
کرکے تماشا جھل مل کا — میرے دل کو لبھائے گا
جال لگا کر کرنوں کا — میری نظر چرائے گا
پھر سونے کی تھالی میں — کھا کر مجھے رجھائے گا

میں جو پکڑنا چاہوں گا
بادل میں چھپ جائے گا

اندرجیت شرما۔ ماچھرہ (میرٹھ)

دہرادون کا سفر

سید ابوتمیم صاحب فرید آبادی

(۲)

جب خاصا اندھیرا ہوگیا تو ہم ایک مٹی کے چھوٹے سے پہاڑ کے نیچے پہنچے۔ الوری صاحب نے کہا "لو بھئی ایک تو یہاں سے راستہ جاتا ہے اور ایک ذرا آگے سے۔ مگر وہ کچھ لمبا ہے۔"

ہم نے جلدی سے کہا "معاف کیجئے۔ ہم تو اسی راستے سے جائیں گے۔ آپ کا 'کچھ لمبا' نہ جانے کتنے فرلانگ کا ہوگا۔ مگر یہ تو کہو اب گھر کتنی دور ہے۔" بڑے اطمینان سے کہا "بس اب تو ہم گھر کے نیچے ہی کھڑے ہیں۔ اس پر چڑھتے ہی گھر میں سمجھو۔"

اللہ کا نام لے کر اور اس بیان ہار سائیکل کو مضبوطی سے پکڑ کر ہم نے چڑھنا شروع کیا۔

اب جو ہماری گت بنی ہے۔ اس کی خبر اللہ ہی کو تھی۔ تھکے ہوئے تو تھے ہی۔ چڑھنا ویسے ہی دوبھر ہو رہا تھا۔ مصیبت پہ مصیبت یہ کہ سائیکل اس وقت اڑیل گھوڑے کی طرح جگہ جگہ اڑ جاتی تھی۔

پھر مٹی تھی پھسلواں۔ ہم قدم آگے کو رکھتے تھے اور جاتے تھے پیچھے کو۔ "ہیں، ہاں، ہوں" کرتے کرتے اور پورا زور لگاتے کچھ چڑھے۔ ذرا دم لیا۔ ابھی پوری طرح دم نہ لینے پائے تھے کہ پاس کے درختوں میں سرسراہٹ ہوئی۔ سرسراہٹ کیوں۔ کھڑکھڑاہٹ۔ میں نے پوچھا۔

"بھائی یہ کیا" تو انھوں نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ "ہوا چلنے سے ایسی ہی آواز پیدا ہو جاتی ہے۔" مگر میں کوئی بچہ تو تھا نہیں۔ سمجھ گیا کہ کچھ گڑبڑ ہے۔ پوری طاقت سے اس منحوس کل کے گھوڑے کو دھکیلتا چلا اور مجھ سے آگے آگے الوری صاحب۔ لو صاحب خدا خدا کر کے روشنی نظر آئی۔ اور ہم ایک مسطح، بلکہ صاف سے کھلے میدان میں آن پہنچے۔ اس کے بیچ ہی وہ گھر تھا جس نے ذکر کی تسبیح پڑھتے پڑھتے رات ہوگئی تھی۔

جب کمرے میں گھسے تو الوری صاحب نے بتایا کہ "وہاں ضرور کوئی سؤر تھا۔" میں نے کہا "تھا؟ تو پھر وہ یہاں بھی تو آسکتا ہے۔"

بڑے اتراتے ہوئے کہنے لگے "بڑے ڈرپوک ہو۔ یہاں کیسے آسکتا ہے۔" میں کہنے والا ہی تھا کہ جیسے ہم آ گئے۔ مگر وہ برابر کے کمرے میں چلے گئے تھے۔

اس مکان میں ایک ہال، دو کمرے اور ایک برآمدہ تھا کمروں سے ملے ہوئے غسل خانے۔ اور اسی میں کموڈ۔ ہال میں انگیٹھی (جو دیوار کے سہارے ہوتی ہے) کوئی دو چار منٹ بعد الوری صاحب آئے اور کہنے لگے "اب تم لپک کر نہا لو۔" میں نے کہا "مجھے کیا مالیخولیا ہوا ہے۔ سردی کے مارے تو ہاتھ پاؤں سن ہو رہے ہیں اور آپ کو نہلانے کی سوجھ رہی ہے۔" کہنے لگے "میاں گرم ہو جاؤ گے۔ کبھی تو عقل مندوں کی بات مان لیا کرو۔" میں نے کہا "کوئی عقل مند ملے بھی۔"

وہ نہا کر آ گئے۔ میں انگیٹھی کے سامنے بیٹھا اپنے کو گرم

کر رہا تھا۔ آتے ہی کہنے لگے "ساری تھکن دور ہو گئی میری تو۔۔۔ واللہ بڑا مزا آرہا ہے" غرض انھوں نے مجھے زبردستی نہانے پر رضامند کر لیا۔

تھر تھر کرتے اور ڈرتے ڈرتے غسل خانے کے دروازے بند کئے۔ کپڑے اتارے۔ اور کوئی تین چار لوٹے گرم گرم پانی کے جلدی سے ڈال سٹ پٹ بدن پوچھ کپڑے پہنے اور انگیٹھی کے سامنے آن بیٹھے۔

اچھا اس ہال کے کواڑ ایسے تھے جیسے اسٹیشنوں پر کھانے کے کمرے کے دروازے ہوتے ہیں۔ اول تو وہ لکڑی کے نہیں ہوتے ہیں۔ بلکہ جالی دار تار کے۔ دوسرے اگر تم کھول کر چھوڑ دو خود بخود بند ہو جاتے ہیں۔ نہ کنڈی تھی نہ کھٹکا۔

جب سونے لگے تو مجھے خیال ہوا کہ چور کیسے مزے میں آسکتا ہے۔ ان سے پوچھا "قبلہ۔ یہ مکان تو رہنے کے قابل نہیں۔ بچہ بھی اس میں آسکتا ہے، تو شیر کی کیا روک ہو سکتی ہے؟"

کہنے لگے "نہ بچہ آسکتا ہے۔ نہ شیر۔ آپ آرام سے سوئیے"

میں ۔ بھئی یہ دروازے اس قابل نہیں ہیں کہ آرام سے نیند آسکے

"السلام علیکم۔ صبح کو ملیں گے" کہہ حضرت اپنے کمرے میں چلتے بنے۔ میرا سردی سے برا حال تھا۔ ایک لحاف اس سردی میں ناکافی نظر آیا۔ چنانچہ یہی مناسب سمجھا کہ کوٹ پتلون، جراب سمیت سو یا جائے۔

کوئی چھ بجے ہوں گے کہ الوری صاحب کھڑے نظر آئے اور اس طرح کہ میرا لحاف پھینک پھانک کر کھڑے ہنس رہے تھے۔

وہ ۔ "کوئی معقول آدمی کپڑوں سمیت بھی سو سکتا ہے؟"

میں ۔ "لا الٰہ الا اللہ۔۔۔۔"

وہ ۔ "تم تو ایک تماشا ہو"

میں ۔ "محمد رسول اللہ ۔ اور تم ایک ایذا دینے والے۔۔"

وہ ۔ "بھئی حد کر دی"

میں ۔ "تم میرا لحاف تو دو"

وہ ۔ "اٹھو گے نہیں"

میں ۔ "تم تو جنگل والوں کے نوکر ہو۔ میں کس مسخرے کا نوکر ہوں؟"

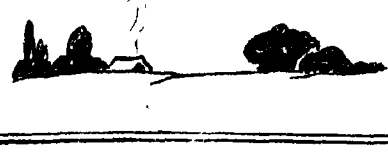
وہ ۔ "سویرے اٹھنے کا۔ اس بحث سے تعلق؟"

میں ۔ "تم میرا لحاف دو۔ صبح ہی صبح جھگڑا مت کرو۔ مجھے غصہ آجائے گا"

وہ ۔ "چائے نہیں پیتے"

میں ۔ "اندھیرے منہ ہمارے یہاں چائے نہیں پی جاتی۔ تم تو فرنگیوں کے قدموں پر چل رہے ہو۔ جس پر ہم تین حرف بھیجتے ہیں۔ اچھا تم مہربانی سے لحاف دو۔ میری زبان اکڑی جا رہی ہے"

"اکڑے پر اتنا چلی"۔ اور یہ کہہ کر وہ دھموں سے میرے اوپر کود گئے۔ وہ کوئی سوا دو من کے ہوں گے۔ کافی موٹے۔ مگر میں ان سے عمر میں بڑا ہوں۔ اب جو کشتی ہوئی ہے مزا آگیا۔ پلنگ پر ہم، اوپر نیچے ہوتی رہی۔ وہ تو یوں کہو کہ پایہ ہی ٹوٹ گیا۔ ورنہ یہ دھینگا مشتی ابھی جاری رہتی۔ مگر ایک بات بڑے فائدے کی ہوئی۔ وہ یہ کہ مجھے پسینہ آگیا اور سردی بالکل بھاگ گئی۔



ہنڈکلیا

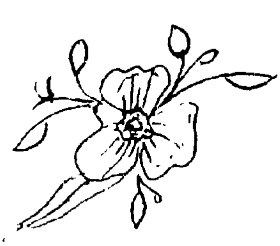
لو بھئی آج تمہیں دو تین کھانوں کی ترکیبیں اور بتاتے ہیں۔ مگر ایک بات ہے ان ترکیبوں کو محض پڑھ کر ہی نہ چھوڑ دیا کرو۔ ورنہ ہماری ساری محنت بیکار ہو جائے گی۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پیامی بچیاں پڑھنے لکھنے سینے پرونے کے ساتھ ساتھ کھانا پکانے میں بھی ماہر ہو جائیں جو دیکھے تعریف کرے "کیسی سگھڑ بچیاں ہیں"

آلو کے کباب آدھ سیر آلو۔ ایک انڈا۔ چمچہ بھر لپسی ہوئی سرخ مرچیں ڈیڑھ چمچہ (چائے) پسا ہوا نمک چھٹانک بھر گھی

پہلے آلوؤں کو اُبال لو۔ مگر تھوڑا سخت رکھنا۔ پھر اتار کر چھیل لو اور ان کو توڑ کر ہاتھوں سے خوب مسلو۔ یہاں تک کہ باریک ہو جائیں۔ اب سل پر بٹے سے پیسو۔ مگر پیسنے میں ہاتھ ہلکا رکھنا ورنہ لعاب اُٹھ آئے گا۔ جب آلو پس جائیں تو نمک مرچ اور انڈا توڑ کر ملا لو اور خوب سب چیزوں کو ایک جان کرلو۔ اب آلوے کر ان کے چھوٹے چھوٹے پیڑے سے بناؤ اور پھر ہتھیلی سے دبا کر گول گول ٹکیاں بنالو۔ فرائی پین انگیٹھی پر رکھ کر گھی ڈال دو۔ جب گھی خوب گرم ہو جائے اور اس کے جھاگ غائب ہو جائیں تو ایک کباب آہستہ سے اس میں چھوڑ دو۔ کباب کے سرخ ہو جانے پر الٹ دو اسی طرح سب کباب تیار کرلو۔ جی چاہے تو کباب بناتے وقت اس میں تھوڑا سا پیاز، پودینہ، ہری مرچ بھی کاٹ کر بھر دو۔

مسور کی بھونی دال دال مسور ثابت پاؤ بھر۔ گھی چھٹانک بھر۔ لہسن ایک گٹھی۔ مرچیں لال تین یا چار۔ نمک ایک چائے کی پیچی بھر گھنٹہ بھر پہلے دال کو چن کر بھگو دو۔ اب لہسن کی ایک خاصی بڑی گٹھی لو اور اس کے جوے الگ الگ کرکے ان کو چھیل لو اور پھر کاٹ لو مرچیں بھی کاٹ لو گھی پتیلی میں ڈال لو جب گرم ہو جائے تو کٹا ہوا لہسن ڈال دو۔ لہسن کے سرخ ہو جانے پر دال کو دو پانیوں سے دھو کر پتیلی میں ڈالو۔ ساتھ ہی مرچیں اور نمک بھی ڈالو۔ دو تین منٹ تک دال کو گھی میں بھونو۔ پھر ڈیرھ پیالی (چائے کی) پانی دال میں ڈال کر ڈھکنی ڈھک دو۔ پہلے آنچ تیز رکھو جب دیکھو کہ پانی تقریباً خشک ہو گیا ہے اور دال گل گئی ہے آنچ دھیمی کر دو۔ جب تلی میں ہلکا ہلکا لگنے لگے تو اتار لو ایک بات کا خیال رکھنا۔ دال کھلی کھلی رہے۔ گھٹ نہ جائے اس کے لئے پانی کا انداز اور چمچہ کو ہلکے چلانے کی ضرورت ہے۔ ہاں نمک چکھ لینا۔ بعض آدمی کم نمک پسند کرتے ہیں بعض زیادہ۔

صالحہ عابد حسین



گدگدیاں



ولی امام :۔ آج ٹرام کی پٹری پر ایک چونی ملی

قیوم :۔ میری ہوگی، کل کھوگئی تھی۔

ولی امام : ارے یہ تو دو دونیاں ہیں

قیوم :۔ شاید ٹرام کے نیچے آکر ٹوٹ گئی ہوں گی

بیٹا :۔ ابا بادشاہ کسے کہتے ہیں؟

باپ :۔ بادشاہ وہ ہوتاہے جس کا ہر حکم ماننا پڑتا ہے جو نہ مانے اسے سزا دی جاتی ہے۔

بیٹا :۔ (کچھ سوچ کر) تو ابا، اماں بادشاہ ہیں نا

ــــــــــ ملک علی امام "مظفری"

میرے ایک بھائی صاحب بڑے عجیب آدمی ہیں ایک دن میرے پاس آکر کہنے لگے میں ایک ایسا جملہ کہوں کہ آپ اسے کبھی نہ کہہ پائیں گے میں نے اُن سے پوچھا تو کہنے لگے۔

"کچھ تو اونچا اونٹ ہے، کچھ اونچی پیٹھ اونٹ کی۔ اونٹ کی پیٹھ اونچائی سے نہیں، بلکہ کچھ ہوتی ہی ہے۔ کچھ پیٹھ اونچی اونٹ کی۔

اب میں نے جو اس کو دوبارہ کہا تو بن نہ پڑا۔ عجیب عجیب لفظ نکل جاتے۔ شاید پیام بھائی اس کو کہہ سکیں۔

ــــــــــ احمد حسن

سلیم :۔ کہو رشید تمھارے نئے استاد کیسے ہیں؟

رشید :۔ آدمی تو بہت شریف ہیں لڑکوں کو مارتے بھی نہیں مگر اعتبار کے قابل معلوم نہیں ہوتے۔ کل کہتے تھے ۵، ۵ دس، اور آج کہتے ہیں ۶ اور ۴ دس ہوتے ہیں۔

پیام برادری

پیامی بچیوں اور بچوں کو نیا سال مبارک ہو

پیامی بچو اور بچیو! دو مہینے بعد تم سے ملاقات نصیب ہوئی ہے۔ سچ جانو میں تم سے ملنے کے لئے بے تاب تھی۔ اتنے دن بہت بے چینی سے گذرے ہیں اس عرصے میں میں نے بہت سے بچوں سے خط کتابت جاری رکھی ہے۔ امید ہے کہ میرے خط انھیں ملے ہوں گے۔ مجھے تم سے کچھ شکایتیں بھی ہیں۔ میں نے تم سے برادری کے ممبر بڑھانے کے لئے کتنا زور دیا تھا مگر تم نے اتنی توجہ نہیں کی جتنی تم سے امید تھی۔ خیر اب اس کام کو شروع کردو۔ دوسرے میں نے سال گرہ نمبر میں جن انعامی مقابلوں کا اعلان کیا تھا اس میں کسی نے بھی حصہ نہیں لیا۔ بس عزیز ارحمٰن کلکتہ۔ امیر اللہ خاں ساگر۔ اور مبارک الدین خاں آگرہ، کے تین مضمون آئے ہیں۔ اسی طرح فوٹو بھی اب کی بس عزیزی مبارک الدین نے بھیجا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دو مہینے کا لمبا وقفہ تھا بس تمھیں یاد نہیں رہا۔ جھانو میں مدت بڑھائے دیتی ہوں یوں کرو کہ اس رسالے کے پہنچنے کے بعد دس روز کے اندر اندر انعامی مقابلے کے مضمون اور کیمرے کی تصویریں بھیج دو۔ مقابلے کے عنوان سال گرہ نمبر کے بالکل آخری صفحے میں دیکھ لینا۔ میں تمھارے مضمون اور تصویروں کا انتظار کروں گی۔ ہاں اس پرچے کا معمّا اور رنگ بھرنے کی تصویر بھی ان ہی تاریخوں میں بھیج دینا۔

اسپین فنڈ کے سلسلے میں عزیزی مظفر الدین احمد ٹیکسلا نے (عہ) بھیجا ہے۔ اب یہ فنڈ بند کیا جاتا ہے۔ کوئی بچہ اس سلسلے میں کوئی رقم نہ بھیجے۔ اب تک جو کچھ جمع ہوا ہے وہ آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے ذریعے اسپین بھیج دیا جائے گا۔

عزیزی مبشر احمد صدیقی (حیدرآباد) اور محمد نور گھٹکٹے نے میرے پاس دو تجویزیں بھیجی تھیں۔ (۱) پیامی (۱۶) کی جگہ ۲۰ سال کی عمر تک برادری کے ممبر بن سکتے ہیں (۲) برادری کے ممبروں کے لئے بیج لازمی نہ رکھا جائے یہ دونوں تجویزیں پیام تعلیم کی مجلس میں پیش ہوئیں اور پاس ہوگئیں۔ آیندہ سے وہ بچے بھی برادری کے ممبر سمجھے جائیں گے جو صرف کوپن بھر کے بھیجیں گے البتہ سب بچوں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ بیج ضرور خریدیں گے۔

آج کل تو تمھارے مدرسوں میں بڑے دن کی چھٹیاں ہوں گی اور تم گھر ہی ہوگے پڑھنے کے علاوہ آج کل اور کیا مشغلہ ہے۔ اپنے ابّا، امی اور دوسرے عزیزوں کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ چھوٹوں کو دعا۔

اچھا اب رخصت۔ امید ہے کہ تم سب خوش و خرم ہوگے۔ "تمھاری آپا جان"

خطوں کے جواب

عزیزہ آمنہ عمر (میرٹھ) سلمہا۔ خط ملا خدا کا شکر ہے کہ اب تم بالکل اچھی ہو۔ جب تک خوب طاقت نہ آجائے محنت نہ کرنا۔ تمھاری

زہرہ آپا نے صحیح مشورہ دیا ہے۔ تندرستی ہر بات پر مقدم ہے۔ عزیزہ الطاف فاطمہ کے بیج کی قیمت نہیں ملی۔ شاید منی آرڈر سے روانہ کی ہوگی۔ میں سمجھی نہیں۔ عزیزی دفار سے تم نے کس قسم کی انجمن بنانے کو کہا تھا اب تم جنوری سے کام شروع کرنا۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزی محمد نور کھٹکھٹے (بمبئی) سلمہٗ۔ تمھارے کئی خط میرے اور ایڈیٹر صاحب کے نام آئے بڑی خوشی کی بات ہو کہ پیام برادری کے لئے تم اتنی کوشش کر رہے ہو۔ آدمی کو بد دل نہ ہونا چاہیے۔ کامیابی یا ناکامی خدا کے اختیار میں ہے۔ تمھاری اور عزیزی بشیر احمد کی تجویزیں پیامِ تعلیم کی مجلس کے سامنے پیش کی گئیں اور منظور ہو گئیں۔ تمھاری آپا جان

عزیزی رامانند شرما (سیال کوٹ) تمھارا خط اور کوپن ملا اور تمھارے دوست کپور خیند چین کا بیج کی قیمت وصول ہوئی۔ تمھارا چندہ پہنچ گیا ہے اور تم برادری کے باقاعدہ ممبر ہو۔ خط کتابت کے لئے یہ پتہ لکھتی ہوں۔ حسن احمد معرفت مولوی جمیل احمد مکتبہ جامعہ نئی دہلی (۲) غلام یزدانی جدید ملے پلی سرکاری مکان ۱۲۶۔ حیدرآباد دکن۔ (۳) محمد اختر خاں یوسف زئی معرفت ہیڈ مولوی صاحب مشن اسکول آگرہ۔ امتحان میں کامیابی کی خبر سے خوشی ہوئی۔ خدا تمھیں ایسی بہت سی کامیابیاں نصیب کرے۔ تم نے اپنے پہلے خط میں جو تجویز لکھ کر بھیجی ہے وہ سمجھ میں نہیں آئی۔ ذرا اور کھول کر لکھو۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزی امیر احمد خاں (ساگر) سلمہٗ تمھارا خط ملا۔ تم برادری کے باقاعدہ ممبر ہو۔ مضمون مل گیا مگر تم نے بہت دیر میں بھیجا تم اس پتے پر خط کتابت کرو۔ منور حسین معرفت عبد الستار سبحانی پرنسپل مدرسہ دار العلوم حیدرآباد دکن۔ اور تمھاری بہن اس پتے پر خورشید بانو معرفت محمد اسلام الدین دہلی فرنیچر ہاؤس بالوگنج آگرہ۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگے۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزہ طیبہ سلمہا۔ خط ملا جواب دیر سے دے رہی ہوں۔ عزیزی شاہ اور تمھارے باپ کی تندرستی کی خبر سے خوشی ہوئی۔ تمھارا ہاتھ بھی اب ٹھیک ہو گیا ہوگا۔ عزیزی رضیہ اور شاہ کو میری دعا پہنچا دینا۔ بیٹی مجھے تم سے خود محبت ہو گئی ہے۔ خدا تم سب کو پروان چڑھائے۔ میری طرف سے تم سب کو دعا پہنچا دینا اور ہاں اپنے والد اور امی سے سلام کہہ دینا۔ اپنی بہن سے کہہ دینا کہ بہن میرا تو وطن ہی جرمنی ہے۔ کچھ دنوں سے ہندوستان میں ہوں۔ جامعہ کی اور تمھاری محبت کھینچ لائی۔ جرمنی کا حال فرصت ملی تو ضرور لکھوں گی۔ اپنی برادری کے لئے تم کچھ کر رہی ہو؟ دو چار ممبر تو بناؤ۔ تمھاری آپا جان

عزیزی احمد حسن (لکھنو) سلمہٗ۔ خط ملا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم ہندوستان سے باہر بھی پیام برادری کے ممبر بنا رہے ہو یہ بچے پوسٹل آرڈر سے ۸ر بھیج سکتے ہیں۔ کوپن اور برادری کے قاعدے انگریزی میں نہیں چھپوائے ہیں۔ یہ خیال نہیں تھا کہ ہندوستان کے باہر بھی اس سلسلے کو پھیلایا جائے گا۔ تم نے آنٹی گوئن کو کیا خط لکھا تھا۔ مجھے لکھو تاکہ اس کے اعتبار سے میں انھیں جواب لکھوں۔ تمھارے دام پہنچ گئے ہیں "تمھاری آپا جان"

عزیزی احسان اللہ خاں (ساگر) سلمہٗ۔ آپ کا مفصل خط ملا۔ مجھے آپ کی بے غرض خدمت اور مخلصانہ جد و جہد سے ہمیشہ دلی مسرت ہوتی ہے۔ خدا آپ کی انجمن کو اس سے زیادہ ترقی دے۔ آپ جو کام کر رہے ہیں اور جس انداز سے کر رہے ہیں وہ بہت ٹھیک ہے۔ یہی کئے جایئے میں بہت سی تجویزیں بتا کر اور اسکیمیں پیش کر کے آپ کے دماغ کو منتشر کرنا نہیں چاہتی اگر آپ ساگر میں اور آس پاس اردو کو رواج دینے میں

کامیاب ہوگئے تو یہ آپ کا قابل فخر کارنامہ ہوگا۔ آپ کے یہاں کے پڑھے لکھے لوگ افسوس ہے کہ ابھی تک ذہنی غلامی میں مبتلا ہیں۔ دس پانچ سال پہلے ادھر بھی یہی حالت تھی۔ اس طلسم کو توڑئیے ان ایڈیٹر صاحبان کو اردو کی طرف مائل کیجئے نہ مانیں تو اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے۔ وفد کی تجویز نہایت مناسب ہے۔ اس میں آپ کو ضرور کامیابی ہوگی۔ چھاپے خانے کی کمی بہت بڑی کمی ہے۔ آپ یہ کر سکتے ہیں کہ وہاں کے تاجروں کو اشتہارات اور لیٹر ہیڈ وغیرہ اردو میں چھاپنے پر آمادہ کیجئے اور مشترک سرمائے سے سردست ایک ہینڈ پریس کھلوا دیجئے۔ کام بڑھنے پر ترقی ہوسکتی ہے اس سے آپ کو بہت سہولت ہوجائے گی۔ ابھی کتابوں کے لئے چندہ نہ کیجئے۔ لوگوں میں پڑھنے لکھنے کا شوق پیدا کیجئے پھر دیکھئے گا کہ لوگ خود اسے ایک ضروری خرچ سمجھنے لگیں گے۔ امید ہے کہ اب آپ بالکل تندرست ہوگئے ہوں گے۔ آپا جان"

عزیزی محمد حسن (لکھنؤ) سلمہٗ۔ خط ملا خوشی کی بات ہے کہ سالگرہ نمبر تمھیں پسند آیا۔ اگلے سال اللہ نے چاہا تو اس سے اچھا نکلے گا تم اپنی کتابیں بھیج دو۔ میں ایڈیٹر صاحب سے کہوں گی وہ بدل دیں گے۔ برادری کے فارم اردو ہی میں چھپوائے گئے ہیں۔ خیال یہ تھا کہ اس کے ممبر ہندوستان کے اندر ہی رہیں گے۔ انگریزی والے لڑکے کا خط کچھ دلچسپ ہو تو مجھے بھی ضرور بھیجنا۔ دلی اور لکھنؤ کے موسم میں کچھ ایسا فرق نہیں ہوتا پھر بھی یہاں سردی زیادہ ہے۔ خدا تمھیں امتحان میں کامیاب کرے۔ آمین "تمھاری آپا جان"

عزیزی طاہرہ (ساگر) سلمہا۔ میں نے تمھارے بھائی کے خط میں ایک سہیلی کا نام لکھ دیا ہے اسے خط کتابت کرو۔ رسالے میں لڑکیوں کی دلچسپی کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے اور انشاء اللہ آیندہ اور بھی زیادہ ہوگا۔ اطمینان رکھو۔ (تمھاری آپا جان)

عزیزی شفیق (ساگر) سلمہٗ تمھارا خط تو ماشاء اللہ اچھا خاصا ہے اور کوشش کروگے تو بہت اچھا لکھنے لگوگے۔ خوشی کی بات ہے کہ ٹکٹ جمع کرنے کا مشغلہ تمھیں پسند آیا میرے پاس اس وقت تو ٹکٹ نہیں ہیں کہیں سے آگئے تو تمھیں ضرور بھیجوں گی۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزی مظفر (ٹیکسلا) سلمہٗ۔ تمھارا خط، کتابیں اور آہین فنڈ کا چندہ ملا۔ کتاب تم نے اچھی لکھی ہے اگر اپنے والد سے مشورہ لے لیتے تو اور اچھی ہوجاتی۔ تصویریں بہت خراب ہیں علاوہ اسکے تم نے اس میں دوسرا مضمون شامل کر دیا ہے۔ اب کی مرتبہ چھپواؤ تو ان باتوں کا خیال رکھنا۔ "آپا جان"

عزیزی مبارک الدین (آگرہ) سلمہٗ تمھاری بھیجی ہوئی تصویر ملی۔ مگر میاں اس مرتبہ بچوں کو تصویریں بھیجنا یاد ہی نہ رہیں ملا بس ایک تمھاری تصویر آئی ہے۔ اگلے مہینے کے انعامی مقابلے میں شامل کرلی جائے گی۔ "تمھاری آپاجان"

عزیزی عبدالحسیب (حیدرآباد دکن) تمھارا خط میرے اور ایڈیٹر صاحب کے نام ملا۔ رجسٹر میں تمھارا نام تلاش کیا گیا۔ مگر نہیں شاید خط پہنچا ہی نہیں۔ اور نہ تصویر آپ کی جو رقم بھیجنا تو مینیجر صاحب کے نام۔ تصویر میرے نام۔ ایڈیٹر صاحب کو یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ سالگرہ نمبر تمھیں پسند آیا۔ تمھاری آپا جان

عزیزی قطب الدین۔ تم نے مضمون دیر میں روانہ کیا۔ تمھارا خط اگلے پیام تعلیم میں شائع کردیا جائے گا۔ "تمھاری آپا جان"

نوٹ:۔ گنجائش کی کمی کے سبب نئے ممبروں کے نام شائع نہ ہوسکے۔ اگلے پرچے میں شائع کئے جائیں گے۔ "ایڈیٹر"

ٹکٹوں کی خبریں

خواجہ نبی احمد صاحب

قیصر آگسٹس کے ٹکٹ

سلطنت روم (اٹلی) کے مشہور شہنشاہ قیصر آگسٹس کی دو ہزارویں سال گرہ منانے کے لئے اٹلی نے پندرہ ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ اٹلی کے ٹکٹ ہمیشہ خوب صورت ہوتے ہیں۔ یہ سٹ بھی بہت خوب صورت رنگوں میں چھاپا گیا ہے۔ اٹلی جلد جلد ٹکٹ نکالتا رہتا ہے اور ان سے پروپیگنڈا مقصود ہوتا ہے۔ اس وجہ سے ٹکٹ جمع کرنے والے اٹلی کے ٹکٹوں کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ سٹ ایک تاریخی سٹ ہے۔

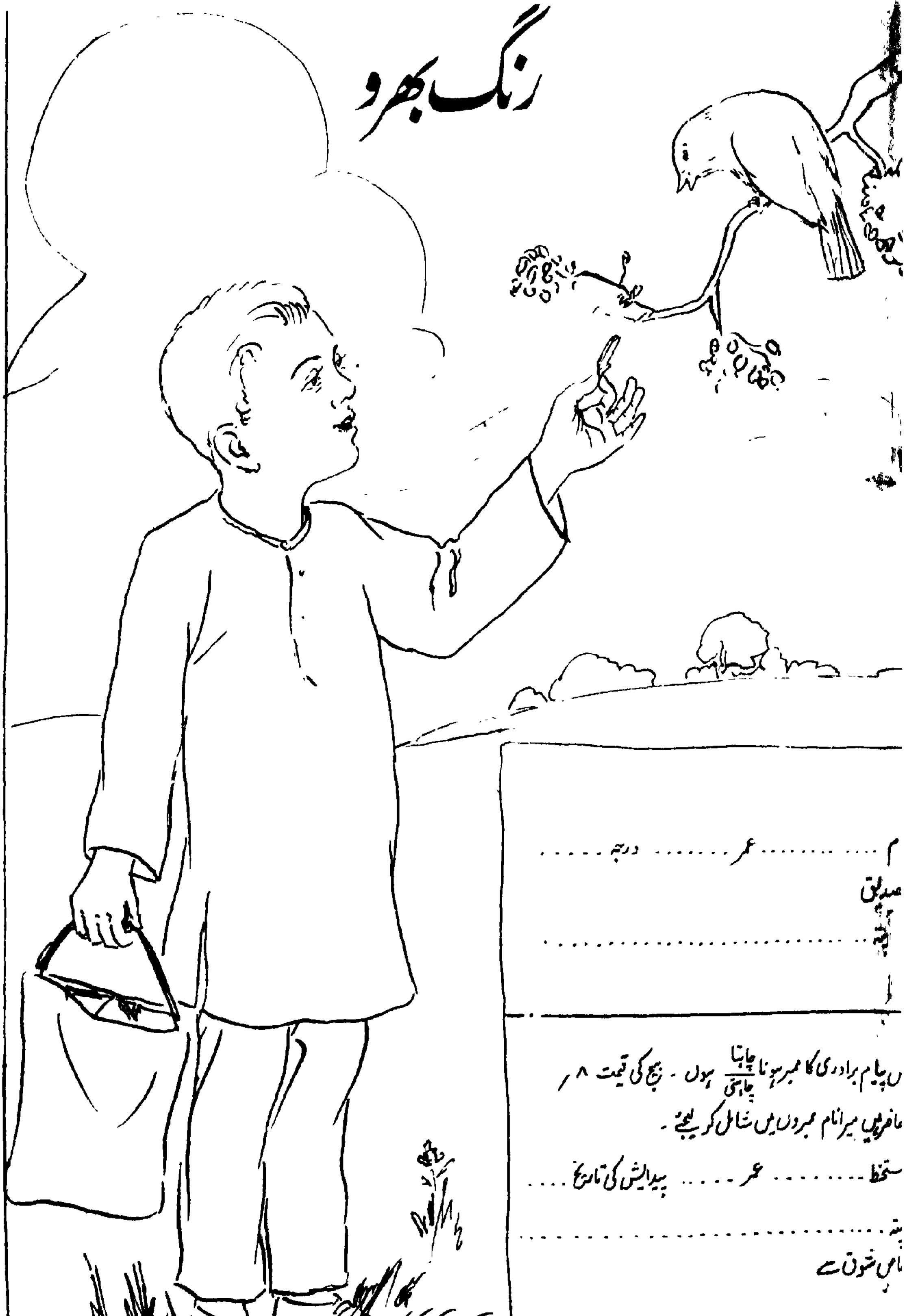
صدر روزویلٹ کے ٹکٹ

آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے امریکہ کا دستور اساسی مرتب ہوا تھا۔ اس کی یادگار میں گاٹے مالا (GUATEMALA) نے چند ٹکٹ جاری کئے ہیں۔ سب سے دلچسپ یہ بات ہے کہ ان ٹکٹوں پر جمہوریہ امریکہ کے موجودہ صدر روزویلٹ (ROOSEVELT) کی تصویر ہے۔ امریکہ کا قانون ہے کہ کسی صدر کی تصویر اس کی زندگی میں ٹکٹوں پر نہیں چھاپی جا سکتی۔

کھیل کے ٹکٹ

اس سال فن لینڈ میں (SKI — ING) کھیل کا مقابلہ ہوگا۔ تمام دنیا کے ملکوں کے کھلاڑی شریک ہوں گے چنانچہ فن لینڈ تین ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کر رہا ہے جو اپنی اصلی قیمت سے کچھ زائد پر فروخت ہوں گے اور اس طرح جو آمدنی ہوگی وہ اس کھیل کے مقابلے پر خرچ ہوگی۔ اس قسم کے ٹکٹ پہلے آسٹریا، جرمنی، روس، ہنگری، امریکہ، رومانیا اور گریٹ لبنان (GREAT LEBANON) میں بھی جاری ہو چکے ہیں۔

رنگ بھرو



م .... عمر .... درجہ ......

صدیق

پتہ ....

ں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا / چاہتی ہوں ۔ بیج کی قیمت ۸ ر

امر میں میرا نام ممبروں میں شامل کر لیجئے ۔

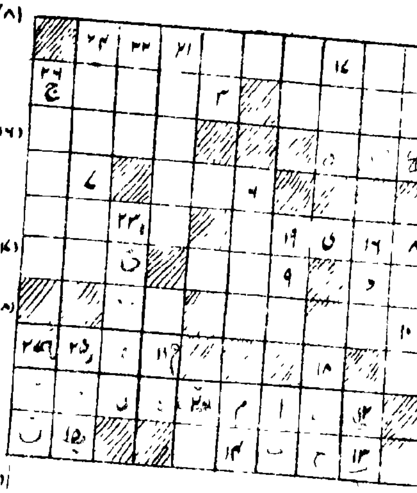
ستخط .... عمر .... پیدائش کی تاریخ ....

پتہ ....

امی شوق سے

معمّا

از مسعود صاحب کلکتہ



دائیں جانب سے

(۱) ہندوستان کے ایک غیر کانگریسی صوبے کے وزیر اعظم

(۲) بجلی کے ساتھ یائے نسبتی

(۳) جب تک یہ حاصل نہ ہوگا ہندوستان غلام رہیگا

(۴) غیض و غضب

(۶) معیت کے لئے دوسرا لفظ

(۷) ایک ہندوستانی وزن

(۸) شہر

(۹) اس کے ذریعے پوشیدہ سے پوشیدہ راز بھی دوسروں تک پہنچایا جاتا ہے۔

(۱۰) حرف نفی و نہی

(۱۱) ایک انگریزی مہینہ

(۱۲) ایک رسالے کا نام جو آپکے سامنے ہے

(۱۳) جاپان اس کے ذریعے چین کو تباہ کررہا ہے۔

(۱۴) اندوہ کے معنی

(۱۵) جنگل۔

اوپر سے نیچے

(۱۶) نواسا

(۱۷) ایک آبی جانور

(۱۸) ایک دلکش موسم

(۸) .... ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا۔

(۱۶) بیماری کی حالت میں خاص طور سے خیال رکھنا چاہیے کہ یہ اچھی ہے۔

(۱۷) دیوان غالب کی پہلی غزل کے پہلے شعر کا پہلا لفظ

(۱۸) ایک سہ حرفی لفظ۔ اس کا پہلا اور دوسرا مل کر ایک عدد، پہلا اور تیسرا مل کر زہر اور دوسرا اور تیسرا مل کر سمندر ہوتا ہے۔ یہ ایک دھات ہے

(۱۹) بے خوف

(۲۰) ضمیر جمع حاضر

(۲۱) اِلیڈ کے مصنف کا وطن۔

(۲۲) زمین

(۲۳) اردو زبان کا ایک زندہ جاوید شاعر جس نے یہ شعر کہا ہے:-

میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں

(۲۴) مغل عہد کی ایک عمارت جو دنیا کے عجائبات میں شمار کی جاتی ہے۔

(۲۵) شک و شبہ

(۲۶) ہندوستان کی موجودہ سیاست کے ایک مقتدر لیڈر جو نہ داڑھی رکھتے ہیں اور آپ کا نام ہر کس و ناکس کی زبان پر ہے

(۲۷) گلستان و بوستان کا مترجم

قواعد و ضوابط

(۱) معمہ حل کرنے کے لئے کسی فیس کی شرط نہیں ہے

(۲) صحیح حل بھیجنے والے بچوں کے نام رسالے میں شائع کردئے جائیں گے۔

(۳) مقابلے میں شریک ہونے والوں کو چاہیے کہ اچھی روشنائی سے سنبھال کر خانے بھریں۔

(۴) اس مہینے کی ۱۵ تاریخ تک حل بھیجا جا سکتا ہے

(۵) معمے کا حل اگلے مہینے شائع کردیا جائے گا۔

(۶) اڈیٹر صاحب کا فیصلہ قطعی اور آخری ہوگا۔

(۷) ہر امیدوار کو اپنے حل کی نقل رکھ لینا چاہیے۔

نام .... نمبر خریداری ..

پتہ ....

بچوں کی نئی کتابیں

۱- **لال مرغی** باتصویر :- عبدالواحد صاحب سندھی نے چھوٹے بچوں کے لئے لال مرغی، مینڈک اور خالہ بلی کی ان بن اور بعد میں پھر دوستی بہت اچھے پیرایہ میں لکھی ہے۔ صفحات ۲۸ قیمت ۲ ر

۲- **چھدّو اور دوسری کہانیاں** :- اس میں چار بہت دلچسپ کہانیاں ذرا بڑے بچوں کے لئے ہیں۔ چھدّو اور باچھو تو محترمہ رقیہ ریحانہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ آخری قدم۔ ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب کی اور چوتھی پان کو۔ امتیاز حسین صاحب صابی۔ لے دجامعہ قیمت ۳ر

۳- **چھوٹا چمّو** :- از محمد حسین حسان صاحب ایڈیٹر پیام تعلیم۔ ایک ننھے منّے چوہے کی شوخی اور شرارت کی دلچسپ کہانی۔ بہت اچھی ہے۔ قیمت ۲ ر

۴- **انعامی مقابلہ** :- از محمد حسین حسان ایڈیٹر پیام تعلیم۔ بڑے مزے کی کہانی ہے جیسے تمہارے مدرسے میں ہاکی فٹ بال کرکیٹ وغیرہ کے آئے دن مقابلے ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح میاں الّو کے مشورے سے بہت سی چڑیوں نے گھونسلا بنانے کا مقابلہ کیا ہے اور خود الّو صاحب جج بنے ہیں۔ جگہ جگہ چڑیوں کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۳ ر

۵- **عقاب اور دوسری کہانیاں** :- یہ ذرا بڑے بچّوں کے لئے ہے۔ سب کی سب بہت اچھی اور دلچسپ۔ ابو کی بکری کو ذرا دیکھو جانور بھی غلام رہنا پسند نہیں کرتے تو بھلا انسان کا کیا کہنا۔ بیچاری لڑتے لڑتے آخر میں مرجاتی ہے۔ لیکن غلام رہنا پسند نہیں کرتی۔ قیمت ۴ ر

۶- **پوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی** :- کسان کی کھیتی اور پوری کا نکل بھاگنا، اس کا پیچھا اور کسان کی بیوی ان کے ساتھیوں، خرگوش، لومڑی، اور کتوں میں کسی کے ہاتھ نہ لگنا۔ بہت ہی مزیدار ہے۔ قیمت ۲ ر

مکتبہ جامعہ

دہلی - نئی دہلی - لاہور

کام اور جدوجہد

Printed at Mahbub... Delhi

بچوں کے لئے جامعہ کی کتابیں

بچوں کا قاعدہ
رہنمائے قاعدہ
بچوں کی کتاب
آسان خوش خطی
حصہ اول
حصہ دوم
حصہ سوم
حصہ چہارم
جلد ولیں (اول و دوم ۔ سوم ۔ چہارم)
مشق خوش نویسی
بچوں کا حساب
حصہ چہارم
حصہ پنجم
حصہ ششم
[illegible] بی
[illegible] سول
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

ہمارا دین
اور دو اکبر ہجان
چالیس حدیثیں
اچھی باتیں
نبیوں کے قصے
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں
حصہ اول
حصہ دوم
تاریخ ہند کی کہانیاں
حصہ اول
حصہ دوم
کائنات
دنیا کے بچے
دنیا کے بسنے والے
تعلیمی کھیل
بچوں کی نظمیں
بچوں کے اسمٰعیل
بچوں کا چڑیا گھر
بچوں کا رسالہ
ننھی مرغابی

۴ر بچوں کی کہانیاں
۳ر مرغی اور چیسہ چلی
۲ر تاکیس خاں
۲ر جنت کا پھل
۵ر شیدا
چھدرو
۵ر بیکاری
۵ر شہزادی گلنار
عقاب
۳ر خنگو کی بی
۱ر چھوٹا چید
۳ر بیوی جو کڑھائی سے نکل بھاگی
۴ر ترکوں کی کہانیاں
۵ر دیانت
۲ر شریر لڑکا
۳ر قوم پرست طالب علم
۵ر بچوں کا مشغلہ
۲ر محنت
۱ر اخلاق کی [illegible]

مکتبہ جامعہ نئی دہلی، دہلی - لاہور





افریقہ کے چند جانور



ہندوستان

ازجناب مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیّر

ہندوستاں چمن ہے، ہم باغباں سارے
یہ مادرِ وطن ہے، ہم سب ہیں اس کے پیارے

ہندوستان بدن ہے، ہم ہاتھ پاؤں اس کے
دکھیں اُسے جو دُکھ میں کیوں ہم کو چین آئے

ہندوستاں عدن ہے، اس میں کلام کیا ہے
اس کا ہر ایک چپّہ موتی اُگل رہا ہے

ہندوستاں دُلہن ہے دلکش ہے شان اِس کی
پیاری ہے موہنی ہے ہر آن بان اِس کی

ہندوستاں وطن ہے ہم اِس کے ہیں نگہباں
عیسائی ہوں کہ سِکھ ہوں ہندو ہوں یا مسلماں

پیام تعلیم

دہلی

پیام تعلیم :- یوپی، سی پی، برار، میسور اور دوسری ریاستوں کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ "منیجر"

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی (جامعی)

قیمت سالانہ عہ/ - فی پرچہ ۳ر - مع ضمیمہ ۴ر

جلد ۲۱	فروری سنہ ۳۸ء	نمبر ۲

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے پی ایچ ڈی - محبوب المطابع برقی پریس، دہلی۔

مزدور کے بچے کی عید

برکت علی صاحب فراقؔ۔ بی۔ اے (جامعہ)

بچہ

ابا آج یہ کیا ہے جو سب لوگ اچھلتے پھرتے ہیں　　کام کاج سب چھوڑ کے کیوں یہ لوگ ٹہلتے پھرتے ہیں
رنگ رنگ کے کپڑے پہنے دولھا بنے ہوئے ہیں لوگ　　خوشی کے مارے پھول رہے ہیں راجہ بنے ہوئے ہیں لوگ

باپ

آج عید کا دن ہے بیٹا خوشیاں لوگ منائیں گے.　　اچھا اچھا پہنیں گے اور اچھا اچھا کھائیں گے
آج ابھی کچھ دیر میں یہ سب عیدگاہ کو جائیں گے　　اور وہاں اللہ میاں کی رحمت کے گن گائیں گے
کام کاج سب بند ہے بیٹا آج کسی کو کام نہیں　　دیکھو کیسی چہل پہل ہے کہیں رنج کا نام نہیں

بچہ

لیکن تم تو آج بھی اپنے اسی کام پر جاتے ہو　　کپڑے بھی سب وہی ہیں جو تم روز پہن کر جاتے ہو
آج بھی تم نے وہی رات کی باسی روٹی کھائی تھی　　دال بھی باسی تھی جو تم نے چولھے پر گرمائی تھی
اور تم نے بھی دیکھا ابا! اماں جب برتن دھوتی تھیں　　جانے کیوں دل ہی دل میں وہ سسک سسک کر روتی تھیں
یہ لو اب تم بھی میری باتوں کو سن کر روتے ہو　　کیوں ابا تم میری باتیں سُن کر ناخوش ہوتے ہو؟
اچھا آؤ ہم بھی چل کر گھر پر عید منائیں گے　　اماں اب تک روتی ہوں گی ان کو بھی سمجھائیں گے.

باپ

عید امیروں کی ہے بیٹا مزدوروں کی عید نہیں　　چھٹی بھی مل جائے دم بھر اس کی بھی امید نہیں
کام چھوڑ کر آج اگر ہم گھر پر عید منائیں گے　　بھوک کے مارے تڑپ تڑپ کر جیتے جی مرجائیں گے

ہم دکھ کے مارے ہیں بیٹا ہم کیا عید منائیں گے
رونا جن کی قسمت میں ہے گیت بھلا کیا گائیں گے



بچّوں سے باتیں

جنوری کے پرچے میں ایک اعلان چھپا تھا "سننے کی بات"، افسوس ہے کہ بچوں نے اسے سُنا ان سنا کر دیا ۔ عزیزہ زہرا (میرٹھ) نے ایک خریدار بنایا ہے اور ایک عزیزی محمد نسیم (علی گڑھ) نے ۔ ایک خط میں حسن محمود نے لکھا ہے کہ "میں خریدار بنانے کی کوشش کر رہا ہوں" اور بس ہمیں سب پیامیوں سے شکایت ہے کہ وہ اپنے پرچے کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کرتے ۔ ہمیں تو دل سے یقین ہے کہ تم نے ذرا بھی جی لگا کر کوشش کی تو اس کا پھل ضرور ملے گا یعنی خریدار بنیں گے اور خریدار بڑھیں گے تو پرچہ اچھا نکلے گا ۔ ہاں اس کے علاوہ تمھیں انعام بھی تو دیا جائے گا ۔ اس مہینے تمھارے خطوں کا بہت انتظار رہے گا ۔

اس سلسلے میں میر نجابت علی خاں صاحب حیدرآباد جناب احمد علی نور بھائی صاحب ، بمبئی ۔ جناب محمد عظیم خاں صاحب ، سہارنپور ۔ جناب مقبول احمد صاحب ، حیدرآباد کا دلی شکریہ ادا کیا جاتا ہے ۔ ان میں سے ہر ایک نے پیامِ تعلیم کے کئی کئی خریدار بنائے ہیں ۔ جناب آغا حسن صاحب کارکن دفتر پیامِ تعلیم بھی ۔ ان حضرات کی اس توجہ اور دلنوازش کے بہت ممنون ہیں ۔ ابھی ابھی عزیزی منور حسین سلمہٗ کا خط آیا ہے وہ بھی کئی خریداروں کے چندے بھیج رہے ہیں ۔

ننھا جڑی مار ۔ موت کا دروازہ ۔ بکھڑوں کی غلطیاں اور کئی اچھے مضمون گنجائش کی کمی کی وجہ سے اس پرچے میں نہ چھپ سکے ۔ یہ اور دوسرے اچھے اچھے مضمون اگلے پرچے میں چھپیں گے ۔

اس مرتبہ سالگرہ نمبر کی تیاری کا کام ابھی سے شروع کرنے کا ارادہ ہے ۔ پچھلا سالگرہ نمبر تمھیں بہت پسند آیا تھا ۔ خیال ہے کہ یہ نمبر اس سے بھی کہیں اچھا نکلے ، ایسا کہ بس دیکھ کر اچنبھے میں رہ جاؤ ۔ ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی اس کے بارے میں اپنی رائے دو ۔ یعنی یہ کہ اس میں کیا کیا چیزیں ہونی چاہئیں ۔ اپنی رائے تم مضمون کی صورت میں لکھو ۔ یہ مضمون بس تین صفحوں کا ہو ۔ لکھنے سے پہلے تم اپنے استاد ابّا یا امّی سے بھی مشورہ لے سکتے ہو ، مگر مضمون خود تم ہی کو لکھنا ہوگا ۔ جس کی رائے سب سے اچھی سمجھی جائے گی اسے اچھا سا انعام دیا جائے گا ۔ ہر پیامی بچے اور بچی کو اس میں ضرور ضرور حصہ لینا چاہیے ۔ یہ رائیں ہمارے پاس زیادہ سے زیادہ پندرہ فروری تک آجائیں ۔ بہت صاف اور خوشخط ورق کے ایک ہی طرف لکھنے والے کا پورا پتہ ضرور ہونا چاہیے

آندھرا دیس کی سیر

محترمہ ہاجرہ بیگم

آندھرا دیس کا نام سنا ہے ؟ اچھا نقشے میں دیکھو جنوب کے مشرقی گھاٹوں میں کرشنا دریا اور بیزواڑا اور کرنٹور شہر ملیں گے۔ پچھلے دنوں مجھے وہاں دورہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ اور اس لئے تمھارے اخبار میں مضمون بھی نہیں بھیج سکی۔ آج کچھ حالات آندھرا کے گاؤں سے لکھتی ہوں۔

آندھرا کا کچھ حصہ تو پہاڑی ہے اور کچھ میدان پہاڑی حصہ پلیٹو ہے۔ اور پہاڑیاں نیچی نیچی اور پتھریلی ہیں۔ کئی دریا ہیں جن میں سب سے بڑا دریا کرشنا ہے۔ بعض بعض گاؤں تو پہاڑیوں کے اوپر بھی ہیں لیکن بہت کم۔ زیادہ تر میدانوں میں ہیں۔

کرنٹور ایک ضلع ہے جس میں نندیال شہر ہے۔ نندیال سے سات میل کے فاصلے پر ایک مندر ہے اور مہانندی کا مندر کہلاتا ہے۔ مندر تو ایسا خوب صورت نہیں ہے لیکن ایک چیز نہایت عجیب وغریب ہے مندر کے سامنے ایک تالاب ہے جس کی دیواریں پکی بنادی گئی ہیں لیکن تہ پتھریلی ہے۔ اس تالاب میں عجیب وغریب بات یہ ہے کہ اس کا پانی ہمیشہ نہایت ہی صاف اور شفاف رہتا ہے۔ چاہے کتنے ہی آدمی نہائیں یا کپڑے دھوئیں۔ وجہ یہ ہے کہ اس تالاب میں قدرتی سوتے ہیں جن سے ہر وقت پہاڑ کا پانی رس رس کر اور صاف ہوکر پھوٹتا رہتا ہے۔ پہلے زمانے کے لوگوں نے سوتے کی جگہ ایک گائے کا منہ بنادیا ہے اور پانی اسی راستے سے نکلتا ہے اگر کھڑے ہوکر دیکھو تو پانی اور بلبلے نکلتے دکھائی دیتے ہیں تالاب اس قدر شفاف ہے کہ تہ کا ایک ایک پتھر اور پانی کی ایک ایک مچھلی صاف دکھائی دیتی ہے اگر تم چاندی کی چھوٹی دونی اس میں پھینک دو تو وہ بھی نظر آئے گی۔ تالاب سے پانی نکل کر ایک ندی کی شکل اختیار کرلیتا ہے اور اس ندی کا پانی ۱۱ تعلقوں کو شاداب بناتا ہے۔

آندھرا کے گاؤں نرالی وضع کے ہیں۔ تقریباً ہر گاؤں کے قریب نہر یا تالاب ہوتا ہے، جھونپڑیاں کالے رنگ کی۔ یہ اس لئے کہ اس ملک کی مٹی کالے رنگ کی ہے۔ جھونپڑیوں کو لوگ خوب سجاتے ہیں۔ چھپر پھونس کی جگہ تاڑ کے پتوں کے چھاتے ہیں اور دیوار پر چونے سے برابر برابر لکیریں یا اور کوئی نمونہ ڈالتے ہیں۔ دروازے کا نچلا حصہ ہمیشہ بسنتی رنگا ہوتا ہے اس پر لال پھول اور چاند تارا بنا ہوتا ہے

دہلیز اور سیڑھی خوب صفائی سے لپی ہوتی ہے۔ اور اس پر سفید چونے سے روز باریک باریک لکیریں پھول اور بیلیں بنائی جاتی ہیں اندر کے کمرے اور دالان بھی صاف ستھرے اور لپے ہوتے ہیں۔ کمروں میں ارد گرد گیلے چونے سے بیلیں بنائی جاتی ہیں۔

آندھرا کے لوگ بہت صاف ہوتے ہیں۔ روز صبح نہا کر صاف کپڑے پہنتے ہیں کوئی میلا کپڑا نہیں پہنتا۔ عورتیں اور بچیاں بہت خوب صورت لباس پہنتی ہیں عورتوں کی ساڑیاں شوخ رنگوں کی سرخ، طاوسی، کاسنی اور سبز ہوتی ہیں۔ بچیاں کرتے اور لہنگے پہنتی ہیں بال بہت خوب صورتی سے بناتی ہیں۔ سب کے بالوں میں زرد اور سفید پھول لگے ہوتے ہیں جہاں پھول نہیں ملتے وہاں کھجور کی سفید پتی کاٹ کر لگاتی اور بالوں میں گوندھتی ہیں۔ جوتا پہننے کا رواج نہیں ہے۔ سب لوگ ننگے پاؤں پھرتے ہیں۔

آندھرا میں کافی بہت پی جاتی ہے، چاول اور ترکاری عام غذا ہے۔ دونوں وقت کھانے کے بعد چاول دہی یا میٹھا ضرور کھاتے ہیں۔ پھل بھی اکثر کھایا جاتا ہے اور کیلا اور نارنج بہت عام ہے۔

سرجگدیش چندر بوس

برکت علی صاحب فراق بی۔اے (جامعہ)

وعدے کے مطابق اس پرچے میں ہم سر جے، سی، بوس پر تفصیلی مضمون شائع کرتے ہیں۔ اس میں ان کی ایجادوں کا بھی تھوڑا سا ذکر ہے۔ امید ہے کہ تم اسے بہت توجہ اور دلچسپی سے پڑھوگے اور کچھ نہ کچھ سبق حاصل کروگے (ایڈیٹر)

اس غلامی کے زمانے میں جتنے بڑے لوگ ہمارے دیس میں ہوئے ہیں، جیسے مہاتما تلک، سرسید احمد خاں گوپال کرشن گوکھلے، سی آر داس۔ لالہ لاجپت رائے۔ مولانا محمد علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، سب کے سب دیس کے لئے لڑنے والے سپاہی تھے۔ دیس کو غلامی سے نکالنے کے لئے ان لوگوں نے بڑے بڑے کام کئے۔ ان لوگوں میں علم اور گیان بھی تھا اور اگر ان کو دیس کی غلامی کے جھگڑے میں نہ پڑنا پڑتا تو یہ لوگ بھی ہمارے پرانے رشیوں اور گیانی لوگوں سے کم نہ ہوتے آج جو لوگ ابھی جی رہے ہیں جیسے مہاتما جی، جواہر لال جی، راج گوپالا چاریہ جی، مولانا ابوالکلام آزاد، یہ لوگ بھی سپاہیوں کی طرح ہیں اور دیس کے لئے تن من دھن سے لڑ رہے ہیں۔

ان ہی بڑے لوگوں میں سرجگدیش چندر بوس بھی تھے یہ دنیا کے ان بڑے سائنس جاننے والوں میں سے تھے جن کے گیان سے آج دنیا کا رنگ بدل گیا ہے۔ جیسے نیوٹن ایڈیسن، بنجمن فرینکلن، مائیکل فیراڈے اور آئن سٹائن۔ ان لوگوں میں سے کسی نے بھاپ کے زور سے انجن چلانے کا گیان پایا، کسی نے بجلی کے ذریعے طرح طرح کے کام نکالنے کا طریقہ بتایا جیسے بجلی کی روشنی۔ بجلی کا پنکھا۔ ٹیلیفون اور ٹیلیگرافی۔ کسی نے اکس رے کی ایجاد کی جس سے بدن کی ہڈیاں، زمین کے نیچے کی چیزیں اور خزانے معلوم ہو جاتے ہیں۔ کسی نے ریڈیو کی ایجاد کی جس سے دنیا بھر کی باتیں گھر بیٹھے معلوم ہو جاتی ہیں اور نہ کوئی تار ہوتا ہے اور نہ کچھ اور چیز۔ ایسے زمانے میں جب ہر طرف سے ننگوں اور بھوکوں کی ہائے ہائے مچی ہو۔ علم اور گیان کی جوت جگانے میں سرجگدیش چندر بوس کا بڑا حصہ ہے۔ سرجگدیش چندر بوس کو سائنس میں دو نئی چیزوں کا گیان ہوا تھا۔ ایک تو یہ کہ بناتات

کے بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ خبریں بھیجی جاسکتی ہیں اور بیٹھے بیٹھے دور سے دور جگہوں کی بات چیت، گانے بجانے اور لکچر سنے جاسکتے ہیں۔ اور دوسری یہ کہ سنسار میں جو کچھ بھی ہے سب میں جان ہے اور سب چیزیں دوسرے جانداروں کی طرح پیدا ہوتی اور مرتی ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح بولتی چالتی ہیں اور دُکھ سکھ کا احساس رکھتی ہیں۔

سر جگدیش چندر بوس ۳۰ نومبر ۱۸۵۸ء میں ڈھاکے کے ایک گاؤں بکرم پور میں پیدا ہوئے تھے۔ اُن کے باپ کا نام بھگوان چندر بوس تھا۔ یہ فرید پور میں سب ڈویژنل آفیسر تھے بڑے گیانی اور سمجھدار تھے۔ انھوں نے پہلے جگدیش بوس کو پاٹ شالہ میں پڑھایا اور کچھ دن بعد کلکتہ کے سنیٹ ایگزیویرز کالج میں انگریزی کی تعلیم دلائی۔ یہاں پڑھنے کے بعد جگدیش بوس انگلستان میں پڑھنے گئے۔ وہ خود تو یہ چاہتے تھے کہ سول سروس کا امتحان پاس کریں۔ پر اُن کے باپ نے انھیں اس خیال سے روکا۔ ان کے باپ تعلیم کی باتوں کو بھی خوب جانتے تھے۔ انھوں نے سوچ لیا تھا کہ جگدیش قانون پڑھ کر اتنا بڑا آدمی نہیں بنے گا جتنا ڈاکٹری پڑھ کر۔ انھوں نے جگدیش کو انگلستان ڈاکٹری پڑھنے کے لئے بھیجا۔ وہاں جاکر وہ بیمار پڑ گئے اور ڈاکٹروں نے انھیں رائے دی کہ وہ ڈاکٹری چھوڑ کر سائنس کا کورس پڑھیں۔ انھوں نے ایسا ہی کیا اور کیمبرج سے ۱۸۸۴ء میں گریجویٹ کی ڈگری پائی۔ ساتھ ہی ساتھ انھیں وظیفہ بھی ملا جو نیچرل سائنس اسکالرشپ کہلاتا تھا۔ وظیفہ پانے کے ایک سال بعد انھوں نے لندن یونیورسٹی سے بی، ایس سی کی ڈگری پائی۔

انگلستان سے آنے کے بعد جگدیش بوس پریسیڈنسی کالج کلکتہ میں فزکس (PHYSICS) کے پروفیسر ہوگئے۔ یہاں کوئی تین سال کے بعد ایک چھوٹی سی لیبوریٹری کا انتظام کیا گیا جس سے جگدیش بوس کو سائنس کے تجربے کرنے کا موقع ملا اور انھوں نے بجلی کی لہروں کے بارے میں ایسے ایسے تجربے کئے کہ لوگ اچنبھے میں آگئے۔ ۱۸۹۶ء میں انھوں نے اسی مضمون پر ایک کتاب لکھی جو اتنی پسند کی گئی کہ دنیا بھر کے لوگ اُن کو سراہنے لگے اور لندن یونیورسٹی نے آپ کو اسی کتاب پر ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری دی۔

اب جگدیش بوس ایک اور دھن میں لگے۔ اس زمانے میں بجلی کے تار کے ذریعے خبریں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچائی جاتی تھیں۔ ایک جگہ مشین پر جیسی آواز دی جاتی تھی ویسی ہی آواز تار کے ذریعے دوسری مشین تک پہنچتی تھی۔ جگدیش بوس اس دھن میں لگے ہوئے تھے کہ کوئی ایسی ترکیب کرنی چاہیے

جس سے یہ کام بنا تار کے ہو جائے۔

اِدھر ہندوستان میں جگدیش بوس یہ بچار کر رہے تھے، اور یورپ میں ایک سائنس جاننے والے مارکونی تھے وہ بھی یہی سوچ رہے تھے۔ پر مارکونی سے پہلے جگدیش بوس نے یہ کام کر ڈالا اور کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں گورنر کے سامنے کرکے دکھا بھی دیا۔ انھوں نے اپنی لیبوریٹری کے ایک سرے پر ایک مشین رکھی اور دوسرے پر دوسری۔ بیچ میں تار وار کچھ نہیں تھا، پر ایک جگہ کی آواز دوسری جگہ سن لی گئی یہ کام جگدیش بوس نے ۱۸۹۵ء میں کیا تھا۔ پر اس کو آگے چلانے کے لئے مدد کی ضرورت تھی جو انھیں نہ مل سکی۔ ادھر یورپ میں مارکونی نے بھی یہی کیا۔ وہاں ہر طرح کی مدد موجود تھی اس لئے اس کا کام چل نکلا اور اب اس کام کا نکالنے والا وہی کہا جاتا ہے۔ کام تھا کس کا، نام ہوا کس کا۔

دوسرا ایک اور بڑا کام جگدیش بوس نے سائنس میں کیا۔ جگدیش بوس سے پہلے لوگ سمجھتے تھے کہ پودوں میں جان نہیں ہوتی۔ لیکن جگدیش بوس نے دکھا دیا کہ پودوں اور ہرے بھرے پیڑوں میں بھی جن کو ہم بے جان سمجھتے ہیں جان ہوتی ہے۔ وہ بھی ہماری طرح دکھ سکھ محسوس کرتے ہیں اور مرتے جیتے ہیں۔

یہ بات انھوں نے اس طرح جانی کہ ایک بار وہ بجلی کا کوئی تجربہ کر رہے تھے۔ اچانک انھوں نے دیکھا کہ جن مشینوں سے وہ کام کر رہے تھے ان میں کچھ تھکن سی آگئی ہے۔ ایک گیانی اور سمجھ دار آدمی کے لئے اتنا ہی بہت تھا۔ انھوں نے اسی بات کو سوچنا شروع کیا کہ سنسار میں جن چیزوں کو ہم بے جان سمجھتے ہیں اور اُن کے دکھ سکھ کا کچھ خیال نہیں کرتے اُن میں بھی جان ہے۔

اس بات کا تجربہ کرنے کے لئے انھوں نے خود ہی ایک اوزار تیار کیا۔ اس سے پودوں کا چوٹ سے اور مرتے وقت کانپنا اور تلملانا دیکھا جا سکتا ہے۔ انھوں نے ایک بار پودوں کی تکلیف اور مرتے وقت اینٹھن اور بے چینی ایک پردے پر دکھائی۔ انھوں نے ایک زندہ پودے میں بجلی کی ہلکی سی لہر دوڑائی تو اس وقت اس سے پودے کو جو دکھ ہوا۔ وہ پورا پورا پردے پر دکھائی دیا۔ اس کے بعد پھر جب انھوں نے اسی پودے میں بجلی کی گہری لہر دوڑائی تو پردے پر پودے کا کانپنا اور اس کی اینٹھن اور مروڑ ایسے دکھائی دئے جن کو دیکھ کر بڑا دُکھ ہوتا تھا۔ کچھ دیر تک اینٹھن اور تلملاہٹ رہی پر دھیرے دھیرے کم ہونے لگی اور آخر میں پودا بالکل مر گیا۔

جگدیش بوس نے یہ بھی بتایا کہ پودوں کے بھی

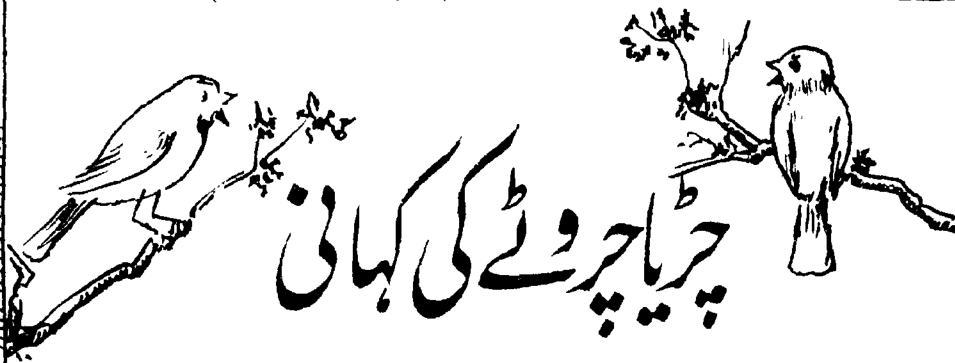
اُسی طرح کا دل ہوتا ہے جیسا جانوروں کا۔ لوگ یہ کہتے چلے آئے تھے کہ پودے کا جو رس ہوتا ہے وہ جڑ سے اوپر کو چڑھتا ہے اور پتوں اور ڈالیوں میں پہنچتا ہے۔ جگدیش بوس نے بتایا کہ یہ خیال غلط ہے۔ انھوں نے کہا کہ پودوں میں بھی رس دل ہی پہنچاتا ہے۔ اور اپنے اوزار سے ایک پردے پر دکھا بھی دیا کہ کیسے دل کی طرف سے رس سارے پودے میں پہنچتا ہے۔ انھوں نے یہ بھی دکھایا کہ پودوں پر بھی زہریلے اور خراب پانی کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسا جانوروں پر

جگدیش بوس کے اس گیان سے کہ پودے بھی جان رکھتے ہیں اور دُکھ سُکھ کو جانتے ہیں بڑے فائدے ہوئے سب سے بڑا فائدہ تو کھیتی میں ہوا۔ اُن کے گیان سے کھیتی میں پودوں کی خوراک کے لئے طرح طرح کی کھاد اور اُن کی دیکھ بھال کے لئے اچھی اچھی تدبیریں سوچی جا سکتی ہیں۔

جگدیش بوس اپنے گیانوں اور بچاروں سے دُنیا کے بہت بڑے آدمی ہو گئے تھے۔ انگلستان سے، امریکا سے، مصر سے، فرانس سے، آسٹریا سے اور یورپ کے دوسرے ملکوں سے اُن کو بلاوے آئے کہ وہ اپنے گیان سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں۔ انھوں نے آکسفورڈ، کیمبرج، لنڈن نیویارک، شکاگو، وائنا اور پیرس جیسی بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں لکچر دئے۔ جن کو سن کر لوگوں کو بہت فائدہ ہوا۔

جگدیش بوس اپنے گیان اور علم میں ہی بڑے نہیں تھے انھوں نے اپنے دیس کی سیوا بھی ایسی کی کہ سننے والا اچنبھے میں آ جاتا ہے۔ انھوں نے سائنس کے تجربوں کے لئے ایک بہت بڑا بوس ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم کیا تھا ۱۹۱۷ء میں جب انھوں نے اپنی ۵۹ ویں سال گرہ منائی تو اس انسٹیٹیوٹ کو چالو کیا اور دیس کے نام کر دیا۔ اس دن انھوں نے کہا کہ "میرا یہ انسٹیٹیوٹ سب کے لئے کھلا رہے گا۔ دیس کے سب باسی چاہے وہ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی کسی دھرم کے ہوں کسی ذات کے ہوں۔ چھوٹے ہوں یا بڑے، امیر ہوں یا غریب اس علم کے مندر میں آکر گیان حاصل کر سکتے ہیں۔ ہاں بس اتنی بات ہے کہ جو آئے نام کے لئے نہ آئے، کام کے لئے آئے۔ اس کے من میں گیان کی لگن ہو اور دھن کا پکا ہو

جگدیش چندر بوس نے اپنی آمدنی کا بہت بڑا حصہ دیس کے تعلیمی کام میں لگایا۔ اُن کے کل چندے کی میزان ۱۸ لاکھ روپے ہوتی ہے، اُن کو سال میں ۵۰ ہزار روپے کی آمدنی تھی۔ وہ اپنے خرچ کے لئے صرف دس ہزار رکھتے تھے اور باقی ۴۰ ہزار دیس میں سائنس کی سیوا کے لئے خرچ کرتے تھے۔ دیس کا اتنا بڑا گیانی اور سیوک ۲۳ نومبر ۱۹۳۷ء کو ہم سے جدا ہو گیا۔ اس کی یاد سے دیس میں سائنس کا گیان بڑھے گا اور سیوا کا شوق پیدا ہوگا



چڑیا چروٹے کی کہانی

(ازجناب ایم۔ اے وفا۔ فرخ آبادی)

ایک تھی چڑیا ، ایک چروٹا دونوں کی جب ہوئی سگائی
ڈھونڈھ کے چڑا چاول لایا چڑیا مونگ کا دانہ لائی
چڑے نے بیٹھ کے چولھا پھونکا کھچڑی پھر چڑیا نے پکائی

دونوں مِل کر کھانے بیٹھے کھاتے کھاتے ہوئی لڑائی

دیر سے تاک میں بیٹھی تھی جو چُپکے چُپکے بلی آئی
آکر ایک جھپٹا مارا ختم ہوئی دونوں کی لڑائی
داب کے اپنے پنجے میں وہ لے گئی اُن دونوں کو بلائی

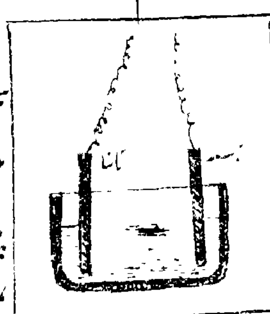
آج یہی ہے حال ہمارا آپس میں ہے مارکٹائی
لڑنا بھِڑنا ٹھیک نہیں ہے
بچّو! بات سمجھ میں آئی

(آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ ہو چکی)

بیٹری

محمد عبدالقدیر اعظم میڈیکل اسٹوڈنٹ

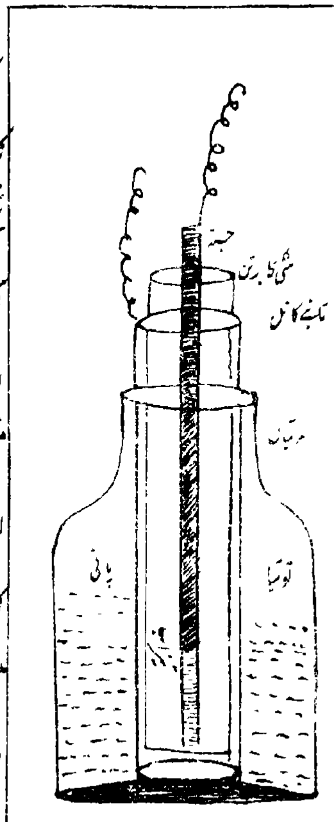
بہت دنوں سے سوچ رہا تھا کہ تمھیں بجلی کی رو پیدا کرنے اور اس سے کام لینے کی ترکیب بتاؤں، اب موقع ملا ہے۔ تم میں سے جن کے گھروں میں بجلی کے بلب جل رہے ہیں انھیں شاید دلچسپی نہ ہو۔ مگر جن کے گھروں میں مٹی کا تیل جلتا ہے وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے۔ پھر ایک نئی چیز کا جاننا بھی تو بہت خوشی کی بات ہے۔ تم اس سے روشنی جلانے کے علاوہ اور کام بھی لے سکتے ہو مثلاً اپنی کسی چیز پر چاندی کا پانی چڑھا سکتے ہو۔



بجلی کی رو یا موج پیدا کرنے کا سہل طریقہ یہ ہے کہ ایک مٹی، شیشے یا چینی کا گہرا برتن لے لو۔ اس میں بازار سے ایک پیسے کا گندھک کا تیزاب یعنی سلفورک ایسڈ لا کر ڈال دو۔ تھوڑا سا پانی بھی۔ اب یہ پتلا تیزاب بن گیا۔ گھر میں دیکھو کہیں جستے کا لانبا ٹکڑا ہو گا تلاش کرو تو تانبے کا ٹکڑا بھی مل جائے گا۔ دونوں کو خوب صاف کر کے اس تیزاب میں ڈال دو اور دونوں کے سرے تانبے کے ایک تار سے ملا دو۔ دیکھو ایسڈ میں تانبے کے ٹکڑے سے چھوٹے چھوٹے بلبلے چھوٹ رہے ہیں تو برقی موج تیار ہو گئی۔ اگر دونوں تاروں کے سرے زبان پر رکھ کر دیکھو تو تمھیں محسوس ہو گا کہ بجلی تمھاری زبان کو لگ رہی ہے۔ یہ تو تمھیں معلوم ہے کہ تیزاب ہر چیز کو کھا جاتا اور جلا دیتا ہے۔ بس اس سلفورک ایسڈ نے اپنا کیمیائی فعل جستے پر شروع کر دیا جستہ ایسڈ کے ساتھ مل کر جستے کا نمک تیار کرتا اور ہائیڈروجن گیس کو جدا کر دیتا ہے۔ ہائیڈروجن پانی سے گذرتا ہوا تانبے کی سطح پر پہنچ کر بلبلے کی شکل میں جدا ہو جاتا ہے۔ اس کیمیائی فعل کے باعث بجلی کی موج پیدا ہوتی ہے جو

تانبے کے تار کے ذریعے جستے کی طرف دوڑتی ہے اس کی طاقت بہت کم ہوتی ہے اس سے تم روشنی نہیں جلاسکتے۔ یہ تو تم سمجھ گئے ہوگے کہ بیٹری میں بجلی کیسے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا نام سمپل سل (SIMPLE CELL) ہے۔

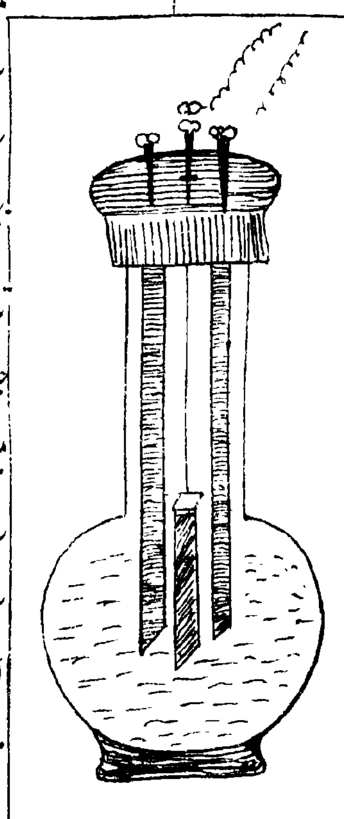
دوسری قسم کا نام ڈینیل سل ہے اس کے بنانے کے لئے تم ڈراشیشے کا (مرتبان) لے لو اور ایک تانبے کا لانبا ٹن یا چونگا اور اسی سائز کا مٹی کا چونگا نما (گلاس نما) برتن POROUS (EARTHEN WARE) بازار سے لے آؤ۔ مرتبان میں توتیا پانی میں ملا کر ڈال دو مٹی کے برتن میں رقیق تیزاب گندھک کا ڈالو پھر جستے کا ایک چھوٹا پتلا ڈنڈا پارے میں گھس کر اس میں ڈبو دو اور اس برتن کو تانبے کے چونگے میں رکھ کر مرتبان کے بیچ میں کھڑا کردو۔ جستے کے ڈنڈے اور تانبے کے چونگے میں تار لگانے سے پہلے اس تار کو ایک چھوٹے سے ٹارچ لائٹ کے بلب میں لگادو۔ دیکھو روشنی ہوگئی۔ اس سل کی طاقت ۱ر۹ والٹ ہے جو پائدار ہے۔ جب جلنے میں کمی آجائے تو توتیا اور السیڈ زیادہ کردو۔



اب آؤ تمھیں بائیکرومیٹ سل کے بنانے کی ترکیب بتائیں اس کا کل سامان تمھیں بازار میں ملے گا۔ ایک شیشے کی لانبی گردن والی بوتل جس کا منہ آبنوس کے سرپوش سے ڈھکا ہو لے آؤ اس کے بیچ میں جستے کا ایک چوڑا متحرک ٹکڑا جسے تم استعمال کرنے کے بعد اوپر کھینچ سکتے ہو۔ دونوں طرف دو کاربن کے ڈنڈے ہوں گے تم اس بوتل میں گندھک کا پتلا تیزاب اور پوٹاسیم بائیکرومیٹ (جو بازار میں پنساری کی دوکان پر لال پوٹاس کے نام سے چار آنے پونڈ ملے گا) ڈال کر ہلاؤ۔ اس کا رنگ سرخ ہوجائے گا۔ اب تم تار کو بلب میں (یاد رہے بلب ٹارچ لائٹ کا ہو) لگا دو۔ دیکھو کتنی تیز روشنی ہوگی۔ اس کو اگر بجلی والی گھنٹی سے لگا دو تو گھنٹی بجنے لگے ٹیلیفون

سے جوڑ دو تو باتیں کرلو۔ اس کی طاقت دو والٹ کی ہے۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ پائدار نہیں۔ فوری مصرف کے لئے نہایت عمدہ ہے۔ جتنا زیادہ مصالحہ لگاؤ گے اور جتنی بڑی سِل گی۔ اتنے ہی زیادہ بلب جلا سکتے ہو۔

اب آؤ تمھیں نہایت آسان عمدہ کارآمد بیٹری یا سِل کی ترکیب بتائیں جو تمھیں کتابوں میں تو ملنے کی نہیں۔ یہ میں نے روپیہ خرچ کرکے اور اپنے ایرانی استاد کی خدمت کرکے سیکھا ہے شیشے کے دو مرتبان لے لو۔ (یا بڑے پیمانے پر بنانا چاہو تو ایک فٹ لانبا، آدھا فٹ چوڑا، اور ایک فٹ اونچا یا اپنے حسب خواہش سیمنٹ کا حوض بنوالو) جست کا ٹکڑا تلاش کرو اور پگھلا کر بانس کے چونگے میں ڈھال کر جستے کا ڈنڈا بنالو۔ بازار سے کاربن کا ایک ڈنڈا لے آؤ دونوں ڈنڈوں میں برابر لمبان کا حسب ضرورت و خواہش



تار لگا دو۔ ڈھائی پاؤ نمک۔ ایک چھٹانک لال لوٹاس (پوٹاسیم بائیکرومیٹ) ایک اونس۔ تیزاب گندھک جو دو پیسے کو ملے گا بازار سے لے لو۔ دونوں مرتبانوں میں آدھا پانی ڈال دو۔ پھر ایک میں سلفورک ایسڈ، لال لوٹاس اور کاربن کا ڈنڈا ڈال دو۔ دوسرے میں نمک اور جستے کا ڈنڈا رکھ دو اب دونوں تاروں کے دوسرے سرے کو بلب سے جوڑ دو۔ اہا کتنی تیز روشنی ہوگئی۔ اس میں تو تین وولٹ کی طاقت ہے لو ساری رات کے لئے کافی ہوگیا۔ کل مصالحہ جب سبز رنگ کا ہو جائے اور کام نہ دے تو سب پھینک کر دھو ڈالو۔ شام کو مصالحہ بھر دو اور روزانہ اسی طرح جلاؤ جب روشنی کم ہو ایسڈ ڈال دو اگر حوض میں بناؤ تو اسی اندازے مصالحہ دو۔ اور دو تین بلب جلاؤ

اگر تمھیں یہ مضمون پسند آیا اور کارآمد ثابت ہوا تو میں ایڈیٹر صاحب کی اجازت لے کر ہمیشہ کوئی نہ کوئی سائنس کی بات بتایا کروں گا

تاش کا کھیل

تاش ہے تو برا کھیل، اس میں وقت بہت ضائع ہوتا ہے۔ مجھے بھی اس کی لت پڑ گئی تھی۔ کبھی کبھی تو لکھنے پڑھنے کی سدھ نہیں رہتی تھی۔ ایک دفعہ بڑے بھائی نے مجھے نصیحت کی۔ بس جب سے کان پکڑا اور تاش کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ پر ابھی کچھ دنوں کی بات ہے کہ ہمارے ایک چھوٹے بھائی تاش لئے آن پہنچے، میرے پاس آکر کہنے لگے "احمد بھائی کوئی تاش کا عمدہ کھیل سکھائیے۔"

"آگئے پالوجی آپ۔ بڑے خوشی کی بات ہے، مگر بھئی ہمارے بھائی نے ہمیں تاش کھیلنے سے منع کر دیا ہے" میں نے ذرا منہ بنا کر کہا

چھوٹے بھائی بولے۔ "اچھا کوئی حرج کی بات نہیں ہم جاکر بھائی جان سے کہتے ہیں کہ وہ ہم کو تاش کھیلنے کی اجازت دے دیں۔"

"خدا حافظ" میں نے خوشی کے انداز میں کہا۔

"احمد تم بڑے بے وقوف ہو" بھیا نے ذرا ڈانٹ کر کہا۔ "میں نے بچوں سے کھیلنے کو منع کیا تھا۔"

"اچھا تو کون سا کھیل سکھاؤں" میں نے محترم بھائی سے پوچھا۔ "کوئی سہل کھیل سکھا دو۔" بھیا نے انگریزی میں کہا۔

میں تھوڑی دیر تو پالوجی کے ساتھ کھیلا مگر نہ کھیلنے کی قسم کھا چکا تھا۔ اس لئے دل نہ لگا۔ بھوک بھی ستا رہی تھی



احمد حسن صاحب۔ لکھنؤ

ادھر پالوجی بہت مزے میں کھیل رہے تھے۔ ہمارے اِکّے کو ڈگی سے کاٹ لے جاتے، دہلے کو نہلے سے اور بادشاہ کو غلام سے اس طرح وہ برابر جیت رہے تھے اور ہم ...... ہم کچھ نہیں۔ میں نے ایک بازی ختم کرکے پالوجی سے کہا "آپ کو پالوجی ایسا کھیل بھی آتا ہے جو ایک آدمی کھیل سکے۔"

"آپ بتا دیجئے" انھوں نے منہ بناتے ہوئے کہا

"اچھا" میں نے ذرا سوچ کر کہا۔ "کھانا کھانے کے بعد"

کھانے کا نام سن کر پالوجی کی رال ٹپک پڑی جھٹ پوچھ بیٹھے "کیا پکا ہے؟"

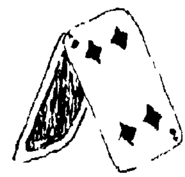
"آلو کی ترکاری" میں نے بہت سنجیدگی سے کہا۔ آلو کی ترکاری پالوجی کو بہت مرغوب تھی۔

کھانا کھاتے میں میں سوچتا رہا کہ پالوجی کو کون سا کھیل سکھاؤں؟ پالوجی شیخ نیازی سے کچھ کم نہ تھے۔ کھیل کے شوق میں تھوڑا ہی سا کھا کر ہاتھ اٹھا لیا میں کھانا کھا چکا، تو وہ پہلے سے ہاتھ دھوئے کھڑے تھے اور صورت سے معلوم ہوتا تھا کہ اب کسی بات کا تقاضا کرنا چاہتے ہیں۔

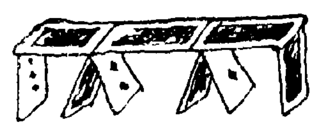
"اوہو" میں نے کہا "مجھے خیال نہ رہا تھا۔ اصل میں مجھے کوئی ایسا کھیل معلوم ہی نہ تھا جو ایک آدمی اکیلا کھیل سکتا ہو۔ اب کیا کرتا بڑی مشکل کا سامنا تھا۔

"ہاں بھئی یہاں تاش لے آؤ" میں نے پالوجی سے

سے کہا اور میں تخت پر بیٹھ گیا۔ بالو جی تاش لے آئے اور میں نے ان سے کہا کون سا کھیل سکھاؤں ' بولے ایک آدمی والا۔ میں نے دو تاشوں کو اس طرح



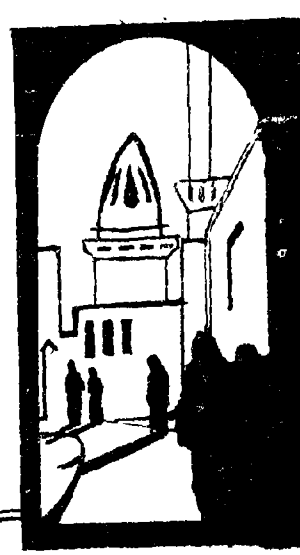
ٹکاتے ہوئے بالو جی سے کہا بھئی بڑا عمدہ کھیل ہے۔ آہا ہا میری سمجھ میں ایک عمدہ کھیل آگیا تھا۔ اس میں ہار جیت ہوا نہ تھی میں اس طرح تاش ٹکاتا ہوا ایک پل



بنانے لگا اور بہت بڑا پل بنا لیا۔ بالو جی کو بہت دلچسپی پیدا ہوئی۔

ہو گئی اور سنہ یہ تو جمنا برج سا بن گیا۔ مگر وہ تو بھی دو منزل کا ہے۔ خیر اس کو ہم نے دو منزل والا بنا دیا (شاید آپ لوگ سمجھ گئے ہوں) اُف فوہ۔ گرمی۔ بالو جی نے پنکھا اُٹھاتے ہوئے کہا اور ہوا کے ایک جھونکے کے ساتھ پل صاحب اڑ رہا ——— اڑا را دھم نیچے آ رہے۔

پیامی بھائیوں کو بھی شاید یہ کھیل پسند آئے۔ اگر کسی بھائی کی سمجھ میں نہ آئے تو وہ ایڈیٹر صاحب کو لکھیں میں فوٹو بھیج دوں گا ایڈیٹر صاحب انہیں چھاپ دیں گے اس کھیل میں قطب صاحب کی لاٹ، تاج محل وغیرہ سبھی چیزیں بن سکتی ہیں، ہاں ان کے لئے بہت سے تاشوں کی ضرورت ہو گی۔



جھوٹ بولنا بہت بُرا ہی

جناب حکیم بدیع الزماں صاحب قمر سہسوانی

آؤ اک واقعہ سناتا ہوں جھوٹ کیا ہے تمھیں بتاتا ہوں

پاس حضرتؐ کے ایک شخص آیا اور کہا آکے اے رسولؐ خدا

مجھ میں ہیں چار عادتیں ایسی جن سے ہی تنگ زندگی میری

چوری کرتا شراب پیتا ہوں بس اسی کے سہارے جیتا ہوں

جھوٹ ہی اور زنا ہی کام مرا مشغلہ ہے یہ صبح و شام مرا

کوئی صورت بتائیے مجھ کو راہ سیدھی دکھائیے مجھ کو

چھوٹ جائیں یہ سب گناہ کے کام اور میسر مجھے ہو نیک انجام

اپنا جینا وبال جاں ہی مجھے چین دنیا میں اب کہاں ہی مجھے

ہاں مگر ایک شرط ہی اس میں آپ یہ عرض بھی مری سن لیں

ایک اک کام کو میں چھوڑوں گا دفعتاً سب سے منہ نہ موڑوں گا

جس کا ان میں سے حکم پاؤں میں اس کے کرنے سے باز آؤں میں

آپ نے حکم یہ دیا اس کو جاؤ بس اک جھوٹ ہی کو ترک کرو

جب وہاں سے وہ اپنے گھر کو چلا خوب یہ اس نے دل میں ٹھان لیا

کہ بجز سچ کے لب نہ کھولوں گا جھوٹ اب عمر بھر نہ بولوں گا۔

جب ہوئی رات چھائی تاریکی اک بلا بن کے آئی تاریکی

اور شیطان نے جو بہکایا اس کا دل مے کشی[1] کو للچایا

اب ضرورت پڑی جو پیسوں کی دل میں آئی کہ کیجے چوری بھی

ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کل ہے حضرتؐ کے پاس پھر جانا

ہوگی پرسش تو کیا کہوں گا میں آپ کو کیا جواب دوں گا میں

جھوٹ تو بول ہی نہیں سکتا کہہ دیا سچ تو پھر ٹ گی سزا

آخر اس نے کوئی گنہ نہ کیا جھوٹ کے چھوٹنے سے سب چھوٹا

[1] شراب پینا

جنگل میں منگل

دہرادون کا سفر

(۳)

سید ابو تمیم صاحب فریدآبادی

ایک دو دن تو جنگل کی لمبائی چوڑائی ناپنے اور درخت گننے میں گذرے۔ مگر میں نے اندازہ کیا کہ انوری صاحب اپنے کام کے سلسلے میں جاتے ہیں اور مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ سیر کریں گے اس لئے میں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ کچھ لکھنے پڑھنے کا دھندا شروع کیا۔

جنگل کی سردی نے ہاتھ پاؤں سُن کر رکھے تھے اور ہمارے میزبان کو یہ رٹ تھی کہ سیر کرو۔ چلو، پھرو، مگر میں کوئی جنگلی تو تھا نہیں۔ مزے میں جنگلے کے صحن میں کرسی پر دھوپ کا لطف لیتا رہتا تھا۔ جیسے جیسے دھوپ کھسکتی میں بھی کھسکتا۔

انوری صاحب کو ایک دن نئی امنگ اُٹھی۔ اپنے کسی دوست اور ان کی تعلیم یافتہ بیوی کو اتوار کے دن دعوت دے دی۔ اس دن جمعرات تھی مگر انھوں نے اسی دن سے انتظام شروع کر دیا۔ جنگل کے رہنے والے ایک چپراسی کو اسی دن چلتا کر دیا ——— دہرادون کو۔ اس سے کہا کہ ایک درجن نارنگیاں عمدہ قسم کی پیسٹری (انگریزی مٹھائی) دو درجن انڈے، ایک بڑا سا مرغا اور وغیرہ وغیرہ لے کر آؤ ادھر باورچی سے کہنا شروع کر دیا کہ اتوار کی صبح کو عمدہ سا ناشتہ اور مزے دار کھانے پکانا۔ یہ سب کچھ ہو چکا تو مجھ سے وہ میرے پیچھے لگے، کہنے لگے "بھئی تم کو انگریزی کپڑے پہننے چاہئیں۔ اور دیکھو جب تم کمرے میں داخل ہوگے تو میں تمھارا تعارف کراؤں گا۔ اس طرح "مائی کزن (میرے بھائی) سید ابو تمیم" پھر کہوں گا "مسز گوری" تم بڑھ کر اُن سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہنا "ہاؤ ڈو یو ڈو (آپ کا مزاج؟) پھر میں کہوں گا "مسٹر گوری" ان سے بھی تم یہی کہنا۔ ہاؤ ڈو یو ڈو۔ میں نے اُن کا سبق سن کر کہا "میرا خیال ہے انگریز تو ملتے وقت یہ کہتے ہیں گلیڈ ٹو میٹ یو (آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی)

انوری "میاں یہ سب پُرانے دقتوں کی باتیں ہیں۔ ہم تم کو نیا ایٹی کیٹ سکھا رہے ہیں۔ اچھا آپ بحث تو بند کریں۔ سُنتے جائیے۔۔۔۔۔"

میں "یعنی ہم شک بھی رفع نہیں کر سکتے؟"

انوری "ہاں نہیں کر سکتے ...... جب آپ مسز گوری سے ہاتھ ملائیں تو ذرا سا جھک بھی جائیں۔ اور گردن بھی ذرا جھکا لیں۔"

میں - "یہ کیوں؟"

انوری "ہم جو کہتے ہیں۔"

میں "کیا خوب ... نہیں صاحب۔ ہماری گردن خدا کے سامنے بھی کبھی کبھار جھکتی ہے۔"

(سُنی اَن سُنی کر کے) اب یہ سوچنا ہے کہ کیا کیا کھانے پکوائے جائیں۔"

میں نے کوئی جواب نہ دیا تو بولے " چار کے متعلق پہلے سوچو "
میں نے کہا " میں نہیں سوچ سکتا "

" وہ کیوں " میں نے جواب دیا وہ اس لئے کہ آپ ہماری بات مانتے تو ہیں نہیں ۔ پھر بول کر اپنی بات کیوں کھوئیں "

کہنے لگے " واہ کھانے وغیرہ کے متعلق تو ہم تم کو اپنا استاد سمجھتے ہیں "

میں نے جواب دیا " اچھا یہ بات ہے تو لو سنو ۔ انڈے سفتے کو آجائیں گے ۔ وہ ہوں گے ، دلیا ہوگا ۔ انگریزی مٹھائی ہوگی ۔ بھائی میرے چار ہوگی ۔ زیادہ سے زیادہ آپ نمکین نان خطائیاں تیار کروالیں ۔ یہ لیجئے "

وہ کہنے لگے کہ " اور کچھ بھی ہو " میں نے جل کر جواب دیا آدمیوں کے لئے تو یہ کافی ہے اور اگر آپ کے مہمان بلا نوش ہیں تو جنگل کے درخت بھی ناکافی ہوں گے "

ذرا سوچ کر بولے " اچھا دوپہر کے کھانے پر ؟ "

میں نے کہا " مرغ مسلّم ، پلاؤ ۔ دو قسم کے سالن ، انڈوں کے کٹ لیٹس ۔ اور انڈے کی پڈنگ ، یہ لیجئے ۔ " جلدی سے وہ بولے " لو ، لو ۔ کچھ اور بھی ۔ تم بھی تو مٹھائی پکانا جانتے ہو ۔ ذرا اپنی بانکی بھی دکھاؤ "

میں نے کہا " بھائی مجھے تو اسکول میں روے کے حلوے کی مہارت تھی ۔ کالج میں پہنچ کر نان پاؤ کے ٹکڑے پکانے لگا تھا ۔ تم جو کہو پکا لوں "

بہت خوش ہو کر فرمایا " ہم بتائیں ۔ دونوں چیزیں پکا ڈالو "

میں نے جواب دیا کیا آپ کے دوست کوئی متھرا کے چوبے ہیں جو ایک نہ دو اکٹھی تین قسم کی مٹھاس چٹ کر جائیں گے " یہ سن کر ذرا آہستہ سے ہنسے اور ہنس کر بولے " ارے بھئی ۔ وہ نہ کھائیں گے تو ہم تو کھالیں گے ۔ اس جنگل میں ڈھنگ کا کھانا ہی کہاں ملتا ہے ۔ اور ہمارا باورچی تو تم جانتے ہی ہو ۔ لال بجھکڑ ہے "

میں نے اس کھانے کے ذکر کو ختم کرنے کے لئے ایک کتاب پڑھنی شروع کردی اور وہ اپنے کام میں لگ گئے ۔ شاید چلے گئے ۔

ہفتے کی صبح سے اس چپراسی کا انتظار کیا گیا ۔ جو دہرادون سے سامان لانے والا تھا ۔ مگر میں ہی اس کا انتظار کر رہا تھا ۔ انوری صاحب تو کچھ بے فکر سے تھے ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا معمول رات کے وقت آنے کا ہے ۔

دوپہر کے وقت ایک سائیکل سوار تار لایا ۔ یہ تار دلی سے آیا تھا ۔ ہم دونوں کے گہرے دوست مسٹر زیدی کا تھا ۔ وہ کل صبح دہرادون اتر رہے تھے ۔ گو یہ خبر دلچسپ تھی مگر سوال یہ تھا کہ کون ان کو اتارے ۔ ہم دونوں جا نہ سکتے تھے نوکر ایک ہی رہ گیا تھا ۔ بارے اسی کو بلایا ۔ اور سمجھایا ۔ " سنو چھدا صبح آٹھ بجے والی گاڑی سے ایک صاحب اتریں گے زیدی صاحب اُن کا نام ہے ۔ اُن کو جلد سے جلد یہاں لے آنا "

چھدا نے پوچھا " حضور کوئی پہچان " ؟ انوری صاحب سوچنے لگے ۔ میں نے کہا " سارے مسافروں سے زیادہ فیشن ایبل ، ترچھی ہیٹ لگائے ، سکنڈ کلاس سے جو اترے وہ زیدی ہوں گے ۔ اُن کے پاس بندوق بھی ہوگی ، کیمرا بھی ہوگا اور ٹوپیوں کا تھیلا بھی ہوگا ۔ رنگ کالا ہوگا مگر گوروں سے بڑھ کر لچک دار چال ہوگی "

چھدا نے کہا " بس حضور اب میں پہچان لوں گا ۔ اور یہ

کہہ کر روانہ ہوگیا۔

شام جلدی سے ہوگئی اور ڈراؤنی آوازیں آنے لگیں اور ہم دونوں آگ کی چمنی کے سامنے بیٹھ گئے اور لگے لکڑیاں جلانے اور ہاتھ تاپنے۔

کہیں رات کے ساڑھے آٹھ بجے وہ آدمی دہرا دون سے آیا۔ مگر کیسے آیا؟ سُر سُر کرتا۔ سُکڑتا، تھرتھراتا .... بھائی آٹھ میل کا پیدل سفر۔ اور اس غضب کا جاڑا۔ وہ تھرتھراتا نہیں تو کیا کرتا .... خیر اندر گھستے ہی اس نے میز پر صاحب کی ڈاک ڈال دی۔ اور خود اسی طرح تھرتھراتا سامان لئے ہوئے اور ایک ہاتھ میں مرغے کی ٹانگ پکڑے برابر کے کمرے میں جا گھسا۔ جس کمرے میں مودی خانہ تھا۔ یعنی کھانے پینے کے سامان اور برتن۔ اس کے پیچھے پیچھے میں گھسا۔ انوری صاحب اپنی ڈاک میں مصروف ہوگئے اور میں نے اس سامان کا معائنہ کیا۔ جوں ہی اس بے چارے نے پوٹلی رکھی۔ میں نے کھولی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ انڈے ٹوٹ چکے ہیں اور ٹوٹ کر پیسٹری میں مل جل کر ملیدا بن گئے ہیں۔ اسی پوٹلی میں نارنگیاں ہیں۔ وہ بھی سفر کی تکان اور آٹھ میل کے جھٹکوں کے سبب پلپلی ہو گئی ہیں۔ یہ صورت دیکھتے ہی میرا کلیجہ دھک سے ہوگیا۔ وہیں سے انوری کو پکارا "میاں یہاں تو آؤ" اُن کی ڈاک ابھی ختم نہ ہوئی تھی وہیں سے بولے "کیوں شور مچاتے ہو" مجھے اس حاکمانہ فقرے پر غصہ آیا چیخ کر بولا۔ "آپ آتے ہیں یا نہیں۔ سیدھی سیدھی طرح"

وہیں سے کڑک کے بولے "نہیں آتے"

میں نے بھی بگڑ کر کہا "نہیں آتے تو سوچ کر دو، صبح فاقہ ہے"

انوری بچارے کو فاقے کی تاب نہیں۔ بھدڑ بھدڑ کرتے آئے اور بولے۔ "فاقہ کیا؟" میں نے کہا "فاقہ ایسا کہ انڈے پیسٹری اور نارنگیاں سب ہندو مسلم، سکھ اتفاق کا ترانہ گا رہی ہیں۔"

گھبرا کر بولے "کیا لغویت ہے۔ صاف بات کہو"

میں نے کہا "لو خود دیکھ لو" اب جو انھوں نے دیکھا تو نیم بے ہوش سے ہوگئے۔ بچارا چپراسی پہلے ہی سے نیم بے ہوش تھا۔ ہاتھ میں مضبوطی سے مرغا پکڑے ہوئے، انوری نے کہا۔ "اب کیا ہوگا"

میں نے کہا "فاقہ"

انھوں نے کہا "یہ کوئی مذاق کا وقت ہے۔ کل دو شریف مہمان آرہے ہیں۔ اور آپ فاقہ فاقہ کئے جارہے ہیں"

میں نے کہا "اور اس خاکسار کو تو آپ نے پوچھا ہی نہیں" یہ میں نے مرغے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ وہ نہ سمجھے۔ بگڑ کر بولے "خاکسار کو ڈالو جہنم میں۔ یہ سوچو صبح کیا ہوگا۔ صبح ۸ بجے"

میں نے پھر مرغے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ صبح ہی اذان دے گا۔ یہ کہتے ہوئے مجھے خیال آیا کہ مرغا کمبخت کوئی حرکت ہی نہیں کر رہا ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ اب جو اس کو ٹٹولتا ہوں تو غائب یعنی بے دم۔ گویا مردہ میرے منہ سے "انا للہ و انا الیہ راجعون" نکل گیا۔ انوری صاحب نے منہ پھلائے پھلائے کہا "تم بڑے بے تکے ہو"

میں - "لو اور سنو"

انوری "یعنی آپ صبح کی فکر تو کر نہیں رہے اور مذاق کئے جارہے ہیں"

میں - "مذاق کون احمق کر رہا ہے"

انوری "پھر یہاں کسی کی میت پڑی ہے جو آپ ...."

میں۔ "ہاں ہاں پڑی ہے۔"

الوری "تمھاری یا میری؟"

میں۔ "مرغے کی۔"

اب تو اُن کے کان کھڑے ہوئے۔ ایک جنگلی بلاؤ کی طرح مرغے پر جھپٹے۔ وہاں کیا تھا سناٹا۔ جو ٹانگ چپراسی کے ہاتھ میں تھی بس وہ ذرا نرم تھی۔ باقی سارا جسم اکڑ کر تختہ سا بن گیا تھا۔ کہنے لگے "یہ کیا ہو گیا؟"

میرے منہ سے نکل گیا۔ "پکائی تھی کھیر بن گیا دلیا۔"

وہ بے اوسان سے ہو گئے اور بولے "کیا واقعی یہ مر گیا؟"

میں نے اُن کو خوش کرنے کو کہا "میں تو ڈاکٹر نہیں ہوں" وہ اسی طرح بگڑ کر بولے "یعنی آپ مردہ اور زندہ میں فرق نہیں سمجھ سکتے؟"

میں نے جواب دیا۔ اگر یہ فن بہت معمولی ہے تو آپ ہی خود فیصلہ کر لیں۔ وہ اپنے سر کے بال نوچ کر بولے "یہ واقعی مر گیا ہوگا" یہ کہہ کر اب وہ اس بچارے چپراسی پر پلٹے۔ اور لگے فضیحتے کرنے۔ لگے ڈانٹنے۔ جب دل کی بھڑاس نکال چکے۔ تو میں نے کہا "بھائی اس پر خفا ہونے سے نہ تو مرغا زندہ ہو سکتا ہے اور نہ انڈے جڑ سکتے ہیں۔ اور نہ نارنگیاں جوان ہو سکتی ہیں۔ اب کوئی ترکیب سوچو۔" یہ کہہ کر میں نے بندو کو آواز دی اور ہم دونوں پھر آگ کے سامنے جا بیٹھے۔ بندو آیا۔ میں نے کہا "ارے احمق تو نے ایسے جنگلی آدمی کے ہاتھ یہ سامان کیوں منگوایا۔ اب بتا کیا ہوگا؟"

اس نے کہا "جی۔ میں انڈے بھی منگوا لیتا ہوں اور مرغا بھی۔ ہمارے چوکی دار کے ہاں مل جائیں گے۔"

ہم نے جلدی ہی اس کو بھیجا۔ اور لگے واقعات پر غور کرنے اور ایسی اَن ہونی باتوں پر ہنسنے۔ الوری صاحب نے کہا "میاں ذرا تم نان پاؤ کے ٹکڑے تو پکا ڈالو۔ صبح کو مزا دے جائیں گے۔" میں نے کہا "اس وقت تو میں روے کا حلوا پکا سکتا ہوں" وہ تیار ہو گئے۔ میں نے وہیں انگیٹھی منگا، روا بھونا، شکر ڈالی۔ اور تیار کر دیا۔ ٹھنڈا ہونے سے پیشتر انھوں نے لقمہ مارا اور کھا کر بولے "بہت گھٹیا۔"

میں نے کہا "تمھارا منہ کا مزا بدل گیا ہے۔ انگریزی کھانے کھاتے کھاتے۔"

انھوں نے جواب دیا "بالکل پھیکا ہے۔"

میں نے کہا "ہلکی مٹھاس سارے شریف آدمی پسند کرتے ہیں۔"

انھوں نے کہا "اس کا یہ مطلب کہ ہم شریف آدمی نہیں ہیں۔"

میں نے آہستہ سے کہا "مجھے کیا خبر۔"

غرض اس طرح لڑائی جھگڑے میں گیارہ بج گئے۔ اور ہم اپنے اپنے کمروں میں جا کر سو گئے۔

صبح کو ابھی میں انگڑائی بھی نہ لینے پایا تھا کہ الوری داخل ہوئے اور لحاف پھینک کر کہنے لگے "جلدی سے تیاری کرو۔ پہلے ڈاڑھی صاف کرو۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر کپڑے پہنو۔ وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔"

میں نے کہا "چاہے وائسرائے بہادر آ جائیں بندہ ایسی سردی میں کوئی کام نہیں کرے گا۔ کہنے لگے کہ یہ کرو وہ کرو۔ میرا کوئی دماغ خراب تھوڑی ہوا ہے جو اس زمانے کی سردی میں ...."

چرایا ہوا خواب

از جناب حمدی صاحب

(۳)

سردار (خیال کو دیکھ کر) تم کون ہو؟ تمھیں کس نے اندر آنے دیا؟

خیال میں تمھارا ایک خیال ہوں۔ اگر تم مجھے پہچان لو تو جس چیز کو تم یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ یاد آ جائے گی

سردار افسوس ہے میں تمھیں نہیں پہچان سکتا۔

خیال پھر کوشش کرو۔ میری طرف غور سے دیکھو۔ کیا میرا سبز لباس دیکھ کر تمھیں کچھ یاد نہیں آیا۔

سردار ہاں، سرسبز جنگل۔

خیال اور میرے چاندی کے جوتے سے

سردار ہاں، ہاں مجھے یاد آ گیا............ (فوراً کھڑا ہو جاتا ہے)

(خیال غائب ہو جاتا ہے۔ سردار گھنٹی بجاتا ہے۔ بالشتیے بائیں دروازے سے بڑی تیزی سے داخل ہوتے ہیں)

سردار سنو بالشتیو! مجھے یاد آ گیا ہے کل جب میں پرستان سے گذر رہا تھا تو ایک کانٹے کے اٹکنے سے میری جیب پھٹ گئی تھی۔ چاندی کے کاغذ کا ایک ٹکڑا پاس پڑا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر جیب کی رقم اس میں لپیٹ لی تاکہ کہیں گر نہ جائے

بالشتیے اور وہ کاغذ زرد دیو کا خواب تھا۔

سردار (افسوس سے سر جھکا لیتا ہے) واقعی وہ خواب ہوگا مجھے ابھی ابھی یاد آیا ہے۔ لیکن خدا جانے اس کا کیا حشر ہوا۔

ایک بالشتیا۔ آقا! آپ اُسے یہاں لائے تھے۔

دوسرا۔ آقا! آپ نے اُسے پھاڑ ڈالا تھا۔

نذرو ۔ اور جب میں نے غار کو صاف کیا تھا تو سب ٹکڑے باہر پھینک دیئے تھے۔ (داہنی طرف دیکھتا ہے)

(تمام بالشتیے خوف زدہ نظر آتے ہیں)

ایک بالشتیا (فوراً) لیکن ایک ٹکڑا رہ گیا تھا اور اس سے ..

(شمسی کود کر باہر آتی ہے)

وہی بالشتیہ شمسی کھیل رہی تھی۔

سردار شمسی! تم نے اسے کیا کیا؟

(شمسی دو تین بار میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ کچھ سوچتی ہے۔ پھر دوڑ کر کونے کی طرف جاتی اور چاندی کے کاغذ کا ایک ٹکڑا لے آتی ہے۔)

سردار (ٹکڑا پکڑ لیتا ہے) یہ دیکھو اس پر کچھ لکھا ہوا ہے۔ یہ اسی خواب کا ٹکڑا ہے۔

(بالشتیے پریشانی کے عالم میں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں سردار کے چہرے پر مایوسی چھا جاتی ہے۔)

سردار۔ نذرو! کل کتنے ٹکڑے تھے؟

نذرو۔ آقا! میں نے انھیں گنا نہیں تھا۔

(شمی پنجہ اٹھاتی ہے)

بالشتیے آقا! شمی ہی سے پوچھ دیکھئے۔

سردار اچھا! شمی تم ہی کچھ بتاؤ۔

(شمی وہ ٹکڑا پنجے سے پرے ہٹا کر پانچ دفعہ میاؤں میاؤں کرتی ہے)

سردار اس ٹکڑے کے علاوہ پانچ ٹکڑے اور تھے۔ یہی ہے نا تمھارا مطلب شمی؟ (شمی سر جھکالیتی ہے) آؤ بالشتیو! ہم انھیں ڈھونڈھنے کی کوشش کریں اتنے یہ اس ٹکڑے کی حفاظت کرے گی۔

(سردار وہ ٹکڑا ایک اسٹول پر رکھ کر کنکر سے دبا دیتا ہے تاکہ ہوا سے اڑ نہ جائے اور پھر بالشتیوں کو ساتھ لئے داہنے دروازے سے باہر جاتا ہے۔

شمی غار میں اِدھر اُدھر دوڑتی ہے گویا دوسرے ٹکڑے تلاش کر رہی ہے۔ پھر افسوس سے سر ہلاتی ہے اور سردار کی کرسی پر جاکر بیٹھ جاتی ہے۔ اس کے بیٹھنے کا طریقہ وہی ہے جو اس کے آقا کا۔ یعنی ٹھوڑی کو ہاتھ کا سہارا دے کر سر جھکالیتی ہے۔

پریوں کی ملکہ اندر آتی ہے اس کے پیچھے دو پریاں نرگس اور سوسن بھی دبے پاؤں داخل ہوتی ہیں۔ باقی پریاں دروازے سے جھانک رہی ہیں)

ملکہ کیسی خاموشی ہے۔ آدم زاد تک نہیں۔ عجیب بات ہے اُدھر بالشتیوں کا سردار ہی بیٹھا ہے (سردار کی کرسی کی طرف جاتی ہے، نرگس اور سوسن بھی پیچھے پیچھے ہیں) سردار! تمھارے بالشتیے کہاں گئے؟ میرا تو خیال تھا۔ تم بے حد مصروف ہو۔

شمی (اِدھر اُدھر دیکھ کر) میاؤں۔

ملکہ ارے یہ تو بلی ہے (ہنس پڑتی ہے، نرگس اور سوسن بھی ہنستی ہیں)

(دوسری پریاں بھی جوڑا جوڑا ہو کر اندر آجاتی ہیں، لالہ فام اور گلفام، زرینہ اور عنبر، جمیلہ اور نفیسہ حوری اور نوری تیز پرواز اور سبک پرواز، ماہرو اور خندہ رو، ملکہ کے علاوہ کل چودہ پریاں ہیں، وہ سب شمی کے گرد دائرے کی صورت میں کھڑی ہو جاتی ہیں، شمی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتی اور کچھ ناخوش اور پریشان سی نظر آتی ہے۔)

ملکہ (پریوں سے مخاطب ہو کر) یہاں تو بلی کے سوا ایک بالشتیا بھی نہیں

نرگس عجیب مذاق ہے،

سوسن میں ہمیشہ سے جانتی ہوں کہ بالشتیے پریوں سے بڑھ کر کام نہیں کر سکتے۔

ملکہ (شمی سے) تمھارا آقا کہاں ہے؟

شمسی (بے چارگی سے) میاؤں میاؤں !

نرگس (ٹھنک کر) بیبے چاری کیا جانے

ملکہ چپ ہو نرگس ! (اِدھر اُدھر دیکھ کر) میں نے تم لوگوں سے کب کہا تھا کہ میرے پیچھے آؤ۔ اب اگر آئی ہو تو شرارتوں سے باز رہو، تیز پرواز۔ آؤ دیکھیں بالشتیوں کے کارخانے میں کیا کیا کچھ ہے۔

سبک پرواز ہاں ضرور۔

(پریاں غار میں اِدھر اُدھر گھومتی ہیں
ایک دوسری کو بُلا بُلا کر مختلف چیزیں
دکھاتی اور ہنستی ہیں۔ ملکہ غار کے
وسط میں کھڑی چاروں طرف نگاہ
ڈال رہی ہے، شمسی بہت بے چین ہو
پریوں کے پیچھے دوڑتی اور میاؤں میاؤں کرتی ہے)

ملکہ ۔(شمسی سے) بے فکر رہو، ہم تمھارا کوئی نقصان نہیں کریں گے۔ پریاں چیزوں کو بگاڑتی نہیں بلکہ سنوارتی ہیں (پریوں سے) کہیں لالٹینیں بھی نظر آئیں ؟

(مختلف جگہوں سے بیک زبان) نہیں ملکۂ معظمہ !

معلوم ہوتا ہے کہ بالشتیوں نے ابھی کام شروع ہی نہیں کیا۔ ہائے اللہ ! اب کیا ہوگا سارا انتظام درہم برہم ہو جائے گا۔ یہ بالشتیے بھی کتنے سُست ہیں

(سردار کی کرسی پر بیٹھ جاتی ہے اور سخت ناراض ہے)

ارے بلی تو پریشان سی کیوں ہے۔ کیا لالٹینوں کے تیار نہ ہونے پر (شمسی انکار میں سر ہلاتی ہے)

ملکہ ۔ کیا تجھے امید ہے کہ لالٹینیں وقت پر مل جائیں گی (شمسی سر جھکا لیتی ہے۔)

ملکہ خیر مجھے کچھ اطمینان ہو گیا ہے۔

پریاں ہمیں تو بالکل نہیں ہوا۔

ملکہ خاموش ! میں ایک نہایت عمدہ کھیل سوچ رہی ہوں جو دعوت میں کھیلا جائے گا۔

زرینہ (جو ایک اسٹول پر بیٹھی ہے) دیکھو تو یہ جوتا کتنا بڑا ہے (اُسے اٹھا لیتی ہے)

(پریاں قہقہہ لگاتی ہیں)

عنبر ہم سب کے پاؤں اس میں آ جاتے ہیں۔

حوری شاید یہ جوتا سبز دیو کا ہے۔

نوری ۔ یہ اسے کاٹتا ہوگا۔

لالہ فام اس قسم کا جوتا کسی کو نہیں کاٹ سکتا۔

گل فام لیکن یہ سبز دیو کو کاٹ سکتا ہے۔

ماہرو ۔ جب وہ ہنستا ہے تو درخت ہلنے لگتے ہیں۔

خندہ رو ۔ جب وہ چھینکتا ہے تو مکان گر پڑتے ہیں۔

نفیسہ جب وہ چیختا ہے تو اس کی آواز بادل کی کڑک کو مات کرتی ہے۔

جمیلہ جب وہ دوڑتا ہے تو دنیا تہ و بالا ہو جاتی ہے۔

تیز پرواز میں تو اس سے بھی زیادہ تیز دوڑ سکتی ہوں۔

سبک پرواز اور میں تم سے بھی زیادہ دوڑ سکتی ہوں۔

سوسن ان کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس سے ڈر کر اتنا تیز بھاگ سکتی ہیں۔

زرینہ لیکن اس سے ڈر کسے نہیں لگتا (جوتا پھینک دیتی ہے)

حوری جانے دو اس ذکر کو، یہ بتاؤ کہ لالٹینوں کا کیا انتظام ہوگا۔

عنبر اگر وہ وقت پر تیار نہ ہوئیں تو ملکہ معظمہ سخت ناراض

ہوں گی

ماہرو ساری دعوت اکارت جائے گی

خندہ رو ہم وہ کھیل بھی نہ کھیل سکیں گے جو ملکہ معظمہ نے تجویز فرما رکھا ہے۔

(پریاں باری باری بالشتیوں کے متعلق رائے زنی کرتی ہیں)

نرگس تمام بالشتیے سست ہیں۔

سوسن وہ پریوں سے بڑھ کر کام نہیں کر سکتے؟

ماہرو جس کام کو وہ ایک گھنٹے میں کرتے ہیں۔

خندہ رو ہم اُسے ایک منٹ میں کر لیتے ہیں۔

نفیسہ وہ کہتے ہیں کہ کام میں اُنھیں موت کی بھی پروا نہیں۔

جمیلہ یہ صرف اُن کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔

لالہ فام بالشتیے بڑے سست واقع ہوئے ہیں۔

گل فام پریاں بجلی کی طرح کام کرتی ہیں۔

زرینہ اگر انھیں پریوں سے آدھا کام بھی کرنا پڑے۔

عنبر تو وہ پری بننے کا نام تک نہ لیں۔

حوری وہ اسی قابل ہیں کہ دیو کے جوتوں کی مرمت کریں۔

نوری اور اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتے ہیں۔

تیز پرواز یوں بھی وہ بڑے بے پروا ہیں۔

سبک پرواز اپنا مکان خالی چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

ملکہ (دادیر کی طرف دیکھتے ہوئے) پیاری پریو!

(نرگس اور سوسن آگے بڑھتی اور ملکہ کے سامنے جھک جاتی ہیں۔)

نرگس میں خوش ہوں کہ ملکہ معظمہ کو ہم سے اتفاق ہے۔

سوسن کہ تمام بالشتیے سست ہیں۔

شمسی (دوڑتے ہوئے) میاؤں، میاؤں، میاؤں

ملکہ بلی کو اس سے اختلاف ہے۔ اور میں خود بھی تم سے متفق نہیں۔ فی الحقیقت یہ بالشتیے بڑے مصروف آدمی ہیں۔ اچھا یہ تو بتاؤ دعوت میں آب شبنم ہو یا آب شہد

پریاں (ایک زبان) آب شہد

ملکہ (کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتی ہے) شور نہ مچاؤ۔

(پریاں چپ ہو جاتی ہیں) بہت اچھا آب شہد ہی ہوگا۔ (جیب سے رومال نکال کر اس میں ایک گرہ دے لیتی ہے) اب میں اور کھانوں کے متعلق سوچتی ہوں۔

(نرگس اور سوسن دوڑ کر شمسی کے سامنے جا کھڑی ہوتی ہیں)

نرگس (شمسی سے) میرا نام نرگس ہے۔

سوسن میرا نام سوسن ہے۔

نرگس بلی صاحبہ جائیے۔

سوسن اپنے آقا کو بلا لائیے۔

(شمسی جواب نہیں دیتی بھاگ جانے کی کوشش کرتی ہے۔ ماہرو اور خندہ رو اسے گھیر لیتی ہیں)

ماہرو میرا نام ماہرو۔

خندہ رو میرا نام خندہ رو

ماہرو تم بولتی نہیں۔ کیوں۔

خندہ رو شاید خفا ہو ہم سے۔

شمسی - میاؤں، میاؤں (بھاگ جاتی ہے لیکن جمیلہ اور نفیسہ روک لیتی ہیں)

مسالے کا ریشمی دوپٹہ دھونے کا طریقہ

از محترمہ تحسین فاطمہ

ہمارے لباس مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ اونی، ریشمی، سوتی۔ اس لئے ان کے دھونے کے سامان بھی مختلف ہیں۔

سوتی اور ریشمی کپڑے دھونے میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔ ہاں ریشمی کپڑے دھونے میں زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ ریشمی کپڑے کے لئے لکس صابن، سن لائٹ صابن یا ریٹھوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اچھا اب مجھے بتاؤ کہ اگر مسالے کا جارجٹ کا دوپٹہ میلا ہو جائے تو کس طرح دھوؤ گی۔ شاید تمہارے دل میں یہ خیال آئے کہ کون اتنی تکلیف کرے۔ دھوبی کو دے دیں گے دُھل جائے گا۔ لیکن مسالہ لگا ہوا کپڑا دھوبی کو دینے میں بھی احتیاط کی ضرورت ہے مسالے کا کپڑا مسالے سمیت نہیں دھویا جا

پہلے اسے اُتار لو۔ اور صاف کر کے رکھ دو تاکہ خراب نہ ہو۔ پھر دھوبی کو دو۔ یا گھر میں دھولو تو زیادہ اچھا ہے۔ احتیاط سے دھلے گا۔

گھر میں دھونے کی ترکیب یہ ہے:۔

ایک انگیٹھی میں آگ جلا کر پانی ہلکا سا گرم کرلو پھر اُسے تسلے میں ڈال کر اتنا لکس صابن کہ دوپٹہ دُھل سکے، ڈال دو۔ اور ہاتھ سے ہلاتی رہو جب صابن گھل جائے تو اس میں دوپٹہ ڈال دو۔ اور آہستہ آہستہ ملتی رہو۔ حتیٰ کہ اس کا میل نکل جائے زیادہ زور زور سے ملنے سے چھوٹے چھوٹے پھونسڑے نکل آتے ہیں۔ میل نکل جائے تو صاف ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالو۔ جارجٹ کا دوپٹہ، دھونے کے بعد چوڑان میں سکڑتا ہے۔ جب اس کو سوکھنے ڈالو تو چوڑان میں کھینچ کر ڈالو۔ ذرا سی نمی باقی رہ جائے

تو اس پر ہلکی گرم استری پھیر دو۔ استری کرتے وقت بھی جوڑ ان میں کھینچتی جاؤ۔ استری ہلکی گرم ہونی چاہئے۔ ورنہ کپڑا جل جائے گا استری کرنے کے بعد اس پر مسالہ ٹانک لو۔ وو پیٹر دھل کر صاف بھی ہو جائے گا اور مسالہ بھی خراب نہ ہوگا۔

اگر لکس صابن نہ ملے تو جیلی بنا لینا۔ جیلی اس طرح بناتے ہیں۔ سن لائٹ صابن کو باریک باریک کتر لو اور تھوڑے سے پانی میں ڈال کر پکا لو۔ صابن گھل جائے تو اسے اتار کر تھوڑا سا پانی تسلے میں ڈال کر خوب ہلاؤ۔ پھر اس میں کپڑا ڈال کر آہستہ آہستہ ملو۔ لیکن جیلی سے دھونے سے سن لائٹ صابن کی بو رہ جاتی ہے۔ اس لئے خوب اچھی طرح پانی سے صاف کرو تاکہ بو بالکل نکل جائے

اس کے علاوہ ریٹھوں سے بھی دھوتے ہیں ریٹھوں کو توڑ کر تھوڑے سے پانی میں خوب اچھی طرح پکا لو۔ یہاں تک کہ گل جائیں پھر ریٹھوں کا پکا ہوا پانی تھوڑے سے ٹھنڈے پانی میں ڈال کر خوب ہلاؤ کہ جھاگ اٹھ آئیں۔ پھر اس میں کپڑا ڈال کر آہستہ آہستہ ملو اور دھو ڈالو۔ کپڑا صاف ہو جائے گا۔

ٹکٹ کیسے بنتے ہیں

مجید مرزا متعلم جامعہ

بہت سے بھائیوں کو ٹکٹ جمع کرنے کا شغل بہت پسند آیا ہے۔ اکثر بھائیوں نے تھوڑی مدت میں بے شمار ٹکٹ جمع کرلئے ہیں، لیکن یہ بات شاید ہی کسی کو معلوم ہو کہ یہ بنتے کیسے ہیں۔ آج اِسی کے متعلق میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔

جب کبھی نئے ٹکٹ نکالنا ہوتے ہیں تو پہلے یہ طے کیا جاتا ہے کہ یہ کتنا بڑا ہو اور اس پر کیا چیز چھاپی جائے۔ یہ طے ہوجانے کے بعد نقشہ بناتے ہیں اور نمونے کے لئے ایک آزمائشی بلاک تیار کرتے ہیں۔ یہ بلاک اپنی منشاء کے مطابق چھپ جاتا ہے تو اصلی بلاک بنائے جاتے ہیں۔ تم سمجھتے ہوگے کہ بس ایک ہی بلاک سے تمام ٹکٹ چھاپ لیتے ہیں، اگر ایسا کریں تو ایک ہی ٹکٹ کے چھاپنے میں برسوں لگ جائیں اس لئے کہ ایک ایک ٹکٹ لاکھوں کی تعداد میں چھپتا ہے۔ تو کرتے یہ ہیں کہ ایک ساتھ بہت سے بلاک بنوا لیتے ہیں، تاکہ پورا شیٹ ایک ساتھ چھپ جائے۔ یہ شیٹ تم نے ڈاک خانوں میں اکثر دیکھے ہوں گے۔

ٹکٹ کا نقشہ پہلے ایک پالش کی ہوئی پلیٹ پر بنایا جاتا ہے۔ پھر ٹکٹ میں جہاں جہاں لفظوں یا شکل کو نمایاں کرنا مقصود ہو وہاں احتیاط سے تیزاب ڈالتے ہیں، تیزاب اس جگہ کو کھا لیتا ہے۔ مثلاً ٹکٹ پر پوسٹیج ریونیو لکھا ہو تو اس پر تیزاب ڈال دیں گے یہ اتنی جگہ کو کھود دے گا۔ پھر لوہے کے ایک سخت رول سے اتنی زور سے دباتے ہیں کہ ٹکٹ کی پوری شکل اُتر آتی ہے۔ اس کے بعد اس رول کے ذریعے پورے ایک شیٹ کے ٹکٹوں کی پلیٹ تیار کرتے ہیں۔ اس پلیٹ میں بھی پہلے کی طرح مثلاً پوسٹیج ریونیو یا دوسرے الفاظ کی جگہ کھدی ہوگی اور آس پاس کی جگہ

کچھ اونچی ہو گی، اب چھاپنے والا اس پلیٹ پر روشنائی کا رُول گھماتا ہے اس سے کُھدی ہوئی جگہ میں روشنائی بھر جاتی ہے۔ باقی حصّوں کی روشنائی بہت احتیاط سے صاف کرتے ہیں۔ اب پلیٹ پر کاغذ دباتے ہیں، لیجئے ٹکٹ تیار ہو گیا۔ مگر ابھی کہاں ابھی تھوڑی سی کسر ہے۔ یہاں چھپنے کے بعد ٹکٹ دوسری مشینوں کے حوالے کیا جاتا ہے۔ یہ مشینیں ٹکٹ کے دوسری طرف گوند لگاتی ہیں۔ اور اس کے چاروں طرف ننھے ننھے سوراخ کرتی ہیں۔ لیجئے اب جا کے یہ ٹکٹ مکمل اور تمہارے استعمال کے قابل ہوتے۔

پہیلیاں

(۱) ایک پہیلی میں کہوں اُڑی جات ہے لنکا
آدھا نام کواڑ ہے اور آدھا نام ہے پنکھا

(۲) پڑھی نہیں اور اُوچ بجے آوے۔ مرنا جینا ترت بتاوے

(۳) ہاتھ کٹائے پیر کٹائے، کٹائے سر کی چکتی
زندہ پر مردہ چڑھے دیکھو موئے کی مستی

(۴) ایک ناری کا ڈھنگ نرالا۔ اور کا نام اپنا منہ کالا۔

(۵) ایک مندر کے ستر در ہر در میں تریا گھر
بیچ میں واکے امرت تال بوجھے اس کی بڑی مجال

خواجہ باقر حسن

(۶) مل جل کر چل رہے۔ آنکھوں دیکھا خسرو کہے۔

(۷) دس ناری کا ایک نر ÷ بستی باہر اس کا گھر
پیٹھ سخت اور پیٹ پر نرم ÷ منہ میٹھا تاثیر گرم

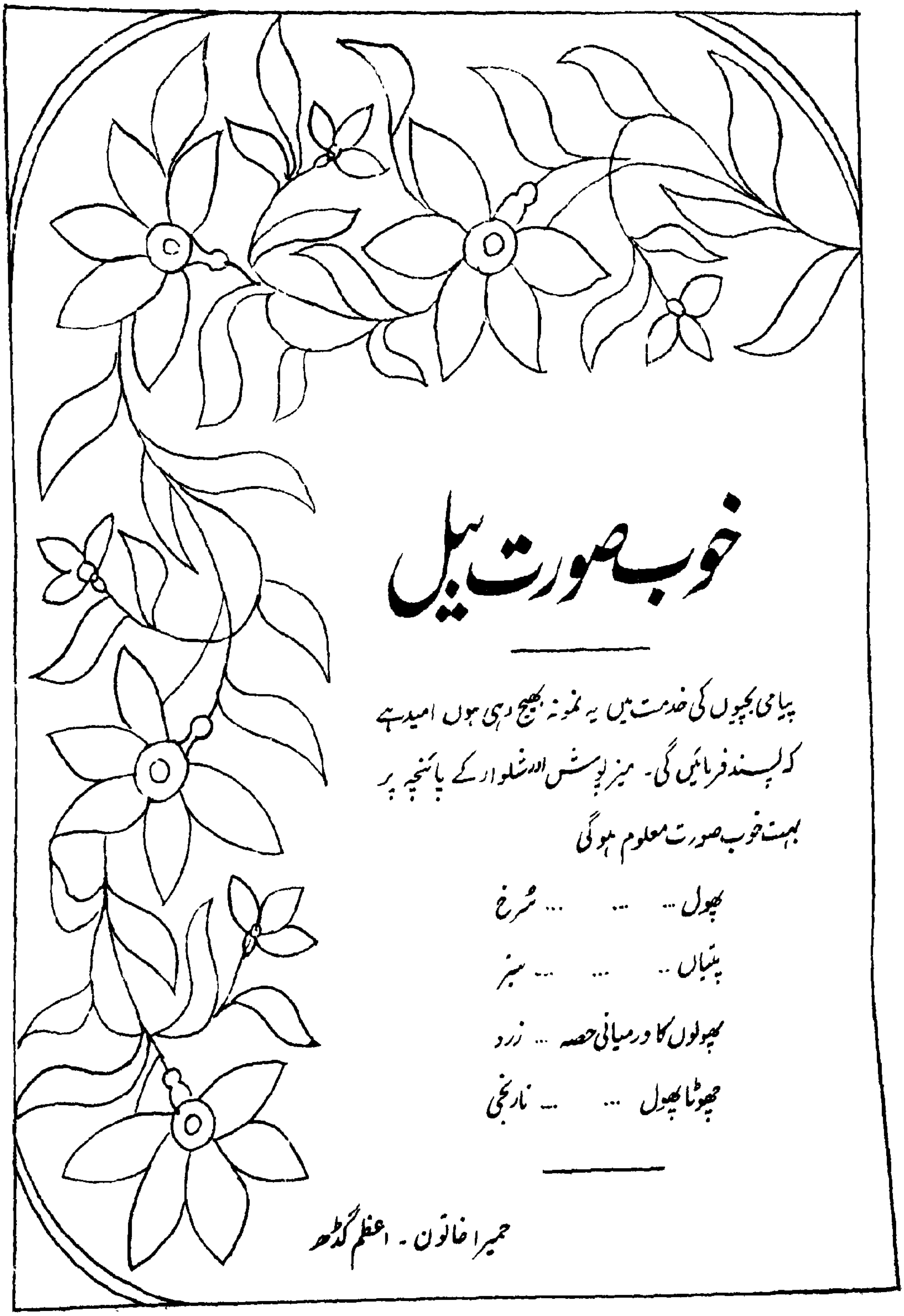
(۸) سر کاٹو تو امن بنے ÷ پاؤں کاٹو تو پیالا
میر خسرو یوں کہیں ÷ رنگ ہو اس کا کالا

(۹) مولی جیسا قلا دہی جیسا بھیں
امیر خسرو یوں کہیں چلو ہمارے دیس

(۱۰) سفید زمین کالا بیج۔ ÷ بونے والا گائے گیت

محمد یحییٰ انصاری۔

(جواب اگلے پرچے میں شائع کئے جائینگے)



خوب صورت بیل

پیامی بچیوں کی خدمت میں یہ نمونہ بھیج رہی ہوں امید ہے کہ پسند فرمائیں گی۔ میز پوش اور شلوار کے پائنچہ پر بہت خوب صورت معلوم ہوگی

پھول ... ... سُرخ

پتیاں ... ... سبز

پھولوں کا درمیانی حصہ ... زرد

چھوٹا پھول ... ... نارنجی

حمیرا خاتون ۔ اعظم گڈھ

ہنڈکلیا

امریکن بسکٹ

میدہ ، آدھ سیر ۔ شکر ، پاؤ بھر ۔ مکھن ، آدھ پاؤ
انڈے ، چار عدد ۔ ریزنگ پاؤڈر ، نصف چھٹانک ۔ دودھ
حسب گنجائش ۔

ترکیب

باریک شکر مکھن میں خوب ملاؤ ۔ پھر انڈوں کی زردی بھی ملالو ۔ اب میدے میں ریزنگ پاؤڈر ملاکر سب چیزیں ملالو اور دودھ سے گوندھ لو ۔ اور پتلے بیلن سے بیل کر پیالی سے چھوٹی چھوٹی ٹکیاں کاٹ لو ۔ اور نیچے اوپر کوئلوں کی آنچ دے کر یا تنور میں سیک لو ۔ مزے دار ہوں گے

ع ، ف ۔ چھپرا مئو ۔

چائناگھاس کے انڈے

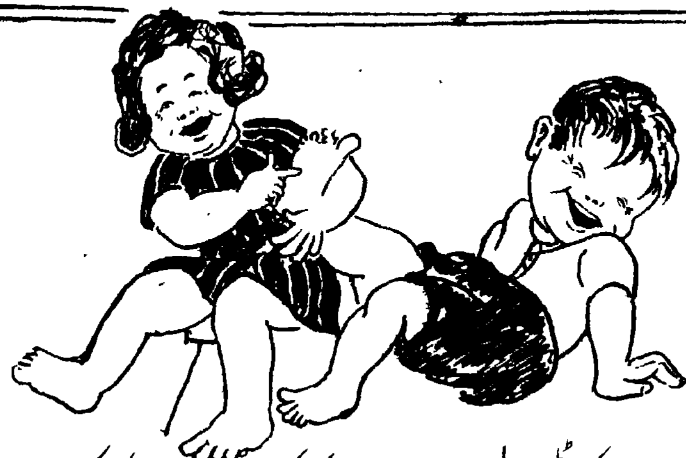
دودھ ، آدھ سیر ۔ چائناگھاس ، ایک تولہ ۔ شکر
آدھ پاؤ ۔ کھویا ، چھٹانک بھر
انڈے حسب ضرورت ۔

ترکیب

چائناگھاس کو باریک باریک قینچی سے تراش کر پانی میں بھگو دو ۔ پھول جائے تو دودھ ڈال کر چولھے پر چڑھا دو ۔ چمچے سے برابر چلاتی رہو ۔ شکر بھی ڈال دو ۔ گاڑھی ہو جائے تو اتار لو ۔ اب انڈوں کی زردی سفیدی نکال کر چھلکے خالی کرو ۔ احتیاط سے خالی کرنا ۔ سوراخ نیچے کی طرف ہو ۔ اب چھلکے دھو ڈالو ۔ کھوئے میں تھوڑی سی زعفران کا رنگ دو ۔ اور تھوڑی سی شکر ملا دو ۔ اب چھوٹی ، چھوٹی گولیاں بنا لو ۔

اب کڑھائی میں راکھ بھر دو اور پانی ڈال کر بھگو دو ۔ اس راکھ میں چھلکے آدھے آدھے گھس دو ۔ اب چمچے سے چائناگھاس کی فیرنی چھلکوں میں ڈال دو ۔ آدھے چھلکے بھر جائیں تو چھوڑ دو تھوڑی دیر بعد کھوئے کی گولی ایک ایک ہر چھلکے میں ڈال دو ۔ اوپر کی بقیہ فیرنی بھی ڈال دو اور خوب اچھی طرح بھر دو ۔ کڑھائی اٹھا کر ٹھنڈی جگہ رکھ دو ۔ جب دیکھو کہ انڈوں کی فیرنی بالکل خشک ہو گئی ہے تو چھلکے احتیاط سے چھیل کر احتیاط سے پلیٹ میں رکھو ۔ ایک طرف کالی مرچ نمک رکھ دو اور چھری ۔ تمھاری سہیلیاں سمجھیں گی کہ ابلے ہوئے انڈے ہیں ۔ وہ کالی مرچ نمک لگا کر کھائیں گی اور تمھیں مزا آئے گا

ط ، ب بنت سید یاد علی صاحب ۔ چھپرا مئو ۔



گدگدیاں

ایک دفعہ ایک صاحب بہت تیزی سے ایک ہوٹل میں داخل ہوئے اور بہت زور سے نوکر کو آواز دے کر فرمایا کہ "ایک پاے کی چالی لاؤ" (ایک چائے کی پیالی)

ایک مرتبہ رات کے وقت میں ایک دوست کے ساتھ سائکل پر جارہا تھا۔ اتفاق سے ہماری سائکلیں بغیر روشنی کے تھیں۔ ایک کانسٹبل نے ہم لوگوں کو دیکھ کر چلانا شروع کیا "اجی لمپ والے حضرت! سائکل سلگائیے۔"

ایک جگہ کچھ لوگ تاش کھیل رہے تھے۔ ان میں ایک صاحب کھیلنا نہیں جانتے تھے۔ چپ چاپ بیٹھے تھے اتفاقاً سامنے کے تھم پر ایک بلی کا بچہ بہ ہزار دقت چڑھ گیا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی بے اختیار آپ کے منہ سے نکل پڑا "ارے چھم پہ تڑی، چھم پہ تڑی۔ (تھم پہ چڑھی)

—— منور حسین۔ حیدرآباد دکن

حکیم صاحب۔ لو یہ نسخہ ایک ہفتہ استعمال کرو۔ اچھے ہو جاؤ گے

مریض۔ حکیم جی بیماری میں پرہیز بھی تو ہوتا ہے۔ یہ بھی فرما دیجئے کہ میں اس عرصے میں کیا کھاؤں اور کیا نہ کھاؤں۔

حکیم صاحب۔ (مریض کی الٹی سیدھی باتوں سے تنگ آکر) بھائی میرا سر نہ کھاؤ اور سب کچھ کھاؤ۔

—— افتخار

ایک نواب صاحب موٹر میں سوار ہو کر جوتا خریدنے گئے۔ جوتے والے کی دکان کے سامنے موٹر ٹھہرائی۔ نوکر نے بڑھ کے کہا "سرکار کے لئے اچھے اچھے جوتے لاؤ"

دکان دار نے کہا حضور یہیں تشریف لائیں گے یا میں خود جوتا لے کر حاضر ہوں"

—— احسان اللہ خاں ساگر

دوست۔ بھلا یہ تو بتائیے۔ ڈاکٹر صاحب کبھی آپ نے غلطی بھی کی ہے۔؟

ڈاکٹر۔ زندگی میں صرف ایک مرتبہ۔

دوست۔ کب؟

ڈاکٹر۔ میں نے ایک امیر کا علاج کرکے صرف دو دن میں اچھا کر دیا تھا۔

—— ملک علی امام مظفری



خط لکھا جا رہا ہے



جاپانی بچے تیلیوں سے کھانا کھا رہے ہیں

ٹکٹوں کی خبریں

خواجہ حافظ نبی احمد صاحب - پانی پتی

ہندوستانی نئے ٹکٹ

ہندوستان کے نئے باتصویر ٹکٹ ۱۵ دسمبر ۳۷ء سے جاری ہوگئے ہیں ان ٹکٹوں کے متعلق پوری معلومات مع تصاویر ہم اکتوبر کے پیام تعلیم میں دے چکے ہیں۔ ہندوستانی ٹکٹوں کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ باتصویر ٹکٹ مستقل طور پر جاری ہوئے ہیں۔ ان ٹکٹوں کی بہت مانگ ہوگی اور جمع کرنے والوں کو غیر ممالک کے ٹکٹوں سے مبادلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

ٹکٹ کے شوقینوں کی خاطر اس موقع پر ڈاک خانے نے ایک کتاب شائع کی ہے۔ جس میں تمام نئے ٹکٹ بہت خوب صورتی کے ساتھ لگائے گئے ہیں۔ اور ہندوستان میں ڈاک کی مختصر تاریخ بھی لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب تمام بڑے ڈاک خانوں سے تین روپے بارہ آنے میں خریدی جاسکتی ہے۔ جن پیامیوں کو اس کتاب کے حاصل کرنے میں کسی قسم کی دقت ہو وہ چار روپے ایڈیٹر صاحب کو بھیج دیں۔ ان کو یہ کتاب بذریعہ رجسٹری بھیج دی جائے گی۔

یونانی ٹکٹ

یونان نے ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ تمام ٹکٹ باتصویر ہیں۔ جن میں یونان کی قدیم تہذیب و تمدن کو ظاہر کیا گیا ہے۔ طلبار کے لئے یہ سٹ یقیناً بہت مفید ہوگا۔ عام معلومات اور یونان کی قدیم تاریخ سے واقفیت حاصل ہوگی

ریل کے ٹکٹ

آسٹریا میں ریل کو جاری ہوئے سو سال ہوگئے ہیں۔ چنانچہ اس واقعہ کی یادگار منانے کے لئے آسٹریا نے تین ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ ایک ٹکٹ پر سو سال پہلے کے انجن کی تصویر دکھائی گئی ہے۔ دوسرے پر موجودہ زمانے کے ایک تیز رفتار انجن کی اور تیسرے پر بجلی سے چلنے والے انجن کی تصویر ہے۔

اٹلی کے نئے ٹکٹ

پچھلے مہینے ہم ایک سٹ کا ذکر کر چکے ہیں جو اٹلی نے قیصر آگسٹس کی یادگار میں جاری کیا ہے اب معلوم ہوا ہے کہ ایک اور سٹ اٹلی سے جاری ہونے والا ہے۔ جس پر اٹلی کے مشہور مصنفین، ماہرین فن عمارت اور ماہرین موسیقی کی تصاویر ہوں گی۔

اب تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ ان ٹکٹوں کے جاری کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اٹلی ٹکٹوں کے ذریعے پروپگنڈا کرنا خوب جانتا ہے۔

نہر پانامہ کا ٹکٹ

وسطی امریکہ سے ۱۲ سینٹ کا ایک ٹکٹ جاری ہوا ہے جس پر جنرل ولیم سیبرٹ (WILLIAM L. SIBERT) کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ اس جنرل نے نہر پانامہ کی تعمیر میں خاص حصہ لیا تھا

خط کتابت

ایڈیٹر صاحب تسلیم

بہتر ہوگا کہ آپ رسالہ پیام تعلیم میں رنگ بھرنے، تصاویر اتارنے اور فوٹوگرافی کے متعلق بھی نئے طرز کے مضامین شائع کیا کریں تاکہ ہم آپ کی رہنمائی میں اس فن میں بھی کچھ مہارت پیدا کرسکیں

اگر ہر ایک خریدار پیام تعلیم کا ایک ایک نیا خریدار پیدا کرے تو کیا آپ رسالے کی ضخامت میں آٹھ، دس ورق (۱۶-۲۰ صفحے) کا اضافہ کرسکیں گے۔ اس تحریک کو اپنے رسالے میں جاری کریں پھر معلوم ہوگا کہ میری تائید میں کتنے خریدار ہوتے ہیں۔ ہر ایک خریدار کو چاہیے کہ آپ کے رسالے کی اشاعت بڑھانے میں پوری کوشش کرے جس سے ہمیں بھی بہت فائدہ ہوگا۔

طاہر محمد جمیل ۵۳۱

ایڈیٹر صاحب تسلیم

میں یہ ایک ٹکٹ افغانستان کا بھیج رہا ہوں کوئی بھائی سوائے ہندوستان کے کسی غیر ملک کے ٹکٹوں سے تبدیل کرنا چاہیں تو میرے پاس تقریباً ۱۰۰ ٹکٹ ہوں گے۔ آپ کی معرفت تبدیل کردوں گا۔

مقبول احمد عشرت

ایڈیٹر صاحب تسلیم

یہ معلوم کرکے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے فوٹوگرافی کے لئے بھی انعام مقرر کیا ہے مجھے فوٹوگرافی سے بہت زمانے سے دلچسپی ہے۔ مجھے حیدرآباد کے سلور جوبلی کے ٹکٹوں کے مکمل سٹوں کی بہت کافی تعداد میں ضرورت ہے اور میں اُن کے بدلے میں بہت سے باہر کے ملکوں کے ٹکٹ دے سکتا ہوں

از بشیر احمد، احمد منزل۔ ارکی۔ جہاں آباد۔ گیا



ایڈیٹر صاحب تسلیم

رنگ بھرنے کی تصویر کا صفحہ بالکل سادہ ہونا چاہیے یعنی اس کے پیچھے کسی قسم کا اشتہار یا اور کچھ بالکل نہیں ہونا چاہیے۔

میرے پاس ریاست بھوپال کے ٹکٹ ہیں جو صاحب تبدیل کرنا چاہیں اس پتہ سے کریں۔

اقبال احمد

معرفت سید مختار احمد انسپکٹر پولیس سی، آئی، ڈی۔ بھوپال

ایڈیٹر صاحب

پیام تعلیم کو اگر دو حصوں یعنی "عالم نسواں" اور مضامین بغرض "طلبہ عام" میں تقسیم کردیا جائے تو مضامین کے شائع کرنے اور "پیام" کی ترتیب میں سہولت پیدا ہو جائے گی اور خریداروں کو جس قسم کے مضامین کی زیادہ رغبت ہوگی۔ وہ اسی قسم کا رسالہ طلب کریں گے۔ اس تجویز پر تمام برادری غور کرے تو مناسب ہوگا۔ خواجہ اشرف الدین

ایڈیٹر صاحب تسلیم

ایک بات کی مجھے شکایت ہے۔ پیام تعلیم میں لڑکیوں کا حصہ برائے نام ہوتا ہے۔ کم از کم دو تین صفحے تو ضرور لڑکیوں کے لئے مخصوص ہونے چاہئیں۔ امید ہے کہ آئندہ آپ خیال رکھیں گے۔

بنت محمد عباس صاحب ڈپٹی کلکٹر۔ کوڑا گھاٹ

تمہارا خیال غلط ہے لڑکیوں کے لئے چار پانچ صفحے تو اب بھی ہوتے ہیں، آئندہ اور بڑھانے کا ارادہ ہے۔ "ایڈیٹر"

پیامِ برادری

پیامی بچیوں اور بچوں کو عید مبارک

پیامی بچو اور بچیو! خدا تمھیں پروان چڑھائے۔ جنوری کے مہینے میں سردی زیادہ ہو جاتی ہے۔ اب اللہ نے کیا تو بہت کم ہو جائے گی۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اس سردی کا اثر تمہارے جوش اور ارادوں پر بھی پڑا ہے۔ میں نے جو عنوان مقابلے کے لئے بتائے تھے ان پر بس دو مضمون اور آئے ہیں۔ ایک تو شاہ بلیغ الدین اور ایک بشر احمد صدیقی کا۔ بچیوں میں صرف ایک بچی حسن آرا بیگم نے ایک مضمون بھیجا ہے اور بس۔ تصویروں کے انعامی مقابلے میں صرف تین لڑکوں راما نند شرما، اُزیر احمد اور ابو الکلام کی تصویریں آئی ہیں۔ اب سردیاں ختم ہو رہی ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ کچھ سرگرمیاں دکھاؤ گے۔

رنگ بھرنے کے انعامی مقابلے میں۔ اب کی ان بچیوں اور بچوں نے حصہ لیا ہے۔ خالد حسن قادری (آگرہ)، مسعود الرحمٰن خاں (فرخ آباد)۔ منظر الدین احمد (ٹیکسلا)، محمد اصغر علی (بہار شریف) عارفہ حیدر حسین (لکھنؤ) حمیرا خاتون (اعظم گڑھ) التفات اکبر (لکھنؤ) محمد سعید خاں (دہلی) انور علی شاہ (دہلی) سید شاہ شرف عالم (بھاگل پور) سید محمد اختر الزماں (سدی پیٹھ) الطاف حسن (لودیانہ) راما نند شرما (سیالکوٹ)، جمیل احمد (بمبئی) محمد اکرام خاں (چیچا وطنی) رفیق احمد (شملہ) امیر اللہ خاں (ساگر)

ان میں رفیق احمد، اول۔ محمد اکرم خاں، دوم۔ اور امیر اللہ خاں، سوم آئے۔ ایک تصویر کے ساتھ کوپن نہیں تھا۔ مقابلے میں شامل نہیں کی گئی۔

بعض بچوں کو عزیزی بشر صدیقی کی اس تجویز سے کہ ممبری کے لئے عمر سولہ کی جگہ بیس تک رکھی جائے اور عزیزی ظہور احمد کی اس تجویز سے کہ ممبروں کے لئے بیج کی قیمت ادا کرنا لازمی نہ ہو۔ اعتراض ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ دوسرے پیامی بھی اس کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کریں اگر زیادہ بچوں کو اختلاف ہوا تو وہی پرانی صورت باقی رہے گی۔

اب میں بچوں اور بچیوں کے لئے انعامی مقابلے کے سلسلے میں کچھ عنوان لکھتی ہوں۔ مضمون زیادہ سے زیادہ چار صفحے کا ہو۔ بہت خوش خط صفحے کے ایک ہی طرف

(۱) جاڑا، گرمی، برسات میں سے تمھیں کون سا موسم پسند ہے۔

(۲) اپنی کوئی دلچسپ شرارت لکھو۔ جس پر سزا بھی ملی ہو
(۳) اپنے مدرسے میں تم کون سا مضمون زیادہ پسند کرتے ہو اور کیوں؟۔
(۴) اب کے عید میں کیا کیا دلچسپیاں رہیں۔

اس مقابلے میں بچیاں بھی حصہ لے سکتی ہیں۔ علاوہ ان کے وہ پچھلے عنوان پر مضمون لکھ سکتی ہیں یعنی سہیلیوں کی دعوت کا انتظام کیسے کیا جائے گا۔ مضمون زیادہ سے زیادہ رسالہ پہنچنے کے دس دن بعد تک بھیجا جا سکتا ہے۔

تم سب کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ عزیزہ اسلام فاطمہ نے آگرے میں شاخ قائم کر دی ہے۔ میرٹھ میں عزیزہ آمنہ عمر کوشش کر رہی ہیں۔ اور اللہ نے کیا تو ان کی شاخ بھی بہت کامیاب رہے گی۔ ادھر کچھ دنوں سے بچیاں اس معاملے میں زیادہ جوش دکھا رہی ہیں۔ اور برابر آگے بڑھی جا رہی ہیں ــ اور بچے اس دوڑ میں پیچھے رہے جاتے ہیں۔ یہ بات کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ آگے تم جانو۔

اچھا خدا حافظ

تمہاری آپا جان

خطوں کے جواب :ــ

عزیزہ اسلام فاطمہ (آگرہ) سلمہا۔ خیر خدا کا شکر ہے کہ تم سب اور والد صاحب اب اچھی طرح ہو۔ اللہ ہمیشہ اپنے حفظ و امان میں رکھے (آمین) برادری کی شاخ تم نے قائم کر لی ہے۔ مجھے تمہاری ہمت اور جوش سے یہی امید تھی۔ سچ جانو بڑی خوشی ہوئی۔ بس اب یہی کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ بہنیں اس میں شامل ہوں۔ اس کی دلچسپیاں بڑھیں اور یہ ایک کام کی چیز ہو جائے۔ مجھے تعجب ہے کہ ان دونوں بچیوں نے تمہیں جواب کیوں نہیں دیا۔ آمنہ عمر بے شک بہت اچھی اور پرجوش لڑکی ہے۔ وہ بھی تمہاری طرح انجمن بنانے کی فکر میں ہے مگر تم بازی لے گئیں۔ اپنی سکریٹری صاحبہ کو میرا سلام پہنچا دینا دوسرے ممبروں کو بھی۔ میری تصویر پیام تعلیم میں ایک بار چھپ چکی ہے۔ بار بار اشتہار برا معلوم ہوتا ہے۔ تمہیں ایک تصویر بھیج دوں گی ہاں بیٹی بچوں سے اسی طرح پیار اور محبت کا سلوک کرنا چاہئے۔ مارنے پیٹنے کا زمانہ اب گیا اپنے والد، والدہ اور بہنوں کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ تمہاری آپا جان

عزیزی خالد (آگرہ) سلمہٗ میاں میں اپنے دستخط بھیجنا بھول گئی۔ اب بھیج دوں گی۔ سردی یہاں بھی زوروں پر ہے۔ دو ایک ہفتے میں انشاء اللہ کم ہو جائے گی۔ تقسیم انعام کے جلسے میں تمہیں بھی کوئی انعام ملا ہے؟ ہرے گلاب اور ٹماٹر کے بیجوں کے بارے میں تم کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ پنجاب جاؤ تو دہلی ضرور اترنا۔ مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہوگی۔ تمہاری آپا جان

عزیزی یوسف (آگرہ) سلمہٗ سالگرہ نمبر میں تمہارا مضمون میں نے دیکھا تھا۔ اچھا لکھا ہے۔ جرمنی سے تمہارے خط کا جواب آ گیا

ہے۔ اس کا ترجمہ مع اصل تمھیں بھجوا رہی ہوں۔ پیام برادری کی شاخ کے معاملے میں تمھارے ہی شہر کی بچیاں بازی لے گئیں۔ انھوں نے بچیوں کی ایک شاخ قائم بھی کردی۔ تم بھی کوشش کرو۔ ابھی آگرے میں ممبر بہت کم ہیں۔ اپنی بہنوں کو میری دعا پہنچا دینا۔

تمھاری آپا جان

عزیزی منور (حیدرآباد) سلمہا۔ برادری کے ممبروں کی عمر کے بارے میں تمھاری رائے معلوم ہوئی۔ عزیزی مبشر کی یہ تجویز پیام تعلیم کی مجلس نے منظور کی تھی۔ اگر اکثر بچوں نے اسے نامنظور کیا تو پہلا فیصلہ برقرار رہے گا۔ تمھارے تفصیلی جواب کی میں منتظر رہوں گی۔

تمھاری آپا جان

عزیزہ ممتاز (کلیان)، اسپین فنڈ کا چندہ مل گیا۔ اپنا پورا پتہ تم ہر خط میں لکھا کرو۔ تمھارے خط مجھے کیوں نہ ملیں گے اپنی اپنی اور دادی کو میرا سلام پہنچا دینا۔ بچوں کو دعا۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی وقار (میرٹھ) سلمہ۔ کوپن اور ایک بیج کی قیمت مل گئی۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ تم اپنی برادری بڑھانے کی اتنی کوشش کر رہے ہو۔ اگر سب پیامی اسی طرح ممبر بنائیں تو کچھ دنوں میں ممبروں کی تعداد کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔ کوپن تو مل گئے ہوں گے۔

تمھاری آپا جان۔

عزیزہ اختر (لاہور)، تمھارا کوپن مل گیا۔ تم اپنا نام والد کا مشغلہ۔ اسکول میں پڑھتی ہو تو درجہ وغیرہ انگریزی میں لکھ کر بھیج دو۔ خوشی کی بات ہے کہ پیام تعلیم تمھیں پسند ہے۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزہ حمیرا (اعظم گڈھ) تمھارا خط ملا۔ تمھارا کوپن اور ٹکٹ مل گیا ہے۔ اطمینان رکھو۔ اڈیٹر صاحب سے معلوم ہوا کہ تمھاری ایک بیل اس پرچے میں چھپ رہی ہے۔ پھول بھی شائع ہو جائے گا۔ تمھاری آپا جان

عزیزی امیر اللہ (ساگر) کوپن اور قواعد تمھیں مل گئے ہوں گے۔ یہاں ابھی تک تو بہت سردی ہے۔ مگر تھوڑے دنوں میں کم ہو جائے گی۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگے۔ تمھاری آپا جان۔

عزیزی ازہر (ارکی)، تمھاری کامیابی سے مسرت ہوئی۔ خدا مبارک کرے اور ہر درجے میں تم اسی طرح کامیاب ہو۔ تمھارے خط کا جواب ابھی تک نہیں آیا ہے۔ حیدرآباد کے پتے لکھتی ہوں۔ سید عبد اللہ معرفت پرنسپل صاحب عثمانیہ کالج اورنگ آباد دکن۔ اطہر علی خاں معرفت منظر علی خاں صاحب وکیل۔ پربھنی۔ بھوپال کا پتہ یہ ہے:۔ اقبال احمد معرفت مولوی سید مختار احمد انسپکٹر سی آئی ڈی بھوپال۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگے تمھاری آپا جان۔

عزیزی رامانند (سیالکوٹ)، دونوں کوپن مل گئے۔ پن فرینڈ والی تجویز پر کچھ دنوں بعد عمل ہو سکے گا۔ جب بہت سے پتے جمع ہو جائیں گے۔ تم کیا کتاب لکھ رہے ہو۔ اس قسم کے پریس پہلے دہلی میں بنتے تھے۔ مگر مانگ نہ ہونے کی وجہ سے کارخانہ ٹوٹ گیا۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگے۔ تمھاری آپا جان

عزیزہ حسن آرا (میرٹھ) سلمہا - تمھارا مضمون مل گیا - بس ایک تم ہی نے لکھا ہے اور کسی بچی نے ادھر توجہ نہیں کی - میں تمھیں انعام بھجوادوں گی - اب تو تم ہماری برادری کی ممبر بھی ہوگئیں - وقار میاں کی معرفت تمھارا کوپن مل گیا - تمھاری آپا جان -

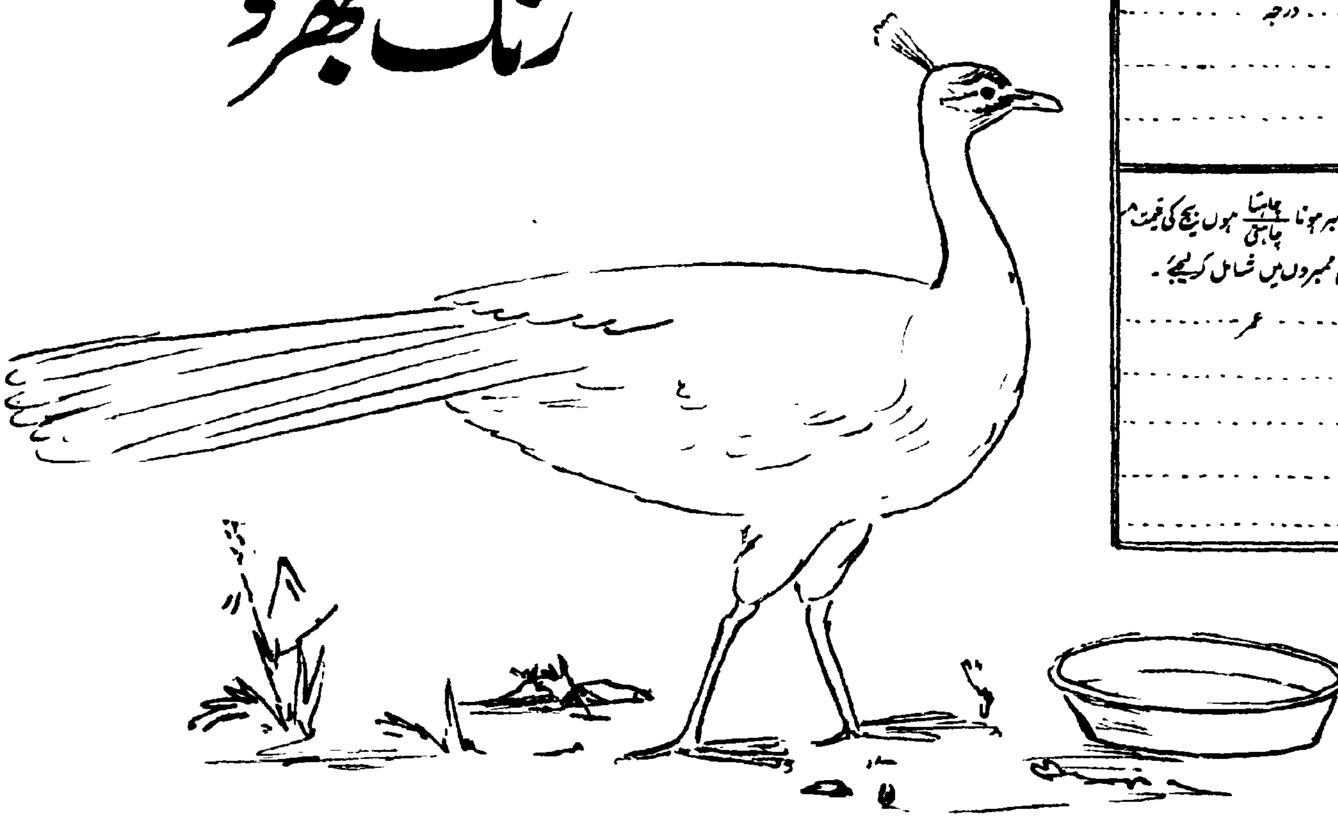
عزیزی جمیل (بمبئی) سلمہٗ - تمھارا انعام تو نومبر میں بھیج دیا گیا - تعجب ہے کہ تمھیں کیوں نہ ملا - کوپن مل گیا - خوشی کی بات ہے کہ سالگرہ نمبر تمھیں پسند آیا - تمھاری آپا جان -

یہ بچے ہماری برادری کے باقاعدہ ممبر ہیں اور انھیں برادری کی دلچسپیوں میں حصہ لینے کا پورا حق ہے -

محمد الٰہی دہلوی (کلکتہ)
مجتبیٰ احمد (گیا)
طاہرہ بیگم (ساگر)
امیر اللہ خاں (ساگر)
شفیق احمد (ساگر)
الطاف حسین لدھیانہ
احسان الحق (دہلی)
نصیر الدین حسن (دہلی)
حمیرا خاتون - (اعظم گڈھ)
مظفر الدین احمد صدیقی (ٹیکسلا)
سید عبد اللہ (اورنگ آباد)
ثروت آصفہ (سہارنپور)
التفات اکبر (لکھنؤ)
محمودہ بیگم (تناؤلی)
سید صلاح الدین اوکھلا - (دہلی)
احمد خضر خاں زبیری (لکھنؤ)
احمد حسن لکھنؤ
شیخ صلاح الدین (جہلم)
معین الدین احمد انصاری (حیدرآباد دکن)
محمد سمیع اللہ شریف (داونگرہ)
محمد علی بھٹکلی (جامعہ نگر - اوکھلا)
کپور چند جین (سیالکوٹ)
انیس الحسن (پٹنہ)
حسن آرا بیگم (میرٹھ)
احمد حسن - (سیلون)
محمد علی مرشد (عدن)
سعیدہ خاتون - (اٹاوہ)
عنایت الرحمٰن (میرٹھ)
الطاف فاطمہ (لکھنؤ)
بلقیس بانو (میرٹھ)
اختر الرحمٰن (لاہور)
شاہد منظور - (میرٹھ)
نسیمہ احمد (نئی دہلی)
شمس العارفین (میرٹھ)
سلیمہ احمد (نئی دہلی)
پرتھی راج (سیالکوٹ)

موہن لال (سیالکوٹ)

رنگ بھرو



نام ....

عمر .... درجہ ....

تصدیق ....

پورا پتہ ....

میں پیام برادری کا ممبر ہونا چاہتا/چاہتی ہوں ٹکٹ کی قیمت ملا حاضر ہے۔ میرا نام ممبروں میں شامل کر لیجیے۔

دستخط .... عمر ....

پیدائش کی تاریخ ....

پورا پتہ ....

....

خاص شوق ....

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۹

بچوں کی نئی کتابیں

۱- **لال مرغی** باتصویر:- عبدالواحد صاحب سندھی نے چھوٹے بچوں کے لئے لال مرغی، مینڈک اور خالہ بلی کی اَن بن اور بعد میں پھر دوستی بہت اچھے پیرایہ میں لکھی ہے۔ صفحات ۲۸ قیمت ۲ ر

۲- **چھدّو اور دوسری کہانیاں**:- اس میں چار بہت دلچسپ کہانیاں ذرا بڑے بچوں کے لئے ہیں۔ چھدّو اور باچھو ترجمہ رقیہ ریحانہ کی لکھی ہوئی ہیں۔ آخری قدم۔ ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب کی اور چوتھی پان کو۔ امتیاز حسین صاحب بی۔ اے جامعہ۔ قیمت

۳- **چھوٹا چھتّو**:- از محمد حسین حسان صاحب ایڈیٹر پیام تعلیم۔ ایک ننھے منّے چوہے کی شوخی اور شرارت کی دلچسپ کہانی۔ بہت اچھی ہے۔ قیمت ۲ ر

انعامی مقابلہ:- از محمد حسین حسان ایڈیٹر پیام تعلیم۔ بڑے مزے کی کہانی ہے جیسے تمہارے مدرسے میں ہاکی فٹ بال کرکٹ وغیرہ کے آئے دن مقابلے ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح میاں الّو کے مشورے سے بہت سی چڑیوں نے گھونسلا بنانے کا مقابلہ کیا ہے اور خود الّو صاحب جج بنے ہیں۔ جگہ جگہ چڑیوں کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۲ ر

۵- **عقاب اور دوسری کہانیاں**:- یہ ذرا بڑے بچوں کے لئے ہے۔ سب کی سب بہت اچھی اور دلچسپ۔ ابو کی بکری کو ذرا دیکھو جانور بھی غلام رہنا پسند نہیں کرتے تو بھلا انسان کا کیا کہنا۔ بیچاری لڑتے لڑتے مرجاتی ہے۔ لیکن غلام رہنا پسند نہیں کرتی۔ قیمت ۴ ر

۶- **پلوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی**:- کسان کی کھیتی اور پلوری کا نکل بھاگنا، اس کا پیچھا اور کسان کی بیوی کے ساتھیوں، خرگوش، لومڑی، اور کتوں میں کسی کے ہاتھ نہ لگنا۔ بہت ہی مزیدار ہے۔ قیمت ۲ ر

مکتبہ جامعہ

دہلی - نئی دہلی - لاہور

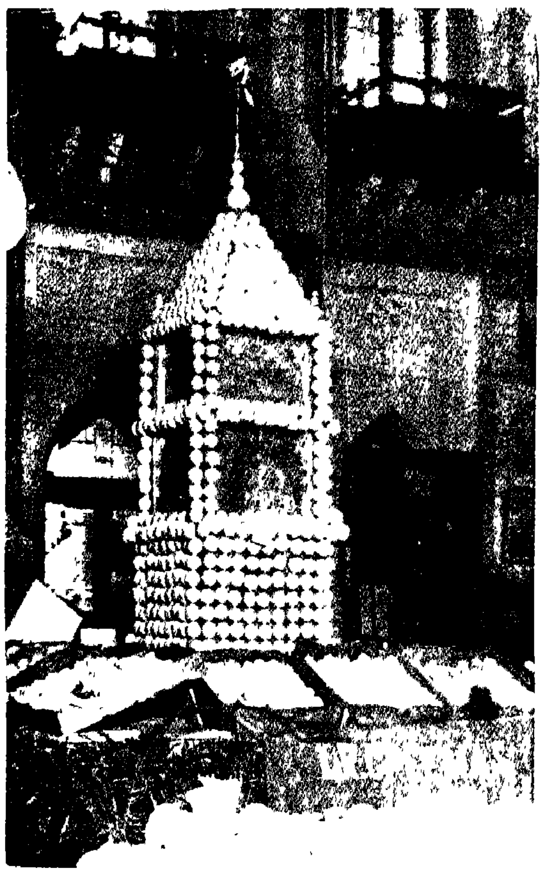
بچوں کے لئے جامعہ کی کتابیں

بچوں کا قاعدہ
رہنمائے قاعدہ
بچوں کی کتاب
آسان خوش خطی
حصہ اول
حصہ دوم
حصہ سوم
حصہ چہارم
جلد والیں (اول و دوم، سوم، چہارم)
مشق خوش نویسی
بچوں کا حساب
حصہ چہارم
حصہ پنجم
حصہ ششم
ہمارے نبی
ہمارے رسول
سرکار دو عالم
گلزار ملت
قصص الاسلام
بچوں کا اسلام

ہمارا دین
الود والر یحان
چالیس حدیثیں
اچھی باتیں
نبیوں کے قصے
اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں
حصہ اول
حصہ دوم
تاریخ ہند کی کہانیاں
حصہ اول
حصہ دوم
کائنات
دنیا کے بچے
دنیا کے بسنے والے
تعلیمی کھیل
بچوں کی نظمیں
بچوں کے اسماعیل
بچوں کا چڑیا گھر
بچوں کی رباعیاں
ننھی مرغابی

بچوں کی کہانیاں
مرغی اجیسر علی
تانبیل خاں
نیت کا پھل
شیدلا
چھدرو
بیکاری
شہزادی گلنار
عقاب
خیگو کی بلی
چھنو ناچو
پوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی
ترکوں کی کہانیاں
دیانت
شریر لڑکا
قوم پرست طالب علم
بچوں کا انصاف
محنت
اسکول کی زندگی

مکتبہ جامعہ نئی دہلی، دہلی - لاہور



پھلوں کا مندر

پہلا انعام



صبح کا کام

رام سدد شرما

دوسرا انعام



برسات

زبیر احمد

پسند کیا گیا



روٹی کی تلاش

اے-کلام

ایک خط

چترال

۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء

محترمی زاد لطفہٗ ، السلام علیکم

میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ فرزندم محمد شبلی خان کو "پیام تعلیم" کے ساتھ آپ سے زیادہ اُلفت ہے لیکن اس کی بے چینی اور انتظار اور رسالہ ملنے پر ہر شخص کو اُس کے مضامین پڑھ پڑھ کر سُنانا اور پھر پیام کا "پیام بر" بن کر میرے ہر ملنے والے سے اس کا خریدار بننے کی فرمائشیں کرنا۔ یہ ایسے حقائق ہیں کہ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ پیام کا آپ سے کم خیر خواہ نہیں۔ اس سے پہلے بارہ (۱۲) خریدار دے چکا ہے اب پھر اس کی کوششوں سے پانچ خریدار بن رہے ہیں۔ لہذا آپ پیام تعلیم کا جنوری کا پرچہ بذریعہ وی پی بھیج کر سالانہ چندہ وصول فرمائیں۔ ....

عطاء اللہ خاں

ہمیں یقین ہے کہ سبھی پیامیوں کو اپنے پرچے سے کم بڑھ اتنی ہی محبت ہو گی۔ بس فرق اتنا ہے کہ عزیزی میاں شبلی سلمہٗ اس کا عملی ثبوت بھی دیتے رہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

پیامِ تعلیم دہلی

پیامِ تعلیم :۔ یوپی، سی پی، برار میسور اور دوسری ریاستوں کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا" منیجر"

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی (جامعی)

قیمت سالانہ عہ ۔ فی پرچہ ۳ر ۔ مع ضمیمہ ۴ر

نمبر ۳	مارچ سنہ ۳۸ء	جلد ۲۱

فہرستِ مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے، پی ایچ ڈی ۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی

مزے دار کہانی

از جناب ایم اے وفا فرخ آبادی

ایک تھی چڑیا ایک چروٹا ۔۔۔ جنھوں نے مل کر کھیر پکائی
چڑا تو لایا دودھ بتاشے ۔۔۔ چڑیا چونچ میں چاول لائی
چڑے نے ڈھونڈا لکڑی ایندھن ۔۔۔ چڑیا نے پھر آگ جلائی
چڑے نے دھوئے برتن باسن ۔۔۔ چڑیا نے پھر کھیر چڑھائی
چڑا تو پھونکے آگ برابر ۔۔۔ چڑی نے گھوٹم گھاٹ لگائی
دم بھر میں تیار ہوئی وہ ۔۔۔ دونوں نے جب چھٹی پائی
چڑا نہایا نہر پہ جاکر ۔۔۔ چڑیا گھر میں خوب نہائی
چڑا چڑی تو ہم سے اچھے ۔۔۔ بچو! دیکھو ان کی صفائی
نہا کے جی کو چین ملا جب ۔۔۔ دونوں نے پھر کھیر اُڑائی
بچے چیز ذرا سی پاکر ۔۔۔ کرتے ہیں وہ مار کٹائی
اُن سے اچھے چڑی چروٹے ۔۔۔ جنھوں نے مل کر کھیر پکائی
مل جل کر سب کام بنائے ۔۔۔ کھیر بھی کیا مل بانٹ کے کھائی

پریم سے سارے کام بنیں گے
کھائیں گے بچّے دودھ ملائی

نوٹ:- ماہ اکتوبر [illegible] میں آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن سے براڈ کاسٹ ہو چکی۔

بچوں سے باتیں

بہت خوشی کی بات ہے کہ پیامی بچے اپنی برادری کے ممبر بڑھانے اور اپنے رسالے کے خریدار بنانے کی بہت کوشش کر رہے ہیں۔ عزیزی محمد شبلی خاں افغانی سب میں پیش پیش ہیں۔ انھوں نے کوئی ایک سال ہوا پیام تعلیم کے بارہ خریدار بنائے تھے۔ پانچ اب بنائے ہیں۔ انھیں اپنے پرچے سے بہت زیادہ محبت ہے۔ اس کا اندازہ اس خط سے ہوگا جو اسی پرچے میں کسی دوسری جگہ چھپ رہا ہے۔

ان کے علاوہ عزیزی منور حسین (حیدرآباد) ضیاء الرحمٰن (کلکتہ) معین الدین احمد انصاری (حیدرآباد) عزیزی طیبہ امام (علی گڑھ) اور بہت سے بچوں نے کئی کئی خریدار بنائے ہیں جن جن بچوں نے ہمیں خط لکھ دیا ہے انھیں فوراً انعام بھجوا دیا گیا ہے ہمیں امید ہے کہ خریدار بنانے والے سب پیامی ہمیں اطلاع دیتے رہیں گے تاکہ ہم جلد سے جلد انھیں انعام بھجوا سکیں۔

پچھلے پرچے میں پیام تعلیم پر عنایت فرمانے والوں کے نام چھپے تھے۔ ان میں جناب عبدالجبار صاحب (حیدرآباد دکن) کے نام کی جگہ غلطی سے مقبول احمد چھپ گیا اس غلطی کا ہمیں افسوس ہے۔ امید ہے کہ جبار صاحب اس اتفاقی غلطی کو معاف فرمائیں گے

پچھلے مہینے ہم نے سب پیامیوں سے اگلے سال گرہ نمبر کے بارے میں مشورہ مانگا تھا مگر اب تک کل تین ہی بچوں نے اپنے مشورے ہمارے پاس بھیجے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ سب پیامی اس میں حصہ لیں۔ اس لئے ہم اس کی تاریخ بڑھائے دیتے ہیں۔ اب دس مارچ تک بچے اپنی رائیں بھیج دیں۔ یہ رائیں یا مشورے مضمون کی صورت میں ہوں اور انھیں لکھنے سے پہلے تم ابا، امی اور ماسٹر صاحب سے بھی مشورہ لے سکتے ہو۔ مگر مضمون تم ہی لکھنا بہت خوش خط اور صاف ستھرا۔ جس کا مشورہ سب سے بہتر سمجھا جائے گا۔ اسے اچھا سا انعام دیا جائے گا۔

جنوری کا پیام تعلیم بعض مجبوریوں سے دو چار روز کی دیر سے نکلا تھا۔ فروری کا پرچہ ٹھیک وقت پر شائع ہوا بہت سے بچوں نے اس بات پر اپنی خوشی ظاہر کی ہے ہم انھیں اطمینان دلاتے ہیں کہ اب انھیں اللہ نے چاہا تو اپنے پرچے کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ انھیں ٹھیک وقت پر مل جایا کرے گا۔

اس پرچے کے اکثر مضمون ہمیں امید ہے کہ تمھیں بہت پسند آئیں گے۔ اگلے پرچے میں بھی بہت اچھی اچھی چیزیں چھپیں گی۔ مفید، دلچسپ اور مزے دار

تندرستی

ڈاکٹر سعید احمد صاحب، بریلوی

تم نے ریل کا انجن تو ضرور دیکھا ہوگا۔ وہی بڑا سا، کالا کالا، دیو کا دیو جو ریل گاڑی کے آگے لگا رہتا ہے اور ہزاروں من بوجھ کھینچ لے جاتا ہے۔

یہ انجن دن بھر کوئلے کھاتا ہے۔ منوں پانی پیتا ہے۔ اور کوئلوں کے نیچے سے خوب ہوا جاتی ہے اس سے آنچ برابر تیز ہوتی رہتی ہے۔ آگ کی گرمی سے پانی کی بھاپ بن جاتی ہے اور اس بھاپ کے زور سے انجن چلنے لگتا ہے۔

اسی طرح ہم سب آدمی اور جانور بھی انجن ہیں۔ کھانا کھاتے ہیں، پانی پیتے ہیں، اور ہوا میں سانس لیتے ہیں۔ کھانے سے ہمارے بدن میں گرمی پیدا ہوتی ہے اور ہم چلتے پھرتے رہتے ہیں۔ بدن میں گرمی نہ رہے تو ہم مر جائیں گے۔ مردے کا بدن بالکل ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

انجن میں خراب کوئلہ ڈالیں یا اُپلے جلائیں تو کیا ہوگا؟ آنچ تیز نہیں ہوگی اور بھاپ کم بنے گی۔ انجن کم چلے گا۔

انجن میں گندہ پانی اور کیچڑ بھر دیں تو کیا ہوگا؟ پانی تھوڑا پہنچے گا اور بھاپ کم بنے گی۔ انجن کم چلے گا۔ میل کی وجہ سے جلدی خراب ہو جائے گا۔

انجن کے اندر کوئلوں کو ہوا کم ملے گی تو کیا ہوگا؟ کوئلے سلگ سلگ کر بجھ جائیں گے نہ آگ جلے گی نہ گرمی پیدا ہوگی نہ بھاپ بنے گی۔ انجن ٹھنڈا ہو جائے گا۔

یہی حال ہمارا ہے۔ ہمیں کھانا نہ ملے یا برا کھانا ملے تو بدن میں گرمی نہ پیدا ہوگی یا کم پیدا ہوگی اور ہم یا تو مر جائیں گے یا بیمار ہو جائیں گے۔

ہمیں پانی نہ ملے یا گندہ اور میلا پانی ملے تو ہمارے بدن کے اندر میل اور کیچڑ بھر جائے گی اور ہم بیمار پڑ جائیں گے۔

ہمیں ہوا نہ ملے یا صاف اور تازہ ہوا نہ ملے

توہمارا خون صاف نہ ہوگا اور ہم بیمار ہو جائیں گے

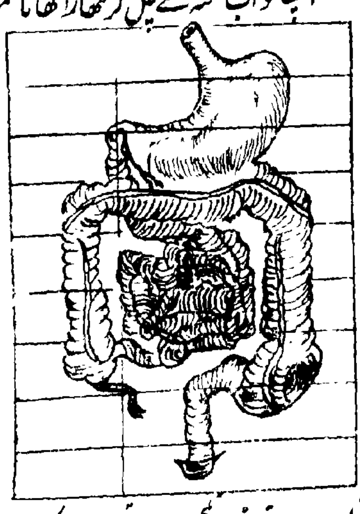
اِن باتوں سے تمھاری سمجھ میں یہ بات آگئی ہوگی کہ ہمارے مرنے اور بیمار پڑنے کے دو سبب ہوتے ہیں ایک تو یہ کہ بدن کے اندر گرمی کم پیدا ہو اور دوسرے یہ کہ بدن کے اندر میل کچیل بھر جائے۔

اگر یہی بات ہے تو پھر تو تندرست رہنا بہت آسان ہے! آہا ہا جی! اب تو ہم کبھی بیمار نہ ہوں گے۔ یہ تو بڑی اچھی ترکیب ہاتھ آئی۔

ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اگر تم چاہو تو کبھی بیمار نہ ہو۔ خدا جانے کیا بات ہے کہ بچوں کو یہ باتیں بتا دی جاتی ہیں پھر بھی وہ دھیان نہیں رکھتے اور بیمار ہو ہی جاتے ہیں۔

اگر تمھیں یہ معلوم ہو جائے کہ ہمارے پیٹ کے اندر کون کون سے کل پرزے ہیں اور ہمارا کھانا کس طرح پچتا یا ہضم ہوتا ہے تو پھر تم سمجھ جاؤ گے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہم کیوں بیمار ہو جاتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ پہلے تو جو چیز بھی ہم منہ میں ڈالتے ہیں اُسے ہمارے دانت چبا چبا کر اور پیس پیس کر خوب باریک کر دیتے ہیں۔ منہ میں جو تھوک پیدا ہوتا ہے وہ پسے وقت ہمارے نوالوں کے ساتھ ملتا رہتا ہے۔ اس تھوک کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ پِسا ہوا نوالہ خوب نرم ہو جاتا ہے اور دوسرے یہ کہ ہمارے نوالے میں جتنا نشاستہ ہوتا ہے وہ تھوک کے ساتھ مل کر شکر بن جاتا ہے۔ یہ بات تمھاری سمجھ میں نہ آئی ہوگی۔ تم نے بسکٹ یا سوکھی روٹی کا ٹکڑا کبھی نہ کبھی ضرور چبایا ہوگا اس بسکٹ یا سوکھے ٹکڑے میں ذرا سی بھی شکر نہیں ہوتی لیکن چباتے وقت وہ تمھیں میٹھا میٹھا معلوم ہوتا ہے۔ یہ مٹھاس کہاں سے آگئی؟ گیہوں میں نشاستہ ہوتا ہے وہ تمھارے منہ میں تھوک کے ساتھ مل کر شکر بن گیا۔ اب سمجھے؟۔

اچھا تو اب منہ سے چل کر تمھارا کھانا "معدہ"



میں پہنچا۔ معدہ تم نہیں سمجھے۔ لو یہ تصویر دیکھ لو۔ اب سمجھ

میں آ جائے گا۔

یہ جو بیچ میں ایک بڑی سی تھیلی نظر آ رہی ہے۔ اس کا نام معدہ ہے۔ جب یہاں کھانا پہنچتا ہے تو معدے کے اندر سے کھٹا کھٹا پانی سا نکلنے لگتا ہے، اور معدہ اس طرح ہلنے لگتا ہے کہ کھانا برابر ہلتا رہتا ہے۔ ہلنے سے وہ کھٹا پانی جو ایک قسم کا تیزاب ہے کھانے میں خوب مل جاتا ہے اور کھانے کو گلا دیتا ہے۔ اس کام میں تین چار گھنٹے لگتے ہیں۔ پھر یہ کھانا نیچے آنتوں میں چلا جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ہضم ہوتا رہتا ہے۔ جتنا بچ رہتا ہے وہ پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے۔

اب تمھاری سمجھ میں یہ باتیں آسانی سے آ جائیں گی کہ اگر ہم ایسی چیزیں کھائیں جو کھلی رکھی رہتی ہیں اور جن پر مکھیاں بھی بیٹھتی ہیں اور خاک مٹی بھی اڑ اڑ کر پڑتی رہتی ہے تو ہمارے پیٹ میں بہت سا مکھیوں کا میل اور نہ جانے کتنی خاک دھول اور گوبر اور لید کی خاک پہنچ جائے گی۔ اور معدے کو کیچڑ مٹی اور میل سے بھر دے گی۔ اور اسی سے ہم بیمار ہوا کرتے ہیں۔ اگر ہم ایسی چیزیں کھائیں جو بہت سخت ہوتی ہیں تو وہ تین چار گھنٹے میں ہضم نہ ہوں گی۔ اور معدے کو بہت زیادہ کام کرنا پڑے گا اور وہ بیمار ہو جائے گا۔ اگر ہم ایسی چیزیں کھائیں جو مزے کی تو ہوتی ہیں لیکن بدن کے اندر پہنچ کر وہ گرمی کم پیدا کرتی ہیں تب بھی ہم کھا تو بہت کچھ لیں گے مگر بدن کو گرمی نہ ملے گی۔ جس کے بل بوتے پر ہم جیتے ہیں۔ اور ہم کمزور اور نڈھال ہو جائیں گے۔ اگر ہم کھانا تو اچھا صاف اور طاقت دینے والا کھائیں لیکن اسے پوری طرح چبائیں نہیں۔ تب بھی وہ مشکل سے ہضم ہوگا۔ اور معدے کو بہت زیادہ کام کرنا پڑے گا۔

اگر ہم بار بار اور جلدی جلدی کھانا کھائیں تو ایک کھانا معدہ سے نکلے گا نہیں اور دوسرا پہنچ جائے گا۔ ہمارا معدہ یا تو دونوں کھانوں کو اسی وقت نکال دے گا جس کا مطلب یہ ہے کہ جو کھانا بعد میں کھایا تھا وہ بغیر ہضم ہوئے نکل جائے گا یا دونوں کھانوں کو اس وقت تک قید رکھے گا جب تک کہ دوسرا کھانا بھی ہضم نہ ہو جائے۔ اس طرح پہلے کھانے کو معدے کے اندر سات آٹھ گھنٹے بند رہنا پڑے گا اور وہ سڑ جائے گا اور ہمیں بیمار کر دے گا کون سے کھانے اچھے ہوتے ہیں اور کون سے برے یہ ہم تمھیں پھر بتائیں گے۔

گلگشت

محترمہ شمسی عباد الرحمٰن

برما کا نام تو تم نے ضرور سُنا ہوگا۔ چاہے وہاں جانے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ اپنی کتابوں، رسالوں اور اخباروں میں اس خوب صورت ملک کے حالات بھی پڑھے ہوں گے یہاں کے رہنے والوں اور مشہور مقاموں کی تصویریں بھی دیکھی ہوں گی، یہ کچھ ایسا دور بھی نہیں ہے۔ کلکتہ سے بس تین ہی روز کا راستہ تو ہے مگر بیچ میں سمندر ہے اور سفر جہاز سے کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے عام طور سے بچوں کا آنا جانا بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنے قریب ہونے پر بھی یہ تمھیں بہت دور معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ایک بات یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اب تک برما ہمارے ہی ملک کا ایک صوبہ تھا پر بدقسمتی سے پچھلے سال اپریل میں یہ سرکاری طور پر ہندوستان سے علیحدہ کرلیا گیا ہے اور اب یہ قطعی ایک دوسرا ملک بنا دیا گیا ہے۔

اچھا اب تمھیں تھوڑا سا حال اپنے سفر کا سنائیں۔ ایک روز صبح کے دس بجے ہم علی گڑھ سے کلکتہ میل پر سوار ہوئے اور ٹونڈلہ، کانپور، الہ آباد کے بڑے بڑے اسٹیشنوں کی سیر کرتے رات کے دس بجے مغل سرائے پہنچے۔ دن بھر کے سفر نے اتنا تھکا دیا تھا کہ کھانا کھا کر فوراً سو گئے صبح سویرے آنکھ کھلی تو گاڑی بردوان کے اسٹیشن پر کھڑی تھی۔ بردوان بنگال کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے اور کلکتہ کے بالکل قریب، یہاں ہم نے صبح کی چاء پی غسل کیا کپڑے بدلے اور کھڑکی کے پاس بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگے۔

بنگال میں بارش بہت ہوتی ہے۔ یوں بھی پانی کی افراط ہے کہ وہاں بہت بڑا دریا ہگلی ہے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ ہری ہری کھیتیاں لہلہا رہی تھیں۔ چھوٹے چھوٹے تالاب پانی اور پھولوں سے بھرے ہوئے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ کیلے کے بڑے بڑے باغ ریل کے دونوں طرف دور دور تک پھیلے تھے۔ کیلے کی کاشت بنگالی لوگ بہت محنت سے نئے اصولوں پر کرتے ہیں۔ ریل کے پاس ہی بہت صاف ستھرے گاؤں آباد ہیں۔ کچھ دیہاتی بچے کھیتوں میں کام کاج کر رہے تھے۔ کچھ کتابیں بغل میں دبائے مدرسے کو جا رہے تھے۔ کوئی آٹھ بجے گاڑی ہاوڑہ جنکشن پہنچی

ہاوڑہ بہت بڑا اور شان دار اسٹیشن ہے ایک وقت میں کئی کئی گاڑیاں آتی اور جاتی ہیں۔ مسافروں کا ہجوم اس قدر کہ راستہ ملنا دشوار۔ بڑی مشکل سے اسٹیشن کے باہر آئے یہاں سینکڑوں موٹریں، گھوڑا گاڑیاں اور رکشائیں کرایہ کے لئے کھڑی تھیں۔ ہم نے فوراً ایک موٹر لی اور ڈرائیور سے کہا کہ اوٹرم گھاٹ چلو۔ ہمیں رنگون جانے والے جہاز سے جانا ہے۔ جلدی کرو۔ ڈرائیور نے موٹر پر اسباب رکھا اور جلدی سے موٹر چلائی سڑکوں پر اتنی بھیڑ تھی کہ موٹر کو تیز چلانا دشوار تھا۔ پھر بھی جہاں تک ہو سکا جلد پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر آج ہماری ٹرین اتفاق سے دیر میں آئی تھی یعنی پونے آٹھ بجے ہم لوگ ہاوڑہ پہنچے تھے اور آٹھ بجے ٹھیک جہاز چھوٹنے کا وقت تھا۔ ہمیں اندیشہ ہو چلا تھا کہ اب جہاز ملنا ناممکن ہے۔ کیوں کہ کلکتہ جیسے بڑے شہر میں ایک جگہ سے دوسری جگہ تک جانے میں چاہے موٹر ہی سے جائیں کافی دیر لگتی ہے۔ ایک تو دوری، دوسرے سڑکوں پر آمدورفت کی کثرت! جب ہم اوٹرم گھاٹ کے قریب پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جہاز چھوٹ چکا ہے اور بھک بھک دھواں چھوڑتا آہستہ آہستہ جارہا ہے۔ اس وقت کی مایوسی کا حال نہ پوچھو۔ جی چاہتا تھا کہ کاش جہاز واپس آکر ہمیں لے جائے، یا ہم کسی ہوائی جہاز میں اُڑکر جہاز تک پہنچ جائیں۔ مگر یہ کیوں کر ممکن تھا! ہم دریا کے کنارے کھڑے جہاز کو دیکھ رہے تھے، جو ہر لمحہ ہم سے دور ہوتا جارہا تھا۔ اور مایوسی سے ایک دوسرے کا منہ تکتے تھے۔ بہت دیر ہو گئی تو سوچا کہ اب کیا کریں؟ آخرکار سوائے اس کے اور کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی کہ کسی ہوٹل میں ٹھہر کر دوسرے جہاز کا انتظار کریں اور چارہ ہی کیا تھا! دوسرا جہاز چوتھے روز چھوٹنے والا تھا۔ ہم نے ڈرائیور سے کہا کہ کسی اچھے ہوٹل میں لے چلو وہ ہمیں چورنگی میں دھرم تلا اسٹریٹ لے گیا۔ یہاں میجسٹک ہوٹل میں ٹھہر گئے۔ چورنگی کلکتے کا سب سے بڑا اور فیشن ایبل بازار ہے۔ یہاں بڑے بڑے تاجروں کی دکانیں ہیں۔ دنیا کی تمام چیزیں بکتی ہیں۔ بہت سی دکانوں میں تو بس کھلونے ہی کھلونے بکتے ہیں۔

تھوڑی دیر میں ناشتے سے فارغ ہو کر باہر آئے چورنگی اور وکٹوریہ میموریل کی سیر کرتے ہوئے زولیجی چڑیا گھر دیکھنے چلے گئے۔ یہ ایک بہت بڑے میدان میں

بنایا گیا ہے۔ قریب قریب ہر ملک کے چرند، پرند اور آبی جانور ہیں۔ ایک بہت بڑا سا جالی کا پنجرہ ہے اتنا بڑا کہ اس کے اندر بڑا سا پھولوں کا باغیچہ، اور بڑے بڑے درخت ہیں۔ اس پنجرے میں سینکڑوں ننھی ننھی خوبصورت چڑیاں رہتی ہیں یہ انتظام اس لئے کیا گیا ہے کہ بھولی بھالی چڑیاں اپنے کو آزاد سمجھیں اور آزادی سے اِدھر اُدھر پھولوں اور پیڑوں کے گرد اُڑتی پھریں۔ اسی طرح ہر جانور کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا کچھ ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ ان جانوروں کو بس یہی گمان ہو کہ اپنے جنگل میں مزے سے گھوم رہے ہیں۔ مثلاً پانی کے جانوروں کے رہنے کو جھیلیں بڑی عمدگی کے ساتھ بنائی گئی ہیں۔ ایک چھوٹی سی جھیل میں تیرتے ہوئے سفید راج ہنس بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ بڑے جانور مثلاً ہاتھی، اونٹ، شیر اور زیبرے پکے مکانوں میں رہتے ہیں اور ہاں بندر تو اتنے ہیں کہ دیکھتے دیکھتے آدمی تھک جائے۔ سب سے زیادہ تماشائی خاص کر بچے بندروں کے پنجروں کے پاس جمع رہتے ہیں۔ کیوں کہ بندر خوب تماشے کرتے ہیں بدھ اور سنیچر کی شام کو یہاں بینڈ باجا بھی بجتا ہے اور بہت سے بچے شام کا وقت گذارنے یہاں جمع ہو جاتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

پہیلیاں

پچھلی پہیلیوں کے جواب

(۱) پٹ بیجنا یعنی جگنو: پٹ معنی کواڑ، بیجنا معنی پنکھا۔

(۲) نبض (۳) مشکیزہ (۴) مہر (۵) محال۔ شہد کا چھتہ (۶) کاجل (۷) خربوزہ (۸) جامن۔ (۹) روپیہ

(۱۰) قلم دوات

---

(۱) چھوٹی سی باچھی تڑپ گئی گاچھی۔

(۲) کٹورے پر کٹورا بیٹا باپ سے بھی گورا۔

(۳) ہری رکابی اجلا بھات　　لے لو لوگو ہاتھوں ہاتھ

(۴) نسل آدم سے تھا ایک آدمی　:　جس کے رہنے کی جگہ بھی خوب تھی

وہ نہ رہتا تھا بہشت و نار میں　:　اور نہ رہتا تھا کسی گلزار میں

نے زمین فانی پہ وہ آباد تھا　:　اینٹ پتھر کی بناوٹ سے مکاں آزاد تھا

چوب چونا اور نہ مٹی تھی لگی　:　صرف اک محراب اس میں تھی بنی

پہلے اس نے لیے گھر میں کوئی کب لیا　:　خواہ تونگر یا کہ مفلس کوئی شاہ و گدا

(جواب اگلے پرچے میں شائع ہوں گے)

ٹکٹوں کی غلطیاں

از عبدالرشید صاحب۔ (میرٹھی)

ڈاک کے ٹکٹوں میں اکثر غلطیاں ہوجاتی ہیں۔ ان غلطیوں کے سبب سے ان کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ بعض معمولی ٹکٹ جنھیں ہم ردی سمجھ کر پھینک دیتے ہیں۔ کسی غلطی کی وجہ سے کئی سو روپے کی قیمت کے ہو جاتے ہیں

سٹینلی گبنس ولایت میں ٹکٹوں کی سب سے بڑی فرم ہے۔ بہت دنوں کی بات ہے مغربی آسٹریلیا کے ایک پوسٹ ماسٹر نے اس کمپنی کو کچھ ٹکٹ روانہ کئے۔ ان میں دو پنیس والے ٹکٹ تھے۔ مگر وہ غلطی سے بنفشئی رنگ میں چھپ گئے تھے۔ اور یہ رنگ ۶ پنیس والے ٹکٹوں کا تھا۔ اس فرم نے ۶ پنیس فی ٹکٹ کے حساب سے خرید لئے۔ اور فہرست میں ان کی قیمت ۳ روپے ۱۲ آنے فی ٹکٹ کے حساب سے چھاپ دی۔ آج کل ان ۱۲۰ ٹکٹوں کی قیمت جو صرف ۴۵ روپے میں اس فرم نے خریدے تھے ۱۰۸۰۰ روپے ہے

اسی طرح امریکہ میں ایک لڑکا ایک ٹکٹ بیچنے والے کی دکان پر آیا اور کچھ ٹکٹ خرید کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر آیا اور کہنے لگا "ان میں ایک ٹکٹ غلط چھپا ہے میں نہیں لوں گا۔ اس کے دام واپس کر دو۔" دکان دار نے اس کی قیمت جو تقریباً دو پیسے تھی خوشی سے واپس کر دی۔ یہ ٹکٹ ۱۸۶۹ کا ۳۰ سنٹ کا تھا۔ اس میں امریکہ کے جھنڈے کی تصویر الٹی چھپ گئی تھی۔ آج کل اس کی قیمت ۷۵۰۰ روپے ہے۔ اور اسی سنہ کے یعنی سنہ ۱۸۶۹ء کے امریکہ کے دو اور ٹکٹوں میں غلطی ہوئی۔ یہ ۱۵ اور ۲۴ سنٹ کے تھے۔ ان کے بیچ کی تصویر الٹی چھپ گئی تھی۔ ۱۵ سنٹ والے کی قیمت ۳۰۵۰ روپے اور ۲۴ سنٹ والے کی قیمت ۲۲۵۰ روپے ہے

بعض کمپنیوں کے پاس ہزاروں اور لاکھوں ٹکٹ ہر ہفتے باہر سے آتے ہیں۔ ان میں سے بعض میں غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ لندن کی ایک کمپنی کو پیرو سے کسی نے ہوائی ڈاک کے ٹکٹ بھیجے ہوائی جہازوں کے ٹکٹوں پر (Air Mail) لکھا ہوتا ہے مگر اس پر صرف (Air) لکھا ہوا تھا۔ یہ بھی ایک بڑی زبردست غلطی تھی۔ ایسی غلطی امریکہ کی ایک فرم نے پکڑی جس پر (Air Mail) الٹا چھپ گیا تھا۔ یہ دونوں ٹکٹ بھی بہت قیمتی ہیں۔

دو ٹکٹ اپنی غلطی کے اعتبار سے بہت مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک تو ماریشس کا ہے جس میں (Post office) کی جگہ غلطی سے (Post office) لکھ دیا گیا۔ اس کی وجہ سے غیر استعمال شدہ کی قیمت ۷۵۰۰ روپے اور استعمال شدہ کی قیمت ۵۲۵۰ روپے ہے۔

دوسرا ٹکٹ کیپ آف گڈ ہوپ کا ہے۔ کسی زمانے میں یہاں مثلث کی طرح کے ٹکٹ جاری تھے۔ اتفاقاً سب ٹکٹ اک دم فروخت ہوگئے۔ یہاں کے ٹکٹ ولایت میں چھپتے تھے۔ ولایت سے ٹکٹ چھپوا کر منگانے میں بہت کافی دن لگتے اتنے دن میں وہاں ٹکٹوں کا قحط پڑ جاتا۔ اس لئے وہیں کی ایک فرم

کو ٹکٹ چھپنے کے لئے دے دئے گئے۔ اور تاکید سے کہا گیا کہ رنگ میں، وضع میں ہر بات میں ولایت سے ملتے جلتے ہوں۔ ٹکٹ چھاپنے کے لئے لکڑی کے بلاک استعمال کئے گئے۔ اسی لئے نہایت بھدے اور غلط چھپے۔ دو خاص غلطیاں ہوگئیں۔ ایک پنس والے نیلے رنگ میں اور چار پیس والے لال رنگ میں چھپ گئے اصل میں رنگ کچھ اور تھے۔

ہوائی ڈاک کے ٹکٹوں پر اکثر ہوائی جہاز الٹے چھپ چھپ جاتے ہیں۔ یہ اصل میں چھاپنے والے کی غلطی ہوتی ہے مصور کی نہیں۔ مگر ایسے ٹکٹ بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ اس طرح کی ایک غلطی امریکہ کے ۱۹۱۸ء کے ۲۴ سنٹ کے کئی ایک ٹکٹوں میں ہوئی۔ جب یہ ڈاک خانے میں فروخت ہونے آئے تو ایک شخص نے ان کو تقریباً ۵۱۰ روپے میں خرید لیا۔ اور امریکہ کے ایک لکھ پتی کے ہاتھ ۶۰۰۰۰ روپے میں فروخت کیا۔ آج کل اُن کی قیمت ۷۵۰۰۰ روپے ہے۔

ہندوستان میں بھی اکثر ٹکٹوں کے چھپنے میں غلطیاں ہوگئی ہیں۔ مثلاً بادشاہ جارج کے ایک پیسے والے ٹکٹ پر (3PS) کی جگہ (3 Rs) ہوگیا ہے ایسے ہی جارج اور ایڈورڈ کے دو پیسے والے ٹکٹوں پر ½ چھاپا گیا تھا۔ بعض پر الٹ کر ½ ہوگیا ہے۔ جارج کے ایسے ٹکٹ کی قیمت ۵ روپے اور ایڈورڈ کے ٹکٹ کی قیمت ۲۰ روپے ہے۔

ہمیں چاہیے کہ معمولی ٹکٹ جو ہم ردی سمجھ کر پھینک دیتے ہیں غور سے آتشی آئینے سے دیکھیں۔ کیونکہ اکثر چھپنے میں غلطیاں ہوجاتی ہیں۔ اور ہر سال ٹکٹوں میں کوئی نہ کوئی غلطی نکلتی ہے۔

کبوتر پکڑنے کا عجیب طریقہ

لندن میں کبوتروں کی اس قدر افراط ہے کہ انھیں پکڑ کر شہر سے دور کرنے کے لئے طرح طرح کے طریقے ایجاد کئے جاتے ہیں۔ اب اس مقصد کے لئے آئینے استعمال کئے جانے لگے ہیں۔ کبوتر عام طور سے حریص واقع ہوتے ہیں جب اُن کے سامنے خوراک ڈالی جاتی ہے تو وہ فوراً جمع ہوجاتے ہیں بشرطیکہ وہاں پہلے کوئی اور پرندہ موجود ہو پس اور پرندہ دکھانے کے لئے آئینہ استعمال کیا جاتا ہے۔ کبوتر آئینے میں اپنا عکس دیکھ کر بے فکری کے ساتھ دانہ چگنے میں مشغول ہوجاتے ہیں اور بآسانی قابو میں آجاتے ہیں۔

ایم یوسف نسیم نوشہروی

گائے اور شیر

برکت علی صاحب فراقؔ بی اے (جامعہ)

کیسی اچھی گائے ہماری — بھولی بھالی پیاری پیاری
تڑکے ہی چرنے جاتی ہے — شام کو گھر واپس آتی ہے
ننھا منا اس کا بچھڑا — پیارا پیارا جس کا مکھڑا
اک دن چرنے گئی وہ بن میں — ماری ماری پھری وہ بن میں
وہیں کہیں اک شیر کھڑا تھا — بھوک کے مارے تڑپ رہا تھا
وہاں گائے نے کیا جو پھیرا — شیر نے جھٹ اس کو آ گھیرا
بولی وہ اے بن کے راجا — سُن کے راجا من کے راجا
میرا بچہ بھوکا ہوگا — راہ مری وہ تکتا ہوگا
اتنی دیا کرو تم مجھ پر — دودھ پلا آؤں میں جا کر
تب تم مجھ کو خوشی سے کھانا — مجھ سے اپنی بھوک مٹانا

اتنا کہہ کر لگی وہ رونے — لگی آنسوؤں سے منہ دھونے
کہا شیر نے اچھا جاؤ — فوراً دودھ پلا کر آؤ
اتنا سن کر وہ گھر آئی — بچھڑے کو سب بات سنائی

رونے لگا وہ اتنا سن کر ۔۔۔ پی نہ سکا دودھ جی بھر کر
کہنے لگا نہ جاؤ بن میں ۔۔۔ سمجھانے دو شیر کو من میں
بولی گائے ارے نا بٹیا ۔۔۔ ایسا کبھی نہ کرنا بٹیا
آج جو میری بات کٹے گی ۔۔۔ سارے کل کی ناک کٹے گی
سچائی میں شان ہے پیارے ۔۔۔ بیروں کی یہ جان ہے پیارے
اب میں جنگل کو ہوں جاتی ۔۔۔ تیرا اب بھگوان ہے ساتھی
اب تو دانا بھوسا کھانا ۔۔۔ اپنے مالک کے کام آنا"

شیر یہ بیٹھا سوچ رہا تھا ۔۔۔ کیسا اچھا چارا کھویا
اتنے ہی میں گائے بھی آئی ۔۔۔ اور یہ شیر سے آکر بولی
اے سارے جنگل کے راجا ۔۔۔ اب تو مجھ کو خوشی سے کھا جا
دودھ پلا آئی بچے کو ۔۔۔ صبر دلا آئی بچے کو
میں نے اُسے ایشور کو سونپا ۔۔۔ جگ کے پرمیشر کو سونپا

اس سچائی سے خوش ہوکر ۔۔۔ کہا شیر نے اس سے رو کر
تو ہے اپنی بات کی سچی ۔۔۔ اور اپنے وعدے کی پکی
جا اب تجھ کو چھوڑا میں نے ۔۔۔ اپنی ضد کو توڑا میں نے

کیسی اچھی ریت ہے جگ میں
سچائی کی جیت ہے جگ میں

ایک ترکی کہانی

ننھا چڑی مار

از سید جمیل احمد نقوی، اسسٹنٹ لائبریرین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ایک چڑی مار کے بس ایک ہی لڑکا تھا۔ جب چڑی مار مر گیا تو وہ لڑکا بے چارہ دنیا میں اکیلا رہ گیا۔ ماں پہلے ہی مر چکی تھی۔ ابھی وہ اتنا نا سمجھ تھا کہ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اس کا باپ کس طرح اپنا اور اس کا پیٹ پالتا تھا۔ بھوک لگتی تو جنگل کے پھل کھا لیتا۔ باقی دن بھر کھیلتا پھرتا۔ رات کو اپنی جھونپڑی میں پڑ کر سو رہتا۔ ایک دن اسے بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ لاؤ آج جھونپڑی کی تلاشی تو لو۔ اس نے ہر چیز اچھی طرح سے دیکھ کر پھر اس کی جگہ رکھ دی۔ اسی دیکھ بھال میں اُسے چڑیاں پکڑنے کا ایک جال ملا۔ جسے دیکھ کر لڑکا بہت خوش ہوا۔ جال کو اٹھا۔ بھاگا بھاگا جنگل پہنچا اور ایک گھنیرے درخت پر پھیلا دیا۔ ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک کوا آیا۔ اُسے کیا خبر کہ جال پھانسنے کے لئے بچھایا گیا ہے۔ اس پر بیٹھتے ہی پھنس گیا۔ لڑکا تو تاک میں بیٹھا ہی تھا۔ جھٹ پیڑ پر چڑھ گیا اور کوے کو پکڑ لیا۔

کوے کا سیانا پن تو مشہور ہے ہی۔ لگا لڑکے کی خوشامد کرنے۔ کہنے لگا "اگر تم مجھے چھوڑ دو تو اس کے بدلے میں تمھیں بہت ہی خوب صورت، قیمتی اور عمدہ چیز دوں گا۔" لڑکا اس کی باتوں میں آگیا اور اسے چھوڑ دیا۔ اور پھر جال پھیلا کر انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور چڑیا اڑتی ہوئی آئی اور آتے ہی جال میں پھنس گئی۔ لڑکا خوشی میں جلد جلد پیڑ پر چڑھا اور چڑیا کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ایسی خوب صورت چڑیا اس نے آج تک جنگل میں نہ دیکھی تھی۔

ابھی لڑکا چڑیا کو دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا تھا کہ وہی کوا اڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور کہا:۔ "اس چڑیا کو بادشاہ کے پاس لے جاؤ وہ اس کو ضرور خریدے گا۔" لڑکا چڑیا کو لئے ہوئے سیدھا اپنے گھر پہنچا اور اسے ایک پنجرے میں بند کر کے بادشاہ کے محل لے گیا۔ بادشاہ نے جب اس ننھے خوب صورت پرندے کو دیکھا تو اس کا دل باغ باغ ہو گیا۔ اور فوراً خرید لیا۔ چڑی مار لڑکے کو بادشاہ نے اتنا روپیہ دیا کہ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر اس کا کیا کرے ——— چڑیا کو ایک سنہرے پنجرے میں بند کر دیا گیا۔ بادشاہ دن رات اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا۔

بادشاہ کے ایک وزیر صاحب کو چڑی مار لڑکے کی خوش قسمتی پر بہت حسد ہوا اور سوچنے لگا کہ اسے کس طرح نیچا دکھایا جائے۔ سوچتے سوچتے اس کی سمجھ میں ایک ترکیب آ ہی گئی۔ ایک دن وہ بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا تو پنجرے کو دیکھ کر کہنے لگا "جہاں پناہ! اگر اس چڑیا کے لئے ہاتھی دانت کا محل ہوتا تو اس میں رہ کر یہ کیسی خوش ہوتی؟" بے شک! بادشاہ نے جواب دیا "لیکن محل بنانے کے لئے اتنا بہت سا ہاتھی دانت کہاں مل سکتا ہے؟"

چالاک مصاحب نے جواب دیا "جہاں پناہ! جو لڑکا چڑیا لا سکتا ہے وہی ہاتھی دانت بھی لا سکتا ہے۔"

بادشاہ نے فوراً ننھے چڑی مار کو طلب کیا اور بہت جلد ہاتھی دانت کا محل تیار کرنے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ "مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ تم ہاتھی دانت لا سکتے ہو۔"

یہ سن کر اس چھوٹے لڑکے کے ہوش اُڑ گئے اور اس نے رو کر بادشاہ سے عرض کیا "جہاں پناہ! اتنا بہت سا ہاتھی دانت میں کہاں سے لاؤں گا۔؟"

"یہ تمھارا کام ہے" بادشاہ نے خفا ہو کر کہا "تمھیں چالیس دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر چالیس دن کے اندر تم نے ہاتھی دانت تلاش کر کے محل تیار نہ کرایا تو یاد رکھو تمھارا سر تمھارے قدموں میں ہوگا۔"

لڑکا یہ سن کر سر سے پیر تک کانپ گیا۔ بادشاہ کو کورنش ادا کی اور الٹے پیر واپس ہوا۔ محل سے نکل کر سوچتا ہوا جا رہا تھا کہ کون سی تدبیر کرے جو کام بنے۔ اتنے میں وہی کوا اڑتا ہوا اس کے پاس آیا اور اس کی پریشانی کی وجہ دریافت کی۔ لڑکے نے سارا قصہ سنایا اور کہا "اس چھوٹی چڑیا کی بدولت یہ مصیبت نازل ہوئی ہے۔"

"اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے" کوے نے کہا۔ "فوراً بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے کہو کہ چالیس گاڑی شراب کے مٹکوں کی ضرورت ہے۔" لڑکا پھر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شراب کے لئے درخواست کی۔ اور بادشاہ کے حکم سے فوراً انتظام کر دیا گیا۔ لڑکا شراب کے مٹکوں سے بھری ہوئی گاڑیاں ساتھ لے کر محل سے چل دیا اور سوچنے لگا کہ اب کیا کروں۔ اتنے میں کوا پھر دکھائی دیا اور اس نے بتایا کہ سامنے والے باغ کے اس طرف ایک بہت گھنا جنگل ہے اس کے سرے پر چالیس بڑے بڑے پکے حوض بنے ہیں جو پانی سے بھرے رہتے ہیں۔ جنگل میں جتنے بھی ہاتھی ہیں سب ان پر پانی پینے آتے ہیں۔ ان حوضوں کا پانی انڈیل کر ان میں شراب بھر دو۔ جب ہاتھی اپنے مقررہ وقت پر پانی پینے آئیں گے تو پانی کی جگہ شراب پی کر مست ہو جائیں گے اور آپس میں ٹکرا ٹکرا کر اپنے دانت گرا دیں گے۔ تم ان سب کو جمع کر کے بادشاہ کے پاس لے جانا۔

لڑکے نے ویسا ہی کیا جیسا کوے نے کہا تھا۔ دوپہر ہوتے ہی جنگل کے ہر کونے سے ہاتھی نکلنے شروع ہو گئے۔ خوب سیر ہو ہو کر انھوں نے شراب کو پانی سمجھ کر پیا اور ہر ہاتھی تھوڑی دور بھی نہ چلنے پاتا تھا کہ نشے میں اچھلنے کودنے لگتا۔ ہزاروں ہاتھی اسی طرح بے ہوش ہو کر اچھلنے اور ناچنے لگے اور آخر ایک دوسرے سے اس طرح ٹکرانے لگے جیسے لوہے کی دیواریں یا سنگین پہاڑ۔ اس دھکا پیل میں اُن کے لمبے لمبے خوب صورت دانت ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے اور سہ پہر تک تمام جنگل ہاتھی دانت سے پٹ گیا۔ لڑکے نے جلدی جلدی تمام ہاتھی دانت گاڑی بانوں کی مدد سے جمع کرائے۔ اور دن چھپنے سے پہلے پہلے اپنی گاڑیوں کو شراب کے مٹکوں کی جگہ ہاتھی دانت سے بھر کر محل کو واپس ہوا۔ ہاتھی دانت کے یہ انبار دیکھ کر بادشاہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اور خوشی کے مارے جامے میں پھولا نہ سمایا۔ چالیس دن تو کیا دس پندرہ ہی روز میں محل تیار ہو گیا۔ بادشاہ ننھے چڑی مار سے بے حد خوش ہوا اور اتنا انعام دیا کہ سات پشت کے لئے اسے فارغ البال کر دیا۔ اپنا انعام گاڑیوں میں بھر کر چھوٹا چڑی مار اپنے گھر کو چلا۔ اور آرام سے زندگی بسر کرنے لگا۔

اس رنگین اور چمکیلی چڑیا کو ہاتھی دانت کے محل میں چھوڑ دیا گیا جہاں وہ ایک طاق سے دوسرے طاق پر ایک محراب سے دوسری محراب پر۔ اس کھونٹی سے اس کھونٹی پر ادھر اُدھر پھدکتی پھرتی۔ اور واقعی پہلے کے مقابلے میں بہت خوش نظر آتی تھی۔ لیکن حیرت یہ تھی کہ کبھی گانے کا نام تک نہ لیتی تھی ——— "آہاہا!" بدباطن مصاحب نے بیٹھے بیٹھے اچھل کر کہا "اگر اس چڑیا کا مالک کسی طرح یہاں آجائے تو چڑیا خود بخود گانے لگے۔"

بادشاہ نے بہت رنجیدہ ہو کر کہا "کسے معلوم ہے کہ اس کا مالک کون ہے اور کہاں مل سکتا ہے ؟"

حاسد مصاحب نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا۔ "جہاں پناہ جان کی امان پاؤں تو عرض کروں" بادشاہ نے اجازت دی تو کہنے لگا "میرے آقا! جو ہاتھی دانت اور چڑیا لایا ہے وہی اس کے مالک کو بھی لا سکتا ہے۔"

بادشاہ نے پھر ننھے چڑی مار کو حاضر کرنے کے لئے چوب دار روانہ کئے اور اسے چڑیا کے مالک کو تلاش کر کے لانے کا حکم دیا۔ بھولے لڑکے نے بادشاہ کے تخت کے پائے کو بوسہ دیا اور عرض کیا: "جہاں پناہ کو معلوم ہے کہ میں نے اس چڑیا کو اتفاقاً جنگل میں پکڑا تھا۔ مجھے کیا معلوم کہ اس کا مالک کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔ جنگل میں ہزاروں چڑیاں ہیں نہ ان کا کوئی مالک ہے نہ وہ کسی کی ملکیت میں۔ سب چڑیاں آزاد ہیں اور مزے سے چہچہاتی اور جنگل میں اڑتی، اور پھدکتی پھرتی ہیں۔"

بادشاہ نے لڑکے کو خاموش رہنے کا حکم دیا اور کہا "اس چڑیا کے مالک کا پتہ لگانا تمہارا فرض ہے اور یہ بھی کان کھول کر سن لو کہ اگر تم اس کے مالک کو نہ لائے تو تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ میں تمہیں چالیس دن کی مہلت دیتا ہوں اور اس مدت کے اندر یہ کام ہو جانا چاہئے۔"

لڑکا گھر آکر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا اور سمجھ لیا کہ اب مارا گیا۔ اپنی بدنصیبی پر ابھی دل کھول کر آنسو بہانے بھی نہ پایا تھا کہ اس کا پرانا دوست کوا اڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اور رونے کی وجہ پوچھی۔

"نہ روؤں تو کیا کروں" ناسمجھ لڑکے نے کہا۔ اور اپنی مصیبت کی تمام داستان کوے کو سنائی ——— "ارے بس! ایسی معمولی بات پر روتے ہوئے تمھیں شرم نہیں آتی" کوے نے لڑکے کو تسلی دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی ابھی بادشاہ کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ایک بڑا جہاز تیار کرا کر تمھیں دے لیکن وہ اتنا بڑا ہونا چاہئے کہ اس میں کم سے کم چالیس کمرے ایک ہال۔ ایک وسیع اور اعلیٰ درجے کا حمام اور ایک خوب صورت تر و تازہ پائیں باغ ہو۔ اور ان کے علاوہ چالیس باندیوں اور ایک ملکہ کا بوجھ بھی سہار سکے"۔ لڑکا بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ سفر کے لئے اسے کس کس چیز کی ضرورت ہے

لڑکے کی خواہش کے مطابق جہاز تیار ہو گیا اور ننھا چڑی مار چالیس خوب صورت کنیزوں سمیت اس پر سوار ہو گیا یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آیا دائیں کو جانا چاہئے یا بائیں کو کہ اتنے میں اس کا ہمدرد اور رہنما کوا آکر جہاز کے ایک مستول پر بیٹھ گیا اور ننھے لڑکے کو مخاطب کر کے کہا "اپنے جہاز کا رخ ہمیشہ سیدھے ہاتھ کو رکھنا۔ ناک کی سیدھ میں بہتے ہوئے چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ تمھیں ایک بہت بڑا پہاڑ نظر آئے۔ اس پہاڑ کے دامن میں چالیس پریاں رہتی ہیں۔ جب وہ تمھارے

جہاز کو دیکھیں گی تو جہاز پر آکر اس کی سیر کرنے کی بہت زیادہ خواہش ظاہر کریں گی۔ لیکن تم صرف اُن کی ملکہ کو جہاز پر آنے کی اجازت دینا کیوں کہ وہی اس جزیرہ کی مالک ہے۔ اور جب ملکہ کنیزوں کے ساتھ جہاز کی سیر میں مشغول ہو تو تم لنگر اُٹھا دینا اور جب تک اس کنارے پر واپس نہ آجاؤ جہاز کو روکنے کا نام نہ لینا۔"

ننھے جہاز راں نے ان سب باتوں کو گرہ میں باندھ لیا اور بسم اللہ کہہ کر جہاز کے بادبان کھول دئے اور کوے کے بتلائے ہوئے راستے پر بغیر کہیں رُکے ہوئے استقلال سے چلتا رہا آخرکار ٹھیک اسی پہاڑ کے دامن میں آکر دم لیا۔ واقعی چالیس پریاں سمندر کے کنارے کھیل کود میں مصروف تھیں۔ کچھ آنکھ مچولی کھیل کر خوش ہو رہی تھیں۔ کچھ سمندر کے جھاگ جمع کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔ کچھ ایک بہت ہی خوب صورت پری کے ساتھ جو اُن کی ملکہ تھی، سمندر کی ٹھنڈی ٹھنڈی چاندی جیسی سفید اور چمکدار ریت میں ٹہلتی پھرتی تھیں۔

جیسے ہی انھوں نے اس خوب صورت جہاز کو دیکھا سب اپنے اپنے کھیل اور تفریح چھوڑ چھاڑ کر جہاز کے قریب آکر جمع ہو گئیں اور جہاز پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگیں پریوں کی ملکہ نے ان سب پر ایک قہر آلود نظر ڈالی۔ سب سہم کر اس کے پیچھے کھڑی ہو گئیں حسین ملکہ نے ننھے جہاز راں سے جہاز کی سیر کرانے کی درخواست کی اور خاص طور سے جہاز کے اندرونی حصوں کی۔

ننھا لڑکا اسے خوب صورت کشتی میں بٹھا کر جہاز پر لایا۔ جہاں چالیس خوب صورت کنیزیں زرق برق کپڑے پہنے اس کے استقبال کو پہلے ہی سے موجود تھیں انھوں نے ملکہ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور جہاز کی ہر چیز اُسے دکھائی پریوں کی ملکہ جہاز کے پر بہار باغ کی سیر کرتی۔ چپہ چپہ کو دیکھ کر خوش ہوتی ہوئی جب جہاز کے شان دار حمام میں پہنچی تو اس کی عمدگی، نفاست اور آرائش کو دیکھ کر اس کا جی بے اختیار غسل کرنے کو چاہا۔ کنیزوں سے ہنس کر کہنے لگی لاؤ ذرا لگے ہاتھوں اس حمام سے بھی لطف اُٹھا لوں اور یہ کہتی ہوئی غسل کرنے کے لئے حمام میں داخل ہو گئی۔ ننھا جزیرہ مار جہاز راں تو اس موقع کی تاک ہی میں تھا۔ ادھر ملکہ نے غسل شروع کیا ادھر اس نے جھٹ بادبان کھول جہاز کا لنگر اُٹھا دیا۔

جب تک ملکہ پری نہا دھو کر فارغ ہو۔ جہاز کنارے سے کافی دور نکل چکا تھا۔ چونکہ ملکہ دیر سے جہاز پر اپنی سہیلی پریوں سے الگ رہی تھی اسے واپس ہونے کا خیال آیا اور اسی ارادے سے وہ جہاز کے عرشہ پر پہنچی۔ لیکن اسے چاروں طرف دور دور تک پانی کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا اب وہ سمجھی کہ اسے دھوکے سے قید کر لیا گیا ہے۔ وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی "ہائے اب میرا کیا حشر ہوگا!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ میں کہاں جا رہی ہوں! کس کے ہاتھوں پڑوں گی؟ لیکن لڑکے نے اس سے پہلے تو اپنے اس طرز عمل کی معافی چاہی اور اسے تسلی دلاسا دیا اور یقین دلایا کہ وہ ایک بادشاہ کے محل کو جا رہی ہے اور اچھے لوگوں میں آرام و عزت کے ساتھ رہے گی۔

غرض تھوڑے عرصے بعد جہاز اپنے شہر کے کنارے آلگا۔ ننھے لڑکے نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ جہاز واپس آگیا ہے اور پریوں کی حسین ملکہ کو ساتھ لے کر شاہی محل میں پہنچا جہاں اس کا نہایت گرم جوشی اور شان کے ساتھ استقبال کیا گیا

اور ننھی ملکہ کی سواری محل خاص میں اتاری گئی۔ پری جیسے ہی چڑیا کے ہاتھی دانت کے محل کے قریب ہو کر گذری۔ چڑیا نے ایسی سریلی آواز میں گانا شروع کیا کہ لوگ سنتے تھے اور عش عش کرتے تھے۔ نو وارد ملکہ نے جب اپنی پیاری چڑیا کی آواز سنی تو اس کی ذرا ڈھارس بندھی۔ پریوں کی ملکہ کو پریوں کی ملکہ ہی تھی۔ اس کی خوب صورتی کا کیا کہنا۔ بادشاہ اسے دیکھتے ہی ہزار جان سے اس پر فریفتہ ہو گیا یہاں تک کہ ایک لمحہ کی جدائی بھی کسی طرح گوارا نہ تھی۔ بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے پریوں کی ملکہ کی شادی بادشاہ کے ساتھ رچائی گئی۔ ایک طرف ملکہ تھی اور دوسری طرف حسین چڑیا۔ بادشاہ سے زیادہ اس وقت دنیا میں کوئی انسان خوش نصیب و شادکام نہ تھا ننھے چڑی مار کو بادشاہ نے سونے میں تولا اور اس کا منہ موتیوں سے بھر دیا۔ اور طرح طرح کے انعام و اکرام سے اس کو نوازا۔ لیکن بدذات مصاحب کے دل میں پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ انگاروں پر لوٹنے لگا اور موقع کا انتظار کرتا رہا۔

بادشاہ کے یہاں ہر روز روز عید تھا، ہر شب شب برات»۔ تمام محل مسرت اور زندگی سے بھرپور معلوم ہوتا تھا کہ یکایک سلطانہ ایسی سخت بیمار ہوئی کہ پلنگ سے لگ گئی۔ دنیا کا کوئی ممکن علاج ایسا نہ تھا جو نہ کیا گیا ہو لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، سنیاسیوں، ویدوں، حکیموں اور عاملوں نے مل کر یہی فیصلہ کیا کہ یوں تو خدا ہر چیز پر قادر ہے لیکن بظاہر سوائے اس "شربت حیات" کے جو ملکہ اپنے قدیم محل (پرستان) میں چھوڑ آئی ہے۔ کوئی اور دوسری دوا زندگی و تندرستی نہیں بخش سکتی۔ شریر مصاحب تو ایسے موقع کی تاک ہی میں تھا۔ اس کے مشورے سے ننھا چڑی مار پھر محل میں طلب کیا گیا اور بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ ملکہ کے پرستانی محل سے جس قدر جلد ممکن ہو سکے "شربت حیات" لائے۔

ننھے لڑکے نے بادل ناخواستہ ایک مرتبہ پھر اپنا جہاز سمندر میں اتارا اور پرستان کا رخ کیا۔ جہاز کا لنگر اٹھایا جانے ہی والا تھا کہ اس کا پرانا رہنما کوا اڑتا ہوا تیزی سے اس کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے۔ لڑکے نے جواب دیا کہ سلطانہ بڑی سخت بیمار ہے اور اس کے پرستانی محل سے "شربت حیات" کا شیشہ لانے کے لئے اسے مامور کیا گیا ہے۔ کوے نے کہا "اچھا خدا حافظ! محل اس پہاڑ کے اس پار واقع ہے جہاں سے تم ملکہ کو لائے تھے۔ محل کے دروازے پر دو شیر کھڑے پہرا دے رہے ہیں۔ لو یہ میرا پر لو۔ جب تم دروازے پر پہنچو تو ہر شیر کے منہ پر میرا یہ پر چھوا دینا۔ وہ تم سے کچھ بھی نہ کہیں گے۔"

لڑکے نے وہ پر لے لیا۔ اور اس کی تمام مہربانیوں کا بہت بہت شکریہ ادا کر کے روانہ ہو گیا۔ اتفاق کہو یا خوش نصیبی ہوا موافق تھی۔ جہاز مہینوں کے بجائے دنوں میں پرستان کے پہاڑ کے دامن میں آ لگا۔ ننھا جہاز راں تیزی سے پہاڑ سے اتر کر محل کے دروازے پر پہنچ گیا۔ کوے کی بات سچ تھی۔ واقعی دو شیر ببر دروازے پر کھڑے غرا رہے تھے۔ پر کا شیروں کے منہ میں چھوانا تھا کہ وہ پالتو کتوں کی طرح دم میں ہلا ہلا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ وہ دوڑتا ہوا محل کے اندر پہنچا اور پریوں سے ان کی ملکہ کی بیماری کا حال بیان کر کے "شربت حیات" کا شیشہ طلب کیا۔ پریوں کے لئے ملکہ کی جدائی ہی کیا کم دردناک تھی مرے پر سو درے۔ بیماری کی خبر سن کر اور بھی پریشان ہوئیں

بھاگی بھاگی ملکہ کے استراحت خانہ میں گئیں۔ اور ملکہ کی مسہری (جواب مدت سے خالی اور بے کار پڑی تھی) کے سرہانے والے طاق سے "شربت حیات" کا شیشہ لاکر لڑکے کے حوالے کر دیا بھولا بھالا ملاح شیشے کو احتیاط سے بغل میں دبائے جہاز پر واپس آیا اور اپنے شہر کو روانہ ہوگیا۔

جب وہ "شربت حیات" کی بوتل لئے ہوئے بیمار سلطانہ کے آستانۂ خاص پر پہنچا اس کا پرانا صلاح کار کوا اُڑتا ہوا آیا اور جھٹ پر جوڑ کر نیچے اترا اور اپنے معصوم شاگرد کے شانے پر بیٹھ گیا۔ دونوں سلطانہ کے بستر کے قریب پہنچے اور لڑکے نے شربت کی بوتل شہنشاہ کی خدمت میں پیش کردی سلطانہ پر اس وقت نزاعی کیفیت طاری تھی۔ بادشاہ نے بلا توقف شربت حیات سے ایک جام بھر کر ملکہ کے حلق میں انڈیل دیا۔ ابھی ایک ہی گھونٹ ملکہ کے حلق سے پار ہوا تھا کہ اس کے برف کی طرح سفید اور ٹھنڈے جسم میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ننھے چڑی مار کو غور سے دیکھا۔ اس کی آنکھیں شکریے کے آنسوؤں سے بھر گئیں۔ لیکن جونہی اس کی نظر چڑی مار کے ساتھی کوے پر پڑی وہ مسکرائی اور اس سے اس طرح مخاطب ہوئی:۔ اچھا تو ہے حبشی غلام؟ تجھے شرم نہیں آتی کہ اس ننھے لڑکے نے میرے لئے کیسی کیسی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ پھر وہ اپنے سرتاج بادشاہ کی طرف اپنا رخ پھیر کر بولی "یہ کوا میری پیش خدمت تھی جسے قرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی سزا میں میں نے کوا بنا دیا تھا" بہرحال ملکہ نے کہا "اب میں تجھے معاف کرتی ہوں کیوں کہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تیری نیت میری طرف سے کبھی خراب نہ تھی"

یہ الفاظ ابھی ملکہ کی زبان سے اچھی طرح ادا بھی نہ ہوئے تھے کہ کوے نے ایک جھرجھری لی اور چشم زدن میں ایک خوب صورت دوشیزہ ننھے چڑی مار کی بغل میں کھڑی تھی۔ وہ اتنی حسین تھی کہ ملکہ میں اور اس میں بس یوں ہی سا فرق تھا۔ سلطانہ کی درخواست پر ننھے چڑیمار سے اس کوا پری کی شادی کردی گئی۔ یہی دونوں کی خدمات کا بدلہ تھا۔ شیطان صفت مصاحب جو بادشاہ کا وزیر بھی تھا شہر بدر کر دیا گیا۔ اور اس کے بجائے بادشاہ نے ننھے چڑیمار کو (جواب ننھا نہ رہا تھا) خوش ہوکر اپنا وزیر اعظم بنالیا۔ وہ سب بہت زمانے تک جیے اور ان کی مسرتیں مرتے دم تک قائم رہیں۔

شہد کی مکھی کی کہانی

از عارف صاحب شاہ جہاں پوری

"تم میں سے شاید ہی کوئی بچہ ہمیں نہ جانتا ہو۔ کیوں کہ تمھیں پھول پسند ہیں اور وہی ہماری خاص جگہ ہے جن پر ہم آرام سے بیٹھ کر اندر سے رس چوستے ہیں جہاں تم نے اُسے ہاتھ لگایا اور ہم بھاگے۔ ہمیں تمھارا وقت بے وقت پھولوں کا چھونا برا معلوم ہوتا ہے۔ پر کیا کریں تمھیں برا بھلا کہہ کر پھر اپنے کام میں لگ جاتی ہیں۔ ہم تمھاری طرح فضول ہر چیز کو نہیں چھوتے۔

یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ دنیا میں "تندرستی ہزار نعمت ہے" مگر یہ نہ سمجھنا کہ تندرستی کے بعد کسی اور چیز کی ضرورت ہی نہیں دو اتنی ہی ضروری چیزیں اور بھی ہیں۔ دولت اور عقل۔ بھلا یہ تو بتاؤ جس کے پاس یہ تینوں چیزیں ہوں اسے کیا کہوگے۔ بولو! چپ کیوں ہو گئے۔ اچھا تم نہیں بتاتے تو لو میں بتلائے دیتی ہوں اُسے "خوش نصیب" کہتے ہیں۔ مگر آہ! باوجود ان تینوں نعمتوں کے جو خدا نے ہماری قوم کو دی ہیں۔ ہم سب سے زیادہ بدقسمت اور رحم کے قابل ہیں۔ تم تعجب تو ضرور کروگے مگر ہے یہ واقعہ۔ اچھا اب ذرا میں تھوڑا سا رس اور جمع کر لوں پھر اپنی مصیبت کی کہانی تمھیں سناؤں گی۔ تم بھی اپنا کچھ کام کر آؤ۔ پھر آنا۔" اتنا کہہ کر بی مکھی پھولوں کا رس جمع کرنے لگیں اور میاں قمر اپنی کتاب کھول کر پڑھنے لگے۔ پر قمر میاں کو اب چین کہاں جونہی بی مکھی کو اس پھول سے اس پھول پر اُڑتے دیکھا تو اس کے پیچھے پڑ گئے کہ "تم اپنی کہانی تو ہمیں آج ضرور سناؤ۔" بی مکھی کو چھوٹے قمر پر پیار آگیا اور اس کی بات مان لی اور یوں کہنا شروع کیا:۔

"ہاں تو پہلے میں تم کو یہ بتاؤں گی کہ ہماری قوم کس طرح تندرست، مال دار و عقل مند ہوتی ہے۔ ہم مکھیاں رس کی تلاش میں اِدھر اُدھر تازہ ہوا میں ماری پھرتی ہیں اس سے اپنے کام کے علاوہ ہم تندرست بھی رہتی ہیں۔ دور دور پھرنے سے کافی محنت ہو جاتی ہے۔ جس طرح تم کھیل کود سے خوب چست و چالاک بن جاتے ہو اسی طرح ہم تازہ ہوا، سورج کی روشنی اور کافی محنت کے سبب خوب تندرست رہتے ہیں۔ یہ محنت ہم محض تندرستی حاصل کرنے کی خاطر نہیں کرتے۔ توبہ کرو۔ اس محنت کی وجہ یہ ہے کہ جس زمانے میں پھول نہیں ہوتے یا اُن کی کمی ہوتی ہے تو ہماری گرمیوں کے زمانے کی محنت کام آتی ہے۔ جاڑے میں بھی اپنے جمع کئے ہوئے ذخیرے پر ہمیں اطمینان ہوتا ہے اور اطمینان سے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔" قمر ایک دم بول اُٹھا "تو یہ کہو کہ تم خوب آرام کرتی ہو!" ہیں۔ بی مکھی فوراً ناراض ہو کر بولیں "میں تم سے پہلے

ہی کہہ چکی ہوں کہ ہم کبھی ایک سیکنڈ بے کار نہیں رہتی۔ آرام کو حرام سمجھتے ہیں یہی محنت ہماری موت کا سبب بن جاتی ہے۔" قمر پھر کہنے لگا "مگر بی مکھی! تم ہو تو بڑی سمجھدار کہ بے کاری کی گھڑیوں میں مصیبت سے بچنے کا سامان خوب کر لیتی ہو، اور نہیں تو کیا تمہاری طرح ہر ایک سمجھتی ہوں کہ سو میں دو یا تین انسان ایسے ہوں گے جو کل کی فکر کرتے ہوں۔ قریب قریب سب کا عمل اسی پر ہے: جس نے دیا ہے تن کو وہی دے گا کفن کو" "شرم، شرم!" بی مکھی نے قمر کو گھورتے ہوئے کہا جس سے قمر میاں بہت شرمندہ ہوئے۔ اور خیال کیا کہ واقعی یہ کہہ تو ٹھیک رہی ہے۔ بُرا ماننے کی کوئی بات نہیں۔

"خدا کے لئے تم اپنی داستان سناؤ۔ یہ باتیں کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کرو" قمر نے نہایت نرمی سے کہا۔ بی مکھی بولیں "شرمندگی کی کوئی بات نہیں۔ پر میاں تم کل کی فکر ضرور رکھنا جب بڑے ہو کر کمانے لگو تو اچھے بُرے وقت کے لئے ضرور کچھ نہ کچھ جمع کرتے رہنا۔ اب تم ہمارے گھر کا حال سنو۔ جسے تم چھتا کہتے ہو یہ کچھ کچھ تمہارے ہی شہروں کی طرح ہوتا ہے۔ پر تمہارے شہر میں متعدد خاندان آباد ہوتے ہیں۔ جہاں بہت سے بچے اپنے اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے ہمارے شہر میں صرف ایک ماں ہوتی ہے اسی کے سارے بچے ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ سب آپس میں سگے بہن بھائی ہوتے ہیں۔ ماں چھتے کی "ملکہ" کہلاتی ہے۔ یہ کام کاج کو بالکل ہاتھ نہیں لگاتی۔ اس کے ذمے صرف انڈے دینا ہوتا ہے اور بس کھانا ہم ہی اُسے کھلاتے ہیں۔ ملکہ کے جسم میں ایک وقت میں بارہ سو (۱۲۰۰) انڈے ہوتے ہیں۔ جنھیں وہ دیتی چلی جاتی ہے۔ اپنی زندگی بھر یہی کام انجام دیتی رہتی ہے۔ دوسری عجیب بات

ہمارے شہر میں یہ ہے کہ مرد ہمارے یہاں آٹھ سو (۸۰۰) ہوتے ہیں۔ عورتیں بیس ہزار سے بھی زیادہ۔ ہم لوگ کام کرنے والیاں کہلاتی ہیں۔ ہماری تقدیر میں آخر دم تک کام ہی کام ہوتا ہے۔ کھانا لانا۔ پھولوں کے رس سے شہد بنانا موم بنانا وغیرہ۔ دن رات اسی میں لگے رہتے ہیں۔ اچھا میاں اب میں اپنے شہر کو جاتی ہوں یہ تمام رس جو میں نے جمع کر لیا ہے وہاں رکھ آؤں تو تمہارے باغ کے پھولوں پر آؤں گی تم میرا انتظار کرنا" قمر کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ بی مکھی بھن بھن کرتی یہ جا وہ جا۔ قمر کہنے کو تھا تو ۱۲، ۱۳ ہی برس کا۔ مگر بڑا ہونہار بچہ تھا۔ اس نے مکھی کی تمام باتوں پر خوب غور کیا اور پھر مکھی کا انتظار کرتا رہا۔ اتنے میں وہ بھی آموجود ہوئیں اور اس مرتبہ دوسرے پھول پر جا بیٹھیں۔ اور یوں کہنا شروع کیا "اچھا بھائی! اب ذرا ہمارے شہر کے مردوں کا بھی حال سنو۔ یہ اول درجے کے نکھٹو ہوتے ہیں۔ بس دن رات پڑے رہتے ہیں۔ نام کو بھی کسی کام میں ہاتھ نہیں لگاتے۔ کھا لیا اور پڑ کے سو رہے۔ ہم ان سے بہت عاجز ہیں۔ بعض وقت تو ان کی یہ حالت دیکھ کر ہماری آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے۔ ہم اپنا غصہ برداشت نہیں کر سکتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم سب ان پر ایک دم حملہ کر کے جان سے مار ڈالتے ہیں ملکہ کو بھی نہیں بخشتے۔ پھر ان کی لاشیں باہر پھینک دیتے ہیں۔ یہ ہے انجام ہمارے ہاں کے مردوں کا دنیا میں کاہلی سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں۔ خبردار! اس سے دور رہنا۔ ہمارے شہر اس میں شک نہیں کہ مال دار ہوتے ہیں۔ ان میں خوراک کے کافی ذخیرے ہوتے ہیں مگر آہ وہاں کے بسنے والوں کی تقدیر میں خدا نے عیش نہیں لکھا۔ وہی مثل ہے "کہنی نزدیک ہے مگر منہ کو نہیں آتی" سب کچھ ہے مگر ہمارے لئے نہ ہونے کے برابر۔ ا مردوں

کا حال تو تم سن ہی چکے ۔ ہماری درگت جو کچھ کام سے بنتی ہے وہ بھی تمھیں معلوم ہو چکی ۔ اب تم خود انصاف سے کہو ۔ ہمارا شہر طرح طرح کی نعمتوں سے بھرا پُرا ہونے پر بھی کتنا بدقسمت ہے سچ پوچھو تو غلطی ہماری ہی ہے ۔ اگر مرد کام کریں ۔ ہم اُن کا خیال کریں وہ ہمارا ۔ ایک دوسرے کی خوشی کے ساتھی غم کے دوست ہیں تو ہماری حالت ایسی کیوں ہو ، دیکھو میں کتنے دنوں کی مہمان ہوں نس نس میں درد ہے ۔ اس کمبخت کام نے ناک میں دم کر دیا اگر نہ کریں تو چین نہیں کریں تو موت سامنے کھڑی نظر آتی ہو امید ہو کہ تم ہماری کہانی سننے کے بعد ضرور اُن باتوں کا خیال رکھو گے جو ہم میں اچھی ہیں مثلاً دور اندیشی اور محنت مگر ہاں یہ دونوں باتیں اس طرح اختیار کرتا کہ تمھیں اور دوسروں کو خوشی اور چین بھی نصیب ہو ۔ اچھا پھر ملیں گے گر خدا لایا یہ کہہ کر بی مکھی میاں قمر کو تنہا چھوڑ ، ایک دو تین ہوئیں ۔

سیلاب

از جناب جوہر چاند دری

لو وہ دریا میں آگیا سیلاب
کیا دکھاتا ہے اپنا پیچ و تاب
وہ سمجھتا ہے سامنا میرا
کوئی دنیا میں کر نہیں سکتا
لیکن اک دو گھڑی کے بعد اس کا
زور ہو جائے گا بہت ہلکا
تب یہ اس کی سمجھ میں آئے گا
تھا یہ سب زور شور دم بھر کا
گھٹ گئی میری شان دم بھر میں
مٹ گئی آن بان دم بھر میں

پیارے بچو! یہ یاد رکھو بات
کہ تمھارے بڑھیں اگر درجات
ان پہ دیکھو غرور مت کرنا
دم نہ شیخی کا تم کبھی کرنا
یہ نصیحت جو مان جاؤ گے
کبھی ذلت نہ تم اُٹھاؤ گے

سلائی

اختر جہاں جماعت ہشتم ۔ مسلم گرلز اسکول ۔ پانی پت

ہر گھر میں کپڑا سینے کی ضرورت ہے اور ہر ایک کو سلائی کا ہنر جاننا ضروری ہے ۔ بعض بہنیں اسے فضول چیز سمجھ کر سیکھنا پسند نہیں کرتیں ۔ کہتی ہیں کہ ہم کیوں اپنی آنکھیں پھوڑیں ۔ جس درزی کی ناک پر چار پیسے مارے کپڑا سلا سلایا موجود ہوا ۔" لیکن بعض دفعہ ایسا کرنے والی بہنیں بہت نقصان اُٹھاتی ہیں ۔ کبھی سنا جاتا ہے کہ کوئی درزی کپڑے لے کر بھاگ گیا ۔ کبھی چوری ہوگئی ۔ اس طرح ان درزیوں کا تو کچھ نقصان نہیں ہوتا لیکن بعض کم عقل بہنیں اس قسم کے بہت سے نقصان اٹھاتی ہیں ۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درزی اپنے وعدے پر کپڑے نہیں دیتے ۔ اور بہت سے کام رک جاتے ہیں ۔

درزیوں کو منہ مانگی اجرت دینی پڑتی ہے ۔ جو بعض دفعہ کپڑے کی قیمت سے زیادہ ہو جاتی ہے ۔

اکثر کپڑے لینے کے واسطے خود مالک یا نوکر کا وقت ضائع ہوتا ہے ۔

کپڑوں میں سے بچا ہوا کپڑا اور تراشے ہوئے ٹکڑے واپس نہیں ملتے ۔ درزی خود رکھ لیتا ہے ۔

ان نقصانات سے بچنے کے لئے ہماری سب بہنوں کو سلائی سیکھنی لازم ہے ۔ کیوں کہ انسان ہی تو ہے نہ معلوم کس وقت کون سی چیز سینے کی ضرورت پڑ جائے ۔ بس بیٹھے بیٹھے منہ دیکھا کرو ۔ شرمندگی کی شرمندگی اور دیکھنے والے سو طرح کا اعتراض کریں وہ الگ ۔ غرض جب تک آدمی خود اپنے ہاتھ سے ہر ایک کام نہ سیکھے تو اس کو اپنی زندگی میں بہت سی مشکلیں پیش آتی ہیں ۔ میرا مطلب اس سے یہ نہیں کہ ہم دنیا کے تمام کام سیکھ لیں ۔ بہت سے کام ہماری بساط سے باہر ہیں وہ ہم کسی طرح بھی نہیں کر سکتے ۔ لیکن جو کام ہماری روزانہ کی ضرورتوں میں شامل ہیں انھیں خوب دل لگا کر اور شوق سے سیکھنا چاہئے ۔

سلائی ایسی چیز ہے جس سے تقریباً ہم کو ہمیشہ ہی کام پڑتا ہے کبھی کوئی نیا کپڑا سینا ہوتا ہے ۔ کبھی کسی پھٹے ہوئے کپڑے کی مرمت کرنا پڑتی ہے ۔ کبھی پرانے کپڑوں میں پیوند پارا کرنا پڑتا ہے ۔ غرض کبھی کچھ کبھی کچھ سلائی سے کام ضرور پڑتا ہے اس لئے ہمارے لئے یہی کافی نہیں کہ ہم دوسروں کا کیا ہوا کام دیکھ کر خوش ہوں ۔ ہم کو چاہئے کہ ہم اُن سے بڑھ کر سلائی میں ترقی کریں اور اس سے بہتر نمونے تیار کریں ۔

آج کل اسکولوں میں پڑھائی کے ساتھ گھر بار کے انتظام اور سلائی کی تعلیم بھی دی جاتی ہے ۔ اور ہر ایک لڑکی شوق سے سیکھتی اور کرتی ہے ۔ اسکول میں پڑھنے والی لڑکیوں کو یہ مختلف باتیں اس لئے سکھائی جاتی ہیں کہ وہ اپنے روزانہ اور ضروری کاموں میں کسی کی محتاج نہ رہیں ۔ سلائی کے کام کی اگر تشریح کی جائے تو معلوم ہو کہ ان پانچ حرفوں میں بہت سی چیزیں شامل ہیں اور وہ یہ ہیں ۔ بخیہ ، تُرپی ، دھرانا ، کاڑھنا ، پلیٹ ڈالنا ۔ کاج بنانا ۔ پیوند لگانا ، رفو کرنا ، کپڑوں کو

قطع کرنا۔ وغیرہ۔ سلائی حقیقت میں سب کے مجموعے کا نام ہے۔ ہماری بعض بہنیں مشین سے تو سلائی کر سکتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہم سے ہاتھ سے نہیں سلتا۔ تو یہ بھی ایک طرح کی محتاجی ہے فرض کرو کسی وقت مشین نہیں ہے تو بیٹھے ہیں جیسے ہاتھ ہی نہیں ہیں مشین ہو تو سئیں۔ ہاتھ سے سینے کی عادت ہو گی تو مشین کی سلائی بھی صاف آسکتی ہے۔ ورنہ مشین کی سلائی بھی ٹھیک نہیں ہو گی۔ اس لئے چاہیئے کہ سلائی کی عادت دونوں طرح سے ڈالی جائے۔

بعض بہنوں کو سلائی کا بہت شوق ہوتا ہے پر وہ سلائی کی چیزوں کو سلیقے سے رکھنا نہیں جانتیں۔ ان چیزوں کو رکھنے کے لئے یا تو کوئی ڈھکنے دار ٹوکری ہونا چاہیئے۔ یا صندوق اس میں ضروری چیزیں رکھی رہیں اور ضرورت کے وقت آسانی سے مل جائیں۔ بعض سلائی کے کپڑے کئی کئی جگہ گٹھریوں میں باندھ کر رکھ دیتی ہیں اور بھول جاتی ہیں۔ ضرورت پڑتی ہے تو ہر ایک گٹھری کھولتی پھرتی ہیں۔ نہ معلوم کہاں رکھی ہے۔ ملتی نہیں۔ جلدی کا وقت ہوا تو جس گٹھری کو کھولا اسے اسی طرح پڑا رہنے دیا۔ کہ پھر باندھ دوں گی۔ پھر یا تو تھوڑی دیر بعد باندھ دی گئی، یا کہیں جانا ہے تو جب آئیں گی جب گٹھریاں بندھیں گی۔ اس لئے چاہیئے کہ ایک صندوق میں تیار کپڑے رکھ دئے جائیں۔ بے سلے یا ادھورے کپڑے اسی صندوق میں ایک طرف یا دوسرے صندوق میں رکھے جائیں۔ تاکہ دقت نہ ہو۔ سوئی، تاگا، قینچی، انگشتانہ یا اور ضروری چیزیں ایک چھوٹی سی صندوقچی یا ڈھکنے دار ٹوکری میں رکھنا چاہئیں یہ نہ ہو کہ اگر سوئی زمین پر سے ملی، تو تاگہ کہیں صندوق کے نیچے سے۔ ایسے بے سلیقے پن سے بہت پریشان ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے ہر ایک بہن کو کفایت شعاری اور سلیقے کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ سلائی کریں اور سیکھیں تو وہ بہت جلد دوسری بہنوں کے لئے نمونہ بن جائیں گی۔

دو شعبدے (۲)

محمد اسلم صدیقی، فتح گڈھ

فنالتھیلین (PHENOLF THALIEN) یہ ایک سفید سفوف ہوتا ہے۔ اس کی ایک چٹکی سفید پانی میں ڈال دو۔ پانی بالکل سفید رہے گا۔ جب تماشا دکھانا ہو تو چند قطرے امونیا کے گلاس میں ڈال کر ملا دو۔ پانی کا رنگ نہایت خوشنما گلابی ہو جائے گا۔ اگر اس رنگ کو کپڑوں پر ڈال دیا جائے تو سفید کپڑے فوراً گلابی ہو جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد رنگ اڑ جائے گا اور کپڑے پھر سفید کے سفید

لٹمس (LITMUS) یہ نیلے رنگ کی ٹکلیں ہوتی ہیں۔ ذرا سا لٹمس ایک گلاس پانی میں گھول دو۔ پانی کا رنگ نیلا ہو جائے گا اگر ایک لیمو کاٹ کر نچوڑ دیا جائے تو رنگ گہرا نیلا ہو جائے گا۔

چرایا ہوا خواب

از حمدی صاحب

(۴)

جمیلہ - میں ہوں جمیلہ

نفیسہ - اور میں ہوں نفیسہ۔

جمیلہ - آؤ کھیلیں، اچھلیں کودیں۔

نفیسہ - ناچیں، گائیں، شور مچائیں۔

(شمسی کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہیں، وہ

بھاگ جاتی ہے لالہ فام اور گلفام اس کا

رستہ روک لیتی ہیں)

لالہ فام - بی بی صاحبہ! بندی کو لالہ فام کہتے ہیں

گلفام - اور بندی کو گلفام کہتے ہیں۔

لالہ فام - ہمیں کوئی کہانی تو سناؤ۔

گلفام - کہانی نہیں سناتیں تو بیٹھ ہی جاؤ

شمسی - میاؤں۔

(بھاگ جاتی ہے لیکن زرینہ اور عنبر اس

کا راستہ روک لیتی ہیں)

زرینہ - جانتی ہو؟ میرا نام زرینہ ہے۔

عنبر - جانتی ہو؟ میرا نام عنبر ہے

زرینہ - جاؤ، پیاری بلی جاؤ۔

عنبر - اپنے آقا کو بلا لاؤ

(وہ پھر بھاگ جاتی ہے۔ لیکن حوری اور

نوری اُسے گھیر لیتی ہیں۔)

حوری - حوری میرا نام ہے میں حور کی طرح ہوں۔

نوری - نوری میرا نام ہے میں نور کی طرح ہوں۔

حوری - شاید تمھارے آقا تم سے ناراض ہیں۔

نوری - جو تمھیں یوں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔

شمسی - میاؤں۔ میاؤں۔

(شمسی پریوں سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہے

لیکن اسے تیز پرواز اور سبک پرواز

آکر گھیر لیتی ہیں)

تیز پرواز - حضور میرا نام تیز پرواز ہے

سبک پرواز - جناب میرا نام سبک پرواز ہے

تیز پرواز - جیسی بلی، ویسا اس کا نام

سبک پرواز - جیسا آقا ویسے اس کے بالشتیے

شمسی - میاؤں - میاؤں - میاؤں -

(شمسی بھاگ جانا چاہتی ہے۔ لیکن پریاں اس

کے گرد گھیرا ڈال کر ناچنے لگتی ہیں اور اسے

نکلنے نہیں دیتیں)

شمسی - میاآآؤؤؤں

ملکہ - (آخر ادھر متوجہ ہوتی ہے کیوں ستا رہی ہو بیچاری کو؟

(شمسی نکل بھاگتی اور ملکہ کے پاس چلی جاتی ہے)

ملکہ میری پریاں تو تم سے صرف مذاق کر رہی تھیں۔ ناراض نہ ہونا

(شمسی ملکہ کے پاس بیٹھ جاتی ہے، پریاں اردگرد کھڑی ہو جاتی ہیں)

ملکہ (شمسی سے) تم اپنے آقا کے لئے پریشان نظر آتی ہو، لیکن یاد رکھو کہ پریاں بعض اوقات بہت اچھی دوست ثابت ہوئی ہیں۔ وہ تمھاری مدد کر سکتی ہیں۔ پھولوں کی پنکھڑیاں رنگ سکتی ہیں، ٹوٹے ہوئے لکڑی کے جالوں اور خوابوں کی مرمت کر سکتی ہیں۔

شمسی (بڑے اشتیاق سے) میاؤں، میاؤں۔

ملکہ ہاں وہ خوابوں کی مرمت بھی کر سکتی ہیں۔

سبز پوش بونا (داہنے دروازے سے اندر جھانکتے ہوئے) پھول بیچنے والا جا رہا ہے (ملکہ اور پریوں کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہے) تم سب یہاں کہاں؟

ملکہ (بے تابی سے) ہمیں دعوت کے لئے پھولوں کی سخت ضرورت ہے (پریوں سے مخاطب ہو کر) بھاگو، دوڑو پھول بیچنے والے کو جا کر ٹھہراؤ۔

(پریوں میں جوش پھیل جاتا ہے، وہ باہر دوڑ کر جاتی ہیں۔ سبز پوش بونا بھی بڑبڑاتا ہوا نکل جاتا ہے)

ملکہ (شمسی سے) ہمارے آنے کا ذکر اپنے آقا سے نہ کرنا میں اس سے پھر ملنے آؤں گی۔

(پریوں کی ملکہ ایک شان کے ساتھ تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی باہر نکل جاتی ہے۔)

(جوں ہی غار خالی ہوتا ہے۔ شمسی دوڑ کر وہاں جاتی ہے۔ جہاں خواب کا ٹکڑا رکھا ہے یہ معلوم کر کے کہ وہ محفوظ ہے، سردار کی کرسی پر آ کر بیٹھ جاتی ہے اور کسی گہرے سوچ میں ڈوب جاتی ہے)

داہنے دروازے سے چمنو جادوگرنی داخل ہوتی ہے)

چمنو جادوگرنی - کتنی خاموشی طاری ہے، یہاں تو کوئی بھی نہیں (شمسی کو سردار کی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھتی ہے) اری شمسو تم یہاں کیا کر رہی ہو؟

شمسی - میاؤں

جادوگرنی کیا تمھارا آقا باہر گیا ہوا ہے اور تم غار کی حفاظت کر رہی ہو؟ تمھیں یاد ہے نا میں ایک جادو کا نسخہ بنا رہی تھی، اسی سے مجھے معلوم ہوا کہ تمھارا آقا مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔ میں اب اس کی مدد کرنے آئی ہوں، کیوں کہ احسان کا بدلہ احسان ہی ہے

(شمسی خوشی سے ناچنے لگتی ہے)

جادوگرنی مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ خواب کے دوسرے پانچوں ٹکڑے کہاں ہیں، وہ میرے مکان کی چمنی میں اٹکے ہوئے ہیں۔ لیکن انھیں باہر نکالنے کے لئے چھٹے ٹکڑے کی ضرورت ہے اس لئے میں اسے لے جاتی ہوں اور ابھی پورا خواب لے کر لوٹتی ہوں۔

(وہ ٹکڑا اٹھا کر چلی جاتی ہے)

شمسی ابھی ناچ رہی ہے کہ نذرو داخل ہوتا ہے)

نذرو (حیرت سے شمسی کو دیکھتا ہے) تمھیں کس بات کی خوشی ہے شمسی؟ ہم تو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مر گئے۔ ایک ٹکڑا بھی نہ ملا۔

(سردار اور باشتیے آجاتے ہیں۔)

سردار تم سب اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔ اور میں سوچتا ہوں کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا چاہیے۔

(باشتیے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں۔
سردار سوچ میں پڑ جاتا اور ٹھنڈی سانس بھرتا ہے۔)

سردار اگر میرے سامنے وہ ٹکڑا ہو تو ممکن ہے کچھ حل سوچ سکوں۔

(اٹھ کر ٹکڑا لینے جاتا ہے۔ لیکن وہ غائب ہے)

سردار (سخت بے چینی سے) ٹکڑا کس نے اُٹھایا ہے؟

باشتیے ہم سب تو آپ کے ساتھ تھے۔

سردار (شمسی سے) کیا تم نے اسے کہیں رکھا تھا۔

(شمسی انکار کرتی، لیکن بے حد پریشان نظر آتی ہے)

سردار کیا تم نے اُسے چھوا تھا۔

(شمسی پھر انکار میں سر ہلاتی ہے۔)

باشتیے تو پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ کوئی غیر شخص اس کی رضامندی سے اٹھا کر لے گیا ہے۔

سردار یہ ایسا نہیں کر سکتی۔ کیوں شمسی تم نے کسی کو اُٹھانے دیا تھا خواب کا ٹکڑا!؟

(شمسی میاؤں میاؤں کرتی اور سر جھکا لیتی ہے)

سردار بہت العذاب کیا ہوگا۔

ایک باشتیا آقا شمسی کو سزا ملنی چاہیے۔

سردار شمسی کیا تم نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

(شمسی سخت خوف زدہ نظر آتی ہے۔)

سردار (باشتیوں سے) تم اس کی حالت دیکھ رہے ہو۔

نذرو لیکن آقا جب میں آیا تھا تو اس وقت یہ ناچ رہی تھی۔

سردار عجیب بات ہے۔ بہر حال اس معاملے کی تہ میں کوئی راز ہے۔ شمسی بتا دو کس نے وہ ٹکڑا اُٹھایا؟

(شمسی پہلے سے بھی زیادہ مضطرب نظر آتی ہے

تمام باشتیے (یک آواز) اسے سزا ملنی چاہیے۔ اسے سزا ملنی چاہیے۔، یہ غدار ہے۔

سردار تم سب اپنا کام کئے جاؤ۔ (شمسی سے) کیا تم یہ چاہتی ہو شمسی کہ ہم پورے ایک سال تک پڑے سوتے رہیں۔ (شمسی چپ ہے)

اگر تم بتانا نہیں چاہتیں تو اس کا کوئی سبب تو ضرور ہوگا

(شمسی اس کا ہاتھ چاٹنے لگتی ہے اور اس طرح اُسے تسلی دینے کی کوشش کرتی ہے)

ایک باشتیا میرا خیال تھا کہ شمسی کو ہم سے محبت ہے

دوسرا باشتیا اور ہم نے اس پر ہمیشہ اعتبار کیا۔

تیسرا باشتیا ضرور اس معاملے کی تہ میں کوئی راز ہے۔

سردار مجھ سے پوچھو تو اب بھی مجھے شمسی پر اعتماد ہے۔

باشتیے اگر آپ کو اعتماد ہے تو پھر ہمیں بھی ہے۔

(یہ سن کر شمسی خوش ہو جاتی ہے۔ اِدھر اُدھر دوڑتی ہے۔ خرخر کرتی ہے کبھی اس باشتیے سے اپنا جسم رگڑتی ہے۔ کبھی اُس سے۔)

نذرو ۔ آہا! جینو جادوگرنی بھاگی آرہی ہے۔

(خوشی کان کھڑے کرلیتی اور دوڑ کر سردار کے
پاس چلی جاتی ہے۔ جادوگرنی داخل ہوتی ہے)

جادوگرنی محترم پڑوسی! سلام۔ کیا نتیجہ نکلا تمھاری جستجو کا؟

سردار (افسوس سے) کچھ بھی نہیں۔

جادوگرنی۔ اور تمھاری غیر حاضری میں وہ ایک ٹکڑا بھی کوئی چرا کر لے گیا

سردار تمھیں کیوں کر معلوم ہوا؟

جادوگرنی میں نے خود چرایا ۔ چرایا نہیں بلکہ ادھار لیا تھا۔ یہ رہا وہ

سردار (خوشی سے) تم نے ہمیں کیوں نہ بتایا کہ جینو لے گئی تھی

جادوگرنی۔ اس لئے کہ میں نے اسے منع کر دیا تھا۔ جادو کے
نسخے سے مجھے معلوم ہوا کہ خواب کے باقی پانچ ٹکڑے
میرے مکان کی چمنی میں اٹکے ہوئے ہیں۔

(تمام بالشتیے حیرت و مسرت سے کام چھوڑ کر
جادوگرنی کو دیکھنے لگتے ہیں۔)

سردار چل ایک جینو، جلدی چل انھیں جا کر نکالیں۔

ایک بالشتیا اس سے پہلے کہ ہوا انھیں اڑا کر لے جائے۔

دوسرا بالشتیا یا وہ جل جائیں۔

تیسرا بالشتیا ہم سارا سال سونے سے بچ جائیں گے۔

جادوگرنی کیا شور مچا رکھا ہے۔ یہ ہیں وہ ٹکڑے (انھیں جیب
سے نکالتی ہے۔ بالشتیے اپنی اپنی جگہ کھڑے حیرت سے
دیکھنے لگتے ہیں) انھیں چمنی سے نکالنے کے لئے چھٹے
ٹکڑے کی ضرورت تھی۔ اس لئے میں اسے لے گئی تھی
یہ تمھارا ٹکڑا ہے یہ پانچ میں لائی ہوں اب خواب پورا
ہوگیا۔ (سردار کو سب ٹکڑے دے دیتی ہے۔ بالشتیے
خوشی سے ناچنے لگتے ہیں۔ اپنی حرکات کو آہاہا آہاہا
اوہو ہو اوہو ہو کے ساتھ ملاتے ہیں)

جادوگرنی ارے بالشتیو! ایک معمولی خواب کے ملنے پر اتنی خوشی۔

بالشتیے۔ خواب کے ملنے پر نہیں سال بھر کی نیند سے بچنے پر۔
آہاہا، اوہو ہو، آہاہا، اوہو ہو۔

سردار جینو میں تمھارا کس طرح شکریہ ادا کروں میرے
پاس الفاظ نہیں۔

جادوگرنی۔ سردار شکریے کی کیا ضرورت ہے تم نے مجھ پر
احسان کیا تھا میں نے تمھاری خدمت کر دی سنا
نہیں کہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔

ایک بالشتیا جینو جادوگرنی۔

سب بالشتیے زندہ باد

دوسرا بالشتیا جینو جادوگرنی

سب زندہ باد

(جادوگرنی چلی جاتی ہے)

ایک بالشتیا۔ آؤ ہم فتح کا ناچ ناچیں؟

سردار۔ ناچ پھر لینا۔ پہلے خواب کو درست کر لینا چاہئے۔

بالشتیے بے شک۔

(بالشتیے سردار کے گرد کھڑے ہو کر خواب
کو دیکھنے لگتے ہیں۔ داہنے دروازے سے
پریوں کی ملکہ داخل ہوتی ہے۔ ہاتھ میں
ایک تھیلی پکڑے ہوئے ہے)

ملکہ۔ یہ میری لالٹینیں بن رہی ہیں کیا؟

(بالشتیے اپنی اپنی جگہ چلے جاتے ہیں۔)

سردار ابھی تو ہم نے انھیں شروع بھی نہیں کیا۔ ہم حد سے
زیادہ مصروف ہیں۔

ھنڈکلیا

سویوں کا مزعفر

ضروری سامان :-

رومالی سویاں ایک پاؤ ۔ گھی تین پاؤ ۔ شکر تین پاؤ میوہ ڈیڑھ پاؤ ۔ دودھ ڈیڑھ پاؤ ۔ ماوا، ایک پاؤ ۔ زعفران حسب ضرورت ۔

ترکیب :-

زعفران دودھ میں گھول لو ۔ پھر کچی سویاں آدھ سیر گھی میں تل ڈالو ۔ ہلکا گلابی رنگ ہو جائے تو دودھ جس میں زعفران گھولا گیا تھا سویوں میں ڈال دو ۔ پھر شکر اور ماوا یک جان کرکے اس میں ملا دو ۔ اب ایک پاؤ گھی میں میوہ تل کر اس میں ڈالو ۔ اور ہلکی آنچ پر دم ہونے کو رکھ دو ۔ تھوڑی دیر کے بعد اتار لو ۔ خوشبو کے لئے تھوڑا سا کیوڑہ بھی ملا لو ۔ بہت مزے دار مزعفر ہو گا ۔

پسندے کے کباب

ضروری سامان :-

گوشت ، ایک سیر ۔ سُرخ مرچ ۲۰ عدد ۔ دھنیا ۔ لہسن ۔ پیاز ۔ نمک حسب ضرورت ۔ بھنے ہوئے چنے ۔ خشخاش گرم مصالحہ ۔ انڈ خربوزہ یا کچری ایک چھٹانک ۔ گھی ، آدھ سیر دہی ، ایک پاؤ ۔

بنانے کی ترکیب :-

ایک سیر گوشت کے پتلے پتلے پارچے بنوا لو پھر انھیں سل پر آہستہ آہستہ کوٹ کر پتلا کر لو ۔ لیکن یہ خیال رہے کہ پارچہ ٹوٹنے نہ پائے ۔ نمک ، خشخاش ، کچری ، گرم مصالحہ اور چنے وغیرہ پیس لو ۔ پھر پسے ہوئے مصالحے کو دہی میں ملا لو اور اس میں پسندوں کو سوندکر رکھ دو ۔ اور اسے دو گھنٹے رہنے دو پھر دھنیا ، مرچیں ، لہسن ، پیاز ، باریک پیس کر ڈیڑھ پاؤ گھی میں پیاز سرخ کرکے مصالحہ بھونو ۔ مصالحہ سرخ ہو جائے تو پارچے ڈال کر تھوڑی دیر انھیں بھونو ۔ اب اس میں اتنا پانی ڈالو کہ گوشت گل سکے ۔ پتیلی کا منہ بند کرکے آٹا لگا دو ۔ اور کوئلوں کی آنچ پر پکنے دو ۔ پانی خشک ہو جائے تو اتار لو ۔ ایک رکابی میں نکال کر پیاز ۔ سبز مرچ کے لچھے کتر کر اور پودینے کی پتیاں باریک کتر کر اس پر ڈال دو ۔ آدھ پاؤ گھی میں پیاز سرخ کرکے اوپر سے بگھار دو ۔ خیال رہے کہ پارچہ گل کر میدے کی مانند ہو جائے اور ریشہ باقی نہ رہے ۔ نہایت عمدہ پسندے کے کباب تیار ہوں گے ۔

اگر کم پکانا ہو تو اس سے آدھے یا چوتھائی سامان کی ضرورت ہو گی ۔

مس زینب بٹ
صدر معلمہ مسلم گرلز اسکول پانی پت

دہرادون کا سفر

جنگل میں منگل

سید ابو تمیم صاحب، فرید آبادی

(۳)

انوری "آپ کو اُٹھنا پڑے گا" یہ کہہ کر انھوں نے میری گردن کے نیچے ہاتھ رکھ اُٹھا دیا۔ اَب میں مجبور تھا۔ مجھے کام میں لگا کر وہ چل دئے۔ ابھی منہ دھو کر فارغ ہوا ہی تھا کہ "بھرر" کی آواز آئی۔ لیجے وہ موٹر آگئی۔ وہ مسٹر اور مسز اُترے۔ اب میں نے بھی جلدی کی کپڑے پہننے شروع کئے، پتلون پہنی۔ نیا سفید کالر لگایا یہ سفید کالر بھی کیسے جی کا جلاوا ہوتے ہیں۔ پہلے تو وہ کالر قمیص میں بھی نہ لگتا تھا۔ جب لگ گیا تو اس میں ٹائی ڈالی۔ اب جو گلے کے بٹن سے اس کالر کو بند کرتا ہوں تو بند نہیں ہوتا۔ ایک سرا لگ گیا تو دوسرا سرا نہیں لگتا۔ اس کو لگانے کی کوشش میں پہلا بھی نکل گیا۔ عجیب کش مکش میں پھنس گیا۔ اتنے میں انوری گھبرائے ہوئے گھسے اور بولے "چلو آؤ بھی۔ کب کے وہ لوگ بیٹھے ہیں۔"

میں نے کہا "تم نے یہ مصیبت ڈالی ہے۔ تو اس کو سنبھالو۔"

انھوں نے میرا گلا بھینچ بھانچ کر کالر لٹکا دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے باہر چلے گئے کہ "اب دیر مت کرنا۔" اب میں نے ٹائی لگانے کی کوشش کی۔ مگر وہ منحوس کالر یہاں بھی اکڑا۔ ایسی بُری طرح پھنسا ہوا تھا کہ ٹائی گھسیٹنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مگر ٹائی نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے۔ دَم پھول گیا۔ ادھر برابر کے کمرے میں چار کے برتنوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اتنے میں نبدو آیا اور بولا "آپ کو صاحب بلاتے ہیں" میں نے کہا اُن کو جلدی سے بھیج۔ کہنا اُن کا دم نکل رہا ہے" وہ گھبرایا ہوا نکلا اور انوری گھبراتے ہوئے داخل ہوئے۔ میں نے کہا "میاں یہ کالر تو بڑا عیبی ہے۔"

انھوں نے اپنی پوری طاقت لگا کر ٹائی درست کی اور چل دئے۔ اب میں بھی تیار تھا۔ کوٹ وغیرہ پہن کر جانے لگا۔ اور نکلنے سے پیشتر ان کا بتایا ہوا سبق "ہاؤ، ڈو، یو، ڈو" دہرا لیا اب جو باہر یعنی بڑے کمرے میں قدم رکھتا ہوں تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازے کے برابر مسٹر گوری بیٹھے ہوئے ہیں اب میں ہچکچایا۔ چونکہ انھوں نے تو پہلے مسز گوری سے مصافحہ کرنے کو کہا تھا۔ اگر مسز گوری سے پہلے مصافحہ کرتا ہوں تو ان بچارے مسٹر گوری کو پھلانگ جانا پڑتا ہے .... یہ مضمون بے ڈھب تھا۔ ادھر وہ ظالم کالر گلا بھینچ رہا تھا۔ اور میں انگلی ڈال کر گلا ڈھیلا کر رہا تھا۔ اور ساتھ کے ساتھ سوچتا

جا رہا تھا کہ کیا کروں۔ اس سوچا ساچی میں کوئی ایک منٹ لگا ہوگا۔ اس مختصر عرصہ کے لئے بس انوری صاحب کو غصہ آگیا۔ اور کچھ شرم بھی۔ انھوں نے بری طرح دیدے نکال کر اشاروں میں مجھ سے کچھ کہا۔

میں نے آنکھ کے اشارے سے جواب دیا کہ "پانسہ غلط پڑا ہے اور تم نے کیوں مسٹر کو یہاں بٹھا رکھا ہے" انھوں نے شاید نہ سمجھا یا کیا بارے وہ بیٹھے بیٹھے تعارف کرا دیا۔ اور اس کے بعد مسز گوری سے تعارف کروایا۔

میں۔ ہاؤ، ڈو، یو، ڈو کہتے وقت ذرا کم جھکا جس پر انوری نے کرسی کی اوٹ لے کر مجھے آنکھوں آنکھوں میں جھڑک بھی دیا۔ میں نے دبی آواز میں کہا "خاموش بیٹھے رہو" بات یہ تھی کہ یہ مہمان اردو نہیں جانتے تھے۔ میری ڈپٹ سن کر انوری جز بز ہو کر رہ گئے۔ اور مہمان نے جب اُن کو دیکھا تو جھوٹی مسکراہٹ چہرے پر لے آئے۔

اتنے میں ہم لوگ چار پر بیٹھ گئے۔ بندو نے کچھ اڑسٹر کر کے دال دلیا کر دیا تھا۔ تاہم انوری صاحب کے معدے اور پیٹ کے مقابلے میں وہ بہت کم تھا۔

ابھی ناشتہ ختم نہ ہوا تھا کہ ایک تانگہ آن کر رکا۔ جس میں سے زیدی صاحب اُترے۔ ہم دونوں انھیں اُتارنے کو گئے۔ دعا سلام ہوئی۔ چار پر بلایا۔ وہ کہنے لگے "میں بغیر ڈاڑھی صاف کئے ناشتہ نہیں کر سکتا"

یہ کہہ کر وہ میرے کمرے میں گھس گئے۔ ایسا کُھرا جواب برا تو معلوم ہوا مگر جب سامان پر غور کیا تو ہم غصہ وُصہ سب بھول گئے۔ ایک ٹوکری نارنگیوں، سیبوں سے بھری تھی اور ایک ٹوکری میں خشک میوہ تھا فوراً بندو نے یہ سامان میز پر لگایا اور سب نے خوب ڈٹ کر ناشتہ کیا:

کام کی باتیں

(۱) رومال دھونا ہو تو پانی میں تھوڑا سا نمک ڈال کر رات کو رومال بھگو دو اور صبح کو صابن سے دھو لو۔

(۲) کپڑے پر کوکو کے دھبے پڑ جائیں تو انھیں سرد پانی سے دھونا چاہیے۔

(۳) اگر انڈے کی صرف سفیدی درکار ہو تو زردی کو پانی میں ڈال کر رکھ دو۔ کئی روز تک خراب نہ ہوگی۔

(۴) لیموں تازہ رکھنے ہوں تو سرد پانی میں ڈال دو۔ اور روزانہ پانی بدلتے رہو۔

(۵) ٹکٹ جمع کرنے والے بھائیوں کو ٹکٹ چپکانے کے لئے لیئی یا گوند کی ضرورت ہوتی ہے۔ گوند سے چپکانے میں ٹکٹ کے میلا ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ مگر لیئی سے یہ بات نہیں ہوتی۔ مگر ہر وقت لیئی کا پکانا ذرا مشکل ہے۔ اس لئے لوگ ولائتی لیئی خریدتے ہیں۔ ولائتی لیئی عرصے تک خراب نہیں ہوتی۔ اور آرام پہنچاتی ہے۔ نیچے ہم اس لیئی کا نسخہ لکھتے ہیں۔ اگر تم یہ لیئی تیار کر لو تو جو چیز بارہ آنے کی ملتی ہے۔ دو پیسے میں بنا سکتے ہو۔ نسخہ یہ ہے۔
۵ تولہ ارا روٹ کی پتلی پتلی لیئی پکائیں اس کے بعد اس میں دو ماشہ سلی سلک ایسڈ ڈال کر خوب گھوٹ دیں اور دو یا تین قطرے لونگ کے تیل کے ڈال دیں۔ لیئی تیار ہو گئی اب بوتل میں بھر لیں۔ عرصے تک خراب نہ ہوگی۔ نہایت عمدہ چیز ہے:

ٹکٹوں کی خبریں

خواجہ حافظ غلام نبی احمد صاحب ۔ پانی پتی

مصری ٹکٹ :-

۲۰ جنوری ۳۸ء کو مصر کے نوجوان بادشاہ فاروق کی شادی فریدہ ذوالفقار کے ساتھ ہو گئی ہے ۔ چنانچہ اس خوشی میں مصر نے دو نئے ٹکٹ جاری کئے ہیں ۔ جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویریں بنی ہوئی ہیں ۔

۱۱ فروری کو شاہ فاروق بالغ ہو جائیں گے ۔ یعنی آپ کی عمر ۱۸ سال کی ہو جائے گی ۔ چنانچہ اس موقع پر بھی دو ٹکٹ جاری ہوں گے ۔

مصر کے ٹکٹ بہت مقبول ہیں اور ان ٹکٹوں کی تو بہت مانگ ہو گی ۔ اس لئے بہت جلد ان کی قیمت میں اضافہ ہو جائے گا ۔

بین الاقوامی زبان کا ٹکٹ :-

۵۰ سال ہوئے جب اسپرانٹو (ESPERANTO) زبان ایجاد ہوئی تھی چنانچہ برازیل میں اس زبان کی گولڈن جوبلی منانے کے لئے ایک کانفرنس ہوئی تھی ۔ اس کی یادگار میں برازیل نے ایک ٹکٹ جاری کیا ہے جس پر دنیا کا نقشہ بنا ہوا ہے جو اس زبان کی ہمہ گیری کو ظاہر کرتا ہے ۔

اس سے پہلے بھی ایک ٹکٹ ۱۹۲۶ء میں جاری ہو چکا ہے جو روس سے جاری ہوا تھا ۔ اس پر ڈاکٹر ایل زمینوف (Dr. L. ZAMENHOF) کی تصویر بنی ہوئی ہے ۔ جنہوں نے ۱۸۸۷ء میں اس بین الاقوامی زبان کو ایجاد کیا تھا ۔

ہجرت کے ٹکٹ :-

تین سو سال ہوئے جب سوئیڈن کے کچھ باشندے امریکہ میں جا کر آباد ہوئے چنانچہ اس کی یادگار میں چھ ٹکٹوں کا ایک سٹ سوئیڈن نے جاری کیا ہے ۔

اس واقعہ کی یادگار میں امریکہ بھی ایک ٹکٹ جاری کر رہا ہے

---

۲۶ جنوری کو پورے ڈیڑھ سو سال ہوتے ہیں جب کہ گورنر فلپ کی زیر سرکردگی ایک جماعت نیو ساؤتھ ویلز (آسٹریلیا) میں جا کر آباد ہوئی ۔ چنانچہ اس واقعہ کی یادگار میں آسٹریلیا نے تین ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے ۔ ٹکٹوں پر گورنر موصوف مع اپنی پارٹی کے بندرگاہ سڈنی کے ساحل پر دکھلائے گئے ہیں ۔

خط کتابت

چودہ ٹکٹ فرانس اور ڈھائی ٹکٹ امریکہ کے ارسال ہیں ۔ میں ان کا مقبول احمد صاحب کے افغانستان کے ٹکٹوں سے مبادلہ کرنا چاہتا ہوں ۔ اُن کے بدلے کے ٹکٹ مختلف قیمتوں اور اچھی حالتوں میں ہوں ۔ محمد عمران

مقبول احمد صاحب افغانستان کے ٹکٹ بھیج دیں انھیں محمد عمران سلمہٗ کے ٹکٹ بھیج دئے جائیں گے ۔ (ایڈیٹر)

میرے پاس فرانس ، بلجیم ، اٹلی ، ہالینڈ ، یو ، ایس اے ، ہ ، ی ، ۷ ، وغیرہ کے بہت ٹکٹ ہیں ۔ اُن کے بدلے میں عراق مصر اور ممالک اسلامیہ اور ریاستوں کے ٹکٹ چاہتا ہوں ۔

پتہ :۔ خالد حسن قادری معرفت مولوی حاجی حامد حسن صاحب قادری پروفیسر ۔ سکندر منزل ۔ حکیموں کی گلی ۔ آگرہ ۔

ایڈیٹر صاحب ۔ تسلیم

ہمیں حیدر آباد کے سلور جوبلی ، ٹراونکور کے مندر کے داخلے ، ہندوستان کے سلور جوبلی کے ۲ ½ ، ۳ ½ اور ۸ والے اور نئی دہلی ۱۹۳۱ء کے افتتاحی ٹکٹوں کی ضرورت ہے ان کے بدلے میں انگلستان ، امریکہ ، کنیڈا ، آسٹریلیا وغیرہ ملکوں کے نئے نئے ٹکٹ دوں گا ۔ مجھے ریاستوں کے ٹکٹ بھی درکار ہیں ۔ میں حیدر آباد ، ٹراونکور ، کوچین ، کشمیر ، بھوپال اور دوسری ریاستوں کے ٹکٹ جمع کرنے والوں سے خط کتابت کرنا چاہتا ہوں ۔ میں اُن کے عوض دوسرے ملکوں کے ٹکٹ دوں گا ۔ ملک اڑیر احمد ۔ ملکی ہسپتال

پوسٹ آفس ملکی ۔ (ضلع گیا)

مجھے کارونیشن اسٹیمپس کی ضرورت ہے ۔ اگر کوئی بھائی مبادلہ کرنا چاہیں یا فروخت کرنے کا خیال رکھتے ہوں تو براہ کرم سب سے پہلے مجھ سے خط کتابت کریں ۔ جس قدر بھی ٹکٹ سلور جوبلی یا کارونیشن کے فروخت کرنا ہوں ان کی فہرست مع قیمتوں کے تحریر کریں ۔ مبادلہ میں دنیا کے کسی ملک کے ٹکٹ دے سکتا ہوں مجھے امید ہے کہ "پیامی بھائی" جلد توجہ فرمائیں گے ۔

نواب زادہ سید محمد جاوید حسن افروز ہلیس معرفت نواب محمد فاروق صاحب ایم اے ، کمال خاں اسٹریٹ

(کان پور)

مجھے ٹکٹ جمع کرنے کا ازحد شوق ہے میرے دوست (PEN FRIEND) دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں ۔ میں ہندوستانی ریاستوں (مثلاً حیدر آباد ، پٹیالہ گوالیار ، ٹراونکور وغیرہ) کے ٹکٹ استعمال شدہ خریدنا چاہتا ہوں خواہش مند بھائی اس پتے پر خط کتابت کریں ۔ عبدالوحید معرفت غلام دستگیر خواجہ ۔ رائل ایر فورس ۔ لاہور چھاونی ۔



۲

مکہ دانی











تعلیمی برادری کے چند ممبر

پیام برادری

(آپا جان)

عزیز بچو اور بچیو - اب کی یہ خط تمھیں ذرا جلد لکھ رہی ہوں - ایڈیٹر صاحب کا اصرار ہی کہ رسالہ وقت پر نکالا جائے - پھر بھی آج دس تاریخ ہے، رنگ بھرنے کی تصویریں اور انعامی مقابلے کے مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ ——— پھر بھی ابھی نو بچوں اور بچیوں نے تصویریں رنگ بھر کر بھیجی ہیں - مضمون بھی کل آٹھ آئے ہیں - بری بات ہے - اب کی تمھارے ساتھ پھر رعایت کی جاتی ہے مگر یہ آخری بار ہی - آیندہ ایسا نہ ہوگا - اچھا تو ۱۰ مارچ تک اور مہلت دی جاتی ہے - اس تاریخ تک مضمون اور تصویر رنگ بھر کر بھیج دو -

بہت سے بچے اور بچیاں اس بات پر زور دے رہی ہیں کہ تصویر کے پیچھے اشتہار وغیرہ کچھ نہ ہونا چاہئے - صفحہ سادہ چھوڑ دیا جائے اور یہ صفحہ الگ ہو - رسالے کے ساتھ جڑا ہوا نہ ہو - یہ تجویز مجھے بھی پسند ہی اور پیام تعلیم کی مالی حالت اس قابل ہوئی تو ایسا ہی کیا جائے گا -

یہ سن کر تمھیں خوشی ہو گی کہ میرٹھ میں عزیزی وقار اور عزیزہ آمنہ عمر کی کوششوں سے میرٹھ میں بھی پیام برادری کی شاخ قائم ہوگئی ہی - بچوں کی الگ - بچیوں کی الگ - ہمارے حیدرآبادی پیامی ابھی کوشش

مقصد :-

یہ برادری، اردو خصوصاً پیام تعلیم پڑھنے والے بچوں کو خوش و خرم زندگی بسر کرنے، اُن میں دوستی، محبت، اتفاق، ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ پیدا کرنے، اُن کے فرصت کے وقت کو مفید کاموں میں صرف کرنے اور اس طرح انھیں عملی تعلیم دینے کے لئے قائم کی گئی ہے -

۲۰ سال تک کی عمر کی بچیاں اور بچے اس برادری میں شامل ہو سکتے ہیں - چاہے ہندوستان کے کسی حصے میں رہتے اور کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں -

ممبر بننے کے لئے ایک کوپن بھرنا پڑتا ہی جو ہر مہینے پیام تعلیم میں شائع ہوتا ہی - یہ کوپن علیحدہ بھی چھپوا لیا گیا ہی اور درخواست کرنے پر بھیجا جاتا ہی - ممبری کی کوئی فیس نہیں لی جاتی

پیام تعلیم پڑھنے والوں یا پیام برادری کے ممبروں میں سے جو بچے دوسرے ملکوں سے خط کتابت کرنا چاہیں ان کے لئے بھی انتظام کیا گیا ہی - انھیں ایک فارم علیحدہ بھر کر بھیجنا پڑتا ہی - پیام برادری کی تمام کارروائی مہینے کے مہینے پیام تعلیم میں شائع ہوتی ہی -

ہی کر رہے ہیں۔ عزیزی منور حسین اور عزیزی مبشر احمد صدیقی سے ہمیں خاص طور سے شکایت ہے اور دوسرے پیامیوں سے بھی

آنٹی پگی (ینگ فوک لیگ السٹریٹڈ ویکلی بمبئی) نے ہمارے پاس دوسرے ملکوں کے بچے اور بچیوں کے پتے بھیجے ہیں۔ یہ ہندوستان کے بچوں اور بچیوں سے خط کتابت کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ نام نیچے لکھتے ہیں جو بچے اور بچیاں اُن سے خط کتابت کرنا چاہیں وہ اپنے خط انگریزی میں لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیں نام یہ ہیں:-

(۱) مس جین ہیمنڈ (عمر ۱۵ سال) نیوزی لینڈ — (۲) لائڈ ریز۔ نیوزی لینڈ

(۳) مس ازابیلا داٹ (عمر ۱۸ سال) کناڈا — (۴) مس جوائس گردلی (عمر ۱۶ سال) نیوزی لینڈ

(۵) آئن میکڈونلڈ (عمر ۱۳ سال) افریقہ — (۶) مس مارے سوینے (عمر ۱۶ سال) آسٹریلیا

(۷) مس گوینڈولین (عمر ۱۷ سال) آسٹریلیا۔ — (۸) ہو مارٹن (عمر ۱۶ سال)

بچے اور بچیاں عمر کا خیال ضرور رکھیں۔ اچھا اب رخصت۔ اب اگلے ہفتے چند نئی تجویزیں پیش کروں گی جنھیں تم سب بہت پسند کروگے۔ خدا حافظ۔

تمھاری آپا جان

خطوں کے جواب

عزیزہ جمیلہ عبداللہ (لاہور)، سلمہا۔ تمھارا خط اور مضمون ملا۔ تم تو پیام تعلیم کے ہر مقابلے میں حصہ لیتی تھیں۔ ادھر کئی مہینے سے تم نے خط ہی بھیجا نہ مقابلے میں شریک ہوئیں۔ کیا بات ہے؟ رنگ بھرنے کی تصویر کے بارے میں تمھارا مشورہ مجھے بہت پسند آیا۔ کہ تصویر ایسی ہونا چاہیے کہ بچے آسانی سے رنگ بھر سکیں۔ آیندہ اس کا خیال رکھا جائے گا

تمھاری آپا جان

عزیزی اقبال احمد (سکھر)، سلمۂ تم اردو میں خط نہیں لکھ سکتے تو کوئی ہرج نہیں۔ انگریزی میں لکھ دیا کرو۔ ہاں جو بچے اردو میں لکھ سکتے ہیں وہ اردو ہی میں خط لکھا کریں۔ تم نے اپنا پتہ نہیں لکھا ورنہ برادری کے قاعدے بھیج دے جاتے۔ تمھاری تصویر مل گئی۔ اس تصویر کا تم نے کوئی عنوان نہیں لکھا۔

تمھاری آپا جان

عزیزی مہدی انصاری (لکھنؤ) سلمۂ۔ ٹکٹ جمع کرنے والے بچوں کے دو پتے لکھتی ہوں:-

(۱) عزیزی شاہد منظور معرفت جناب امیر احمد صاحب اندر کوٹ۔ میرٹھ

(۲) مدن موہن لال معرفت سیتل اینڈ کو سپورٹس ڈیلرز سیال کوٹ

میاں خط اچھے کاغذ پر روشنائی سے لکھتے ہیں۔ اس معاملے میں لاپروائی نہ کرنا چاہیئے۔ امید ہے کہ تم اچھی طرح ہوگے

تمھاری آپا جان

عزیزی حسین احمد (بجھرالیوں) سلمہ - پیام تعلیم میں ہر مہینے انعامی مقابلے کے سلسلے میں انعام چھپتے رہتے ہیں ان ہی میں سے کسی ایک پر مضمون لکھ کر بھیج دو۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو ماسٹر صاحب یا اپنے ابا سے پوچھ لو۔ خط ضرور بھیجو۔ جواب دیا جائے گا۔

تمھاری آپا جان۔

عزیزہ حمیرا (اعظم گڈھ) سلمہا۔ تمھارا خط ملا۔ برادری کے قاعدے اور کوپن بھیجے جا رہے ہیں۔ تم اپنی اور بہنوں کو بھی تو برادری کا ممبر بناؤ۔ عزیزہ اسلام فاطمہ اور آمنہ عمر نے تو اپنے اپنے شہروں میں برادری کی شاخیں بھی قائم کریں

تمھاری آپا جان

عزیزی مقبول احمد (نہکمنڈہ) سلمہٗ - اب پرچہ تمھیں وقت پر ملا کرے گا۔ دس دن کی مہلت کچھ کم تو نہیں ہوتی تمھارا نام برادری کے رجسٹر میں نہیں ملا۔ تم نے کوپن اور بیج کی قیمت کب بھیجی تھی؟ تفصیل سے لکھو۔

تمھاری آپا جان

عزیزہ اسلام فاطمہ (آگرہ) سلمہا۔ عزیزہ آمنہ عمر کا پتہ تو مل گیا ہوگا۔ ایڈیٹر صاحب نے تمھارا خط آتے ہی بھیج دیا تھا۔ تمھارے اور تمھاری بہنوں کے مضمونوں کا انتظار رہی۔ اپنے والد، والدہ اور بہنوں سے میرا سلام کہہ دینا۔ پیام بچیوں کو دعا۔

آپا جان

عزیزی وقار (میرٹھ)، سلمہٗ تمھارا مفصل خط اور کوپن ملے۔ تم نے اور عزیزہ آمنہ عمر نے اپنی برادری کے سلسلے میں سچ مچ بہت کام کیا ہے۔ خدا کرے تمھارا سا جوش سب پیامیوں میں پیدا ہو جائے۔ شاخ کے قائم ہونے کی خبر میرے لئے واقعی بہت خوشی کی خبر ہے۔ بچوں نے بہت سمجھداری سے کام لیا جو تمھیں صدر چنا۔ اور عثمان میاں سکریٹری چنے گئے! بہت اچھا ہوا۔ انھیں بھی اپنے پرچے سے بہت محبت ہے۔ میں سب بچوں کو اس کامیابی پر مبارک باد دیتی ہوں۔ فوٹوگرافی کا مقابلہ تو پہلے سے جاری ہے۔ اس پرچے میں بھی مقابلے کی تصویریں چھپ رہی ہیں۔ تم کس قسم کی ہدایتیں چاہتے ہو۔ بچوں کی انجمن تو میاں الگ ہی ہونا چاہیئے۔ یہ کام تم آمنہ عمر کے سپرد کر دو۔ کوپن اور بھجوا رہی ہوں

تمھاری آپا جان

عزیزم محفوظ علی (رام پور) سلمہٗ تمھارا خط ملا۔ جرمنی خط ۳۰ر میں جاتا ہے۔ بہتر یہی ہوگا کہ خط ہمارے ہی

پاس بھیج دئے جائیں۔ ہم صحیح پتہ لکھ کر بھیج دیں گے۔ ورنہ پتے لکھنے میں یا کسی نام کے ہجّے (SPELLING) میں غلطی ہوگئی تو خط کھو جانے یا دیر میں پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ تم علی گڑھ میں داخل ہوگئے بہت اچھا ہوا ۔ امید ہے کہ یہاں تم بہت سے دوست پیدا کرلوگے۔

تمھاری آپا جان

عزیزہ ثروت آصف (سہارن پور) سلمہا۔ عید کا تحفہ ملا۔ ایک خوب صورت ریشمی رومال تمھارے ہاتھ کا کڑھا ہوا تمھارے خلوص، محبت، سلیقے اور نفاست کی بہترین نشانی۔ میں تمھارے اس تحفے کو بہت عزیز رکھوں گی۔

تمھاری آپا جان

عزیزی مصطفٰے کمال شروانی (حیدرآباد دکن)، سلمہٗ تمھارا نام برادری کے ممبروں میں لکھ لیا گیا۔ برادری کے قاعدے اور کوپن بھیجے جاتے ہیں۔ کوپن بھر کر بھیج دو۔ خوشی کی بات ہے کہ پیام تعلیم تمھیں پسند ہے۔

تمھاری آپا جان

عزیزی مبارک الدین (آگرہ) سلمہٗ عمر اور بیج کے بارے میں تمھاری رائے معلوم ہوئی۔ دوسرے بچے اور بچیاں بھی اپنی رائے بھیج دیں تو کوئی فیصلہ کیا جائے۔ ٹکٹوں کے بارے میں عزیزی مقبول احمد عشرت کو لکھ دیا جائے گا

تمھاری آپا جان

عزیزی عبدالجلیل (بہار شریف) سلمہٗ ۔ اڈیٹر کی معرفت تمھارا خط ملا۔ ہاں میاں تم مجھے خط لکھ سکتے ہو۔ جواب کیوں نہ دیا جائے گا۔ پیام برادری کے قاعدے اور کوپن بھیجے جاتے ہیں۔

تمھاری آپا جان

عزیزی آمنہ (میرٹھ)، آخر تم نے شاخ قائم کرلی۔ بہت خوشی کی بات ہے۔ انعام دینے کا خیال مجھے بھی پسند ہے۔ میں بھی تمھاری تھوڑی بہت مدد کردوں گی۔ تم اپنا انعام لوگوں کو کیوں دینے لگی تھیں۔ میں نے تمھارا پتہ عزیزہ اسلام فاطمہ کو لکھ دیا ہے۔ خط لکھتے وقت اپنا پورا پتہ ضرور لکھا کرو۔

تمھاری آپا جان

تعلیمی تاش

اس تاش کی ایجاد نے تعلیمی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ کھیل ہی کھیل میں بچوں کی اردو اور انگریزی کی قابلیت بڑھ جاتی ہے۔ یہ تاش ذہن کو تیز کرتا ہے۔ اور دماغ میں غور و فکر کا مادہ پیدا کرتا ہے۔ اعلیٰ قابلیت رکھنے والے، تعلیم یافتہ حضرات بھی اس سے کھیل سکتے ہیں۔ یہ اُن کی تفریح اور دلچسپی کے لئے عجیب و غریب چیز ہے۔ بڑے بڑے ماہرین تعلیم نے اس کو پسند کیا ہے۔ ہزار ہا کی تعداد میں فروخت ہو چکا ہے کوئی گھر اور کوئی کلب اس تاش سے خالی نہیں رہنا چاہئے۔

قیمت فی بکس بڑا سائز (اردو، انگریزی) ۱۲؍ چھوٹا سائز (اردو) ۸؍ علاوہ محصول ڈاک کھیلنے کے قواعد کی کتاب بکس کے ہمراہ مفت دی جاتی ہے۔ محصول ڈاک ایک پر ۲؍ دو پر ۴؍

مکتبہ جامعہ

(قرول باغ نئی دہلی)

بچوں کی نئی کتابیں

۱- **لال مرغی** باتصویر:- عبدالواحد صاحب سندھی نے چھوٹے بچوں کے لئے لال مرغی، مینڈک اور خالہ بلّی کی اَن بَن اور بعد میں پھر دوستی بہت اچھے پیرایہ میں لکھی ہے۔ صفحات ۲۸ قیمت ۲ ر

۲- **چھدّو اور دوسری کہانیاں**:- اس میں چار بہت دلچسپ کہانیاں ذرا بڑے بچوں کے لئے ہیں۔ چھدّو اور باچھو تو محترمہ رقیہ ریحانہ کی لکھی ہوئی ہیں، آخری قدم ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب کی اور چوتھی پان کو، امتیاز حسین صاحب جنابی۔ بی۔ اے (جامعہ) قیمت کہانی۔ بہت اچھی ہے۔ قیمت ۲ ر

۳- **چھوٹا چمّو**:- از محمد حسین حسان صاحب ایڈیٹر پیام تعلیم۔ ایک ننھے منّے چوہے کی شوخی اور شرارت کی دلچسپ کہانی۔ بہت اچھی ہے۔ قیمت ۲ ر

۴- **انعامی مقابلہ**:- از محمد حسین حسان ایڈیٹر پیام تعلیم۔ بڑے مزے کی کہانی ہے جیسے تمہارے مدرسے میں اکثر فٹ بال کرکٹ وغیرہ کے آئے دن مقابلے ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح میاں الّو کے مشورے سے بہت سی چڑیوں نے گھونسلا بنانے کا مقابلہ کیا ہے اور خود الّو صاحب جج بنے ہیں۔ جگہ جگہ چڑیوں کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۳ ر

۵- **عقاب اور دوسری کہانیاں**:- یہ ذرا بڑے بچوں کے لئے ہے۔ سب کی سب بہت اچھی اور دلچسپ۔ ابو کی بکری کو ذرا دیکھو جانور بھی غلام رہنا پسند نہیں کرتے تو بھلا انسان کا کیا کہنا۔ بیچاری لڑتے لڑتے آخر میں مرجاتی ہے۔ لیکن غلام رہنا پسند نہیں کرتی۔ قیمت ۴ ر

۶- **پلوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی**:- کسان کی کھیتی اور پلوری کا نکل بھاگنا، اس کا پیچھا اور کسان کی بیوی اس کے ساتھیوں، خرگوش، لومڑی، اور کتوں میں کسی کے ہاتھ نہ لگنا۔ بہت ہی مزیدار ہے۔ قیمت ۲ ر

مکتبہ جامعہ

دہلی - نئی دہلی - لاہور

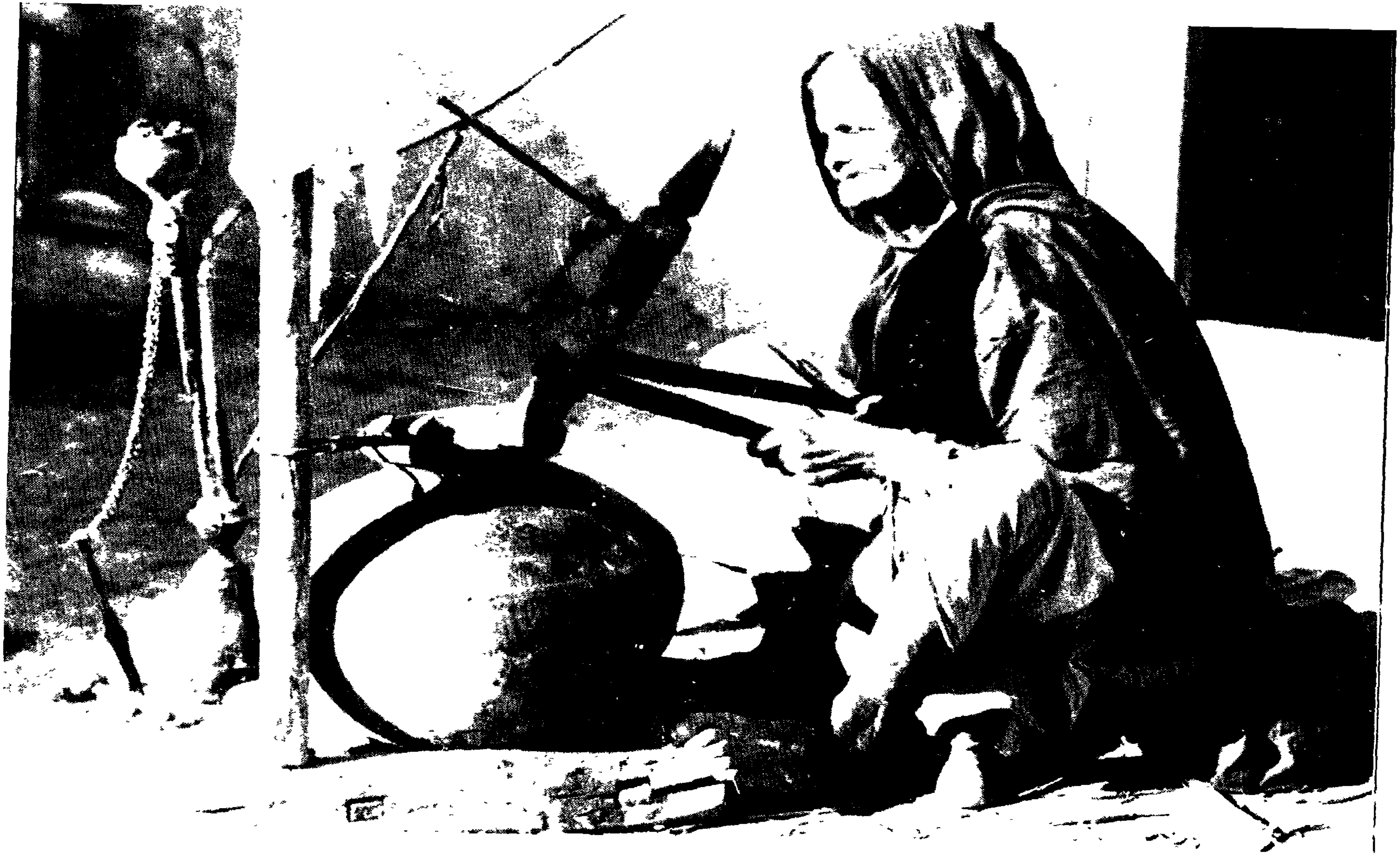
بچوں کے لئے جامعہ کی کتابیں

- بچوں کا قاعدہ ۴ر
- رہنمائے قاعدہ ۲ر
- بچوں کی کتاب ۴ر
- آسان خوش خطی
  - حصہ اول ۱ر
  - حصہ دوم ۱ر
  - حصہ سوم ۱ر
  - حصہ چہارم ۱ر
- جدولیں (اول دوم ۳ر، سوم چہارم ۶ر) ار
- مشق خوش نویسی ۲ر
- بچوں کا حساب
  - حصہ چہارم
  - حصہ پنجم
  - حصہ ششم
- ہمارے نبی
- ہمارے رسول
- سرکارِ دو عالم
- [illegible]
- [illegible]
- ارکانِ اسلام

- ہمارا دین ۴ر
- الدرود الریحان ۲ر
- چالیس حدیثیں ۴ر
- اچھی باتیں
- نبیوں کے قصے ۱ر
- اسلامی تاریخ کی سچی کہانیاں ۱ر
  - حصہ اول ۱ر
  - حصہ دوم ۱ر
- تاریخ ہند کی کہانیاں
  - حصہ اول ۲ر
  - حصہ دوم
- کائنات ۹ر
- دنیا کے بچے ۱۰ر
- دنیا کے بسنے والے ۹ر
- تعلیمی کھیل ۴ر
- بچوں کی نظمیں ۵ر
- بچوں کے اسماعیل ۴ر
- بچوں کا چڑیا گھر ۴ر
- بچوں کی رباعیاں ۵ر
- ننھی مرغابی ۴ر

- بچوں کی کہانیاں ۲ر
- مرغی اجبیر چلی ۲ر
- تانبیل خاں ۲ر
- محنت کا پھل ۳ر
- شیدلا ۵ر
- پھدو
- بیکاری ۵ر
- شہزادی گلنار ۵ر
- عقاب
- جگنو کی بلی ۳ر
- چھوٹا چھو ۵ر
- پوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی ۴ر
- ترکوں کی کہانیاں ۴ر
- دیانت ۵ر
- شریر لڑکا ۳ر
- قوم پرست طالب علم ۴ر
- بچوں کا انصاف ۵ر
- محنت ۴ر
- اسکول کی زندگی ۱ر
- ۲ر
- ۳ر
- ۳ر
- ۴ر
- ۳ر
- ۳ر
- ۳ر
- ۴ر
- ۴ر
- ۳ر
- ۲ر
- ۴ر
- ۴ر
- ۳ر
- ۳ر
- ۴ر
- ۴ر
- ۴ر
- ۳ر

مکتبہ جامعہ نئی دہلی، دہلی - لاہور



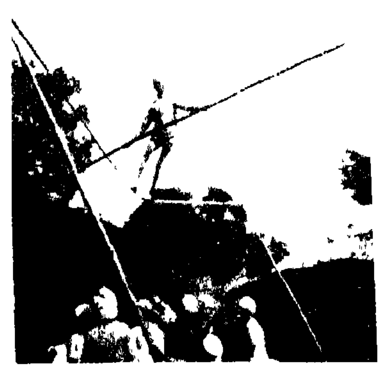
مكهن حالفي ا عيسى طريقة

انعامی مقابلہ









پیام تعلیم:- یوپی، سی پی، برار، میسور اور دوسری ریاستوں کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔

پیامِ تعلیم دہلی

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی (جامعی)
قیمت سالانہ عہ ۔ فی پرچہ ۲ر

جلد ۲۱ | اپریل سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۴

فہرست مضامین

پرنٹر و پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے ۔ پی ایچ ، ڈی ۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی۔



ہولی کی بہار

از مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر

دنیا کے نکھار کا سماں ہے — ہولی کی بہار کا سماں ہے
خوشیوں کی ہوائیں آ رہی ہیں — مستی کی گھٹائیں چھا رہی ہیں
رنگ رلیاں مچی ہوئی ہیں — دل کی کلیاں کھلی ہوئی ہیں
سارا غم و رنج لوگ بھولے — خوشیوں سے نہیں سماتے پھولے
پچکاریاں بھر کے چھوڑتے ہیں — رشتے الفت کے جوڑتے ہیں
فوارے ہوا میں چھٹ رہے ہیں — یا پھول ہوا میں لٹ رہے ہیں
دل سب کے ہیں باغ باغ اس دم — باقی نہیں غم کا داغ اس دم
راحت کے تنے ہیں شامیانے — بجتے ہیں خوشی کے شادیانے
بڈھا، بچہ، جوان خوش ہے — سچ یہ ہے کہ اک جہان خوش ہے

آؤ ہم بھی منائیں ہولی
سب مل کے خوشی سے گائیں ہولی

بچوں سے باتیں

سعید انصاری صاحب جامعہ کے پرانے استاد ہیں پہلے تمہارا پیامِ تعلیم یہی نکالتے تھے۔ اب سے کوئی چار برس پہلے یہ امریکہ گئے تھے بچوں کو پڑھانے کا طریقہ سیکھنے۔ پچھلے مہینے یہ پڑھانے کی سب سے اونچی ڈگری لے کر امریکہ سے واپس آئے ہیں ہم اس کامیابی اور خیر و عافیت کے ساتھ واپسی پر سعید انصاری صاحب کو اپنی اور سب پیامیوں کی طرف سے دلی مبارک باد دیتے ہیں۔

سعید انصاری صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ تمھارے پرچے کے لئے وہ اچھے اچھے مضمون لکھیں گے۔ ہماری درخواست پر انھوں نے امریکہ سے دلی تک کے دلچسپ سفر کا حال بہت جلد لکھنے کا وعدہ کیا ہے۔

اس مرتبہ پرچے میں اچھے اچھے مضمون شائع ہو رہے ہیں۔ چین کی کہانی۔ جناب محمود علی خاں صاحب نے خاص پیامِ تعلیم کے لئے لکھی ہے اور کئی نمبروں میں چھپے گی۔ مولوی شفیع الدین صاحب کی نظمیں ہمیں دیر میں ملیں لیکن ہیں اتنی اچھی کہ بنا چھاپے ہمیں چین نہ آیا بے موسم ہی سہی۔ شفیع الدین صاحب سال گرہ نمبر کے لئے بہت اچھی نظمیں لکھ رہے ہیں امام حسین والا مضمون صالحہ عابد حسین صاحبہ نے خاص پیامِ تعلیم کے لئے لکھا ہے امید ہے کہ تم اس سے سبق حاصل کرو گے سید شمیم صاحب جامعی پیامِ تعلیم کے لئے کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں اس مرتبہ انھوں نے بنگالی اور ہندی زبان سے بہت ہی اچھی اچھی کہانیوں کا ترجمہ کیا ہے ان میں سے ایک کہانی اس پرچے میں چھپ رہی ہے۔ پتیاں جمع کرنا بھی بہت اچھا مضمون ہے۔ اس مرتبہ جگہ کی کمی کے سبب کوئی لمبی کہانی نہ چھپ سکی۔ اگلے پرچے میں اس کا خیال رکھا جائے گا۔

چرایا ہوا خواب بچوں نے بہت پسند کیا اس نمبر میں اس کا آخری حصہ چھپ رہا ہے۔ اگلے نمبر سے ایک اور اچھا سا ڈراما چھپے گا۔

اگلے پرچے میں اور بھی بہت اچھے اچھے مضمون نظمیں اور کہانیاں ہوں گی وہ انشاء اللہ اس نمبر سے بھی مفید اور دلچسپ ہوگا۔

ہمارے پاس مضمون خاص کر کہانیاں بہت کثرت سے آتی ہیں اور رسالہ تو بس چالیس ہی صفحے کا ہے اس لئے مضمونوں کے انتخاب میں بہت دقت ہوتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ مضمون لکھنے والے بچے اور بڑے ہماری اس دقت کو سمجھیں گے اور مضمون یا کہانی دیر میں شائع ہونے پر بد دل نہ ہوں گے۔

اس مرتبہ رنگ بھرنے کی تصویر ہم نے الگ چھپوائی ہے بہت سے پیامیوں کا یہی تقاضا تھا۔ دوسرا صفحہ بھی اُن کی خواہش کے مطابق بالکل سادہ رکھا گیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ تصویر رنگ بھر کر بھیجنے میں انھیں کوئی عذر نہ ہوگا

چین کی کہانی[۱]

از محمود علی خاں صاحب جامعی

پہلی بات چین اور جاپان کی لڑائی کا حال تو تم نے سُنا ہوگا۔ آج کل ان دونوں میں خوب چل رہی ہے۔ سارے اخبار ان کی لڑائی کی خبروں سے بھرے ہوتے ہیں۔ جاپان نے چین پر حملہ کر دیا ہے۔ وہ طاقت ور ہے اس لئے چین کے ملک پر برابر قبضہ کرتا چلا جاتا ہے۔ چین بے چارا کم زور ہے اس لئے بے بس ہے۔ کم زور کو ہر ایک دبا لیتا ہے۔

یہ وہی چین ہے جس کا کسی زمانے میں ڈنکا بجتا تھا۔ دور دور اس کی شہرت تھی۔ پڑھنے لکھنے کے معاملے میں تو سب سے آگے تھا۔ اور تہذیب کے معاملے دنیا اس کے پیچھے پیچھے چلتی تھی۔ اس کے بنائے ہوئے چینی کے برتنوں اور ریشم کے کپڑوں کی ہر جگہ قدر ہوتی تھی۔

ہندوستان کی طرح چین بھی بہت پرانا ملک ہے۔ جب جاپان۔ یورپ۔ اور امریکہ میں لوگ جانوروں کی طرح جنگلوں میں مارے مارے پھرتے تھے اس وقت چین میں اچھی حکومت تھی۔ بڑے بڑے شہر تھے۔ علم کا چرچا تھا۔ بہت سی باتیں دنیا نے چین سے سیکھیں۔ بہت سی چیزوں کی ایجاد کا سہرا چین ہی کے سر ہے۔

مثال کے طور پر صرف دو چیزیں لے لو۔ دنیا کی سب سے بڑی نعمت یعنی کاغذ بنانا اور اس پر لکھنا چین نے ایجاد کیا۔ اس سے پہلے نہ کاغذ کا کہیں پتہ تھا اور نہ کوئی لکھنا جانتا تھا۔ سوچو تو سہی، اگر آج سب لوگ لکھنا پڑھنا بھول جائیں اور دنیا سے ساری کتابیں۔ اخبار اور کاغذ غائب ہو جائے تو کیا ہو۔ کاغذ کی ایجاد اور لکھنے پڑھنے کے رواج سے پہلے بس یہی صورت تھی۔ چین نے ان چیزوں کو ایجاد کرکے ساری دنیا پر احسان کیا۔

دوسری چیز۔ یعنی بارود بھی چین ہی کی ایجاد ہے۔ اس بارود کے ذریعے لڑائیوں کے زمانے میں لاکھوں آدمی آن کی آن میں موت کے گھاٹ اُتر جاتے ہیں۔ آج سے اُنیس بیس برس پہلے "بڑی لڑائی" تک دنیا میں بارود ہی کا دور دورا تھا۔ اب تو انسانوں کو مارنے کے لئے زہریلی گیس بھی ایجاد ہو گئی ہے۔ تو اگر چین بارود ایجاد نہ کرتا تو پھر لوگ تیر کمان اور تلوار ہی سے لڑا کرتے۔

غرض، چین پرانا ملک ہے بہت پرانا اور پھر

---

[۱] اس کہانی کے لکھنے میں پنڈت جواہر لال نہرو کی کتاب "دنیا کی تاریخ کی ایک جھلک" اور مکتبہ جامعہ کی شایع کی ہوئی کتاب "صحیفۂ چین" سے مدد لی گئی ہے۔

ہمارا پڑوسی بھی تو ہے اس لئے اس کی تھوڑی بہت تاریخ تو ہم سب کو معلوم ہونا چاہیئے۔ آج وہ کمزور ہے اور دوسرے ملک اسے غلام بنانا چاہتے ہیں۔ کل نہ جانے کیا حشر ہو۔ اس لئے اچھا ہے کہ اس کی پچھلی تاریخ تمھارے کانوں میں پڑی رہے۔ یہ کہانی میں نے اسی خیال سے شروع کی ہے۔ اُمید ہے کہ تم اسے شوق سے پڑھوگے اور ضرور پسند کروگے

پہلا باب

دو بادشاہ

دنیا کی شروع زمانے کی تاریخ کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ ہر ملک میں اپنے یہاں کی تاریخ کے بارے میں طرح طرح کے قصے کہانیاں مشہور ہیں پر وہ اعتبار کے قابل نہیں۔ چین میں بھی ایسی کہانیوں کی کثرت ہے۔ ہمیں ان سے مطلب نہیں، ہم تو اصل تاریخ لکھنا چاہتے ہیں۔ یہ اصل تاریخ اب سے کوئی ۵ ہزار برس پہلے سے شروع ہوتی ہے۔

آج کل برسوں کا حساب حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے لگایا جاتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ اس وقت ۱۹۴۸ء ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کو ۱۹۴۸ برس گذر چکے ہیں۔ چین کی تاریخ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے کوئی ۳ ہزار برس پہلے سے شروع ہوتی ہے۔ شروع کے بادشاہوں کا حال تو کچھ معلوم نہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ۲۳۵۷ برس پہلے وہاں ایک بادشاہ گذرا ہے۔ یاؤ۔ اس کے زمانے سے اب تک کا سب حال کتابوں میں موجود ہے۔ اس لئے ہم بھی یاؤ بادشاہ ہی کے ذکر سے شروع کرتے ہیں۔

یاؤ جب تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر صرف سولہ برس کی تھی۔ اس نے پورے سو برس تک چین پر حکومت کی۔ یہ بادشاہ بڑا نیک دل اور سادہ مزاج تھا۔ معمولی سے چھپر کے گھر میں رہتا تھا۔ گرمیوں میں سوتی کپڑا اور سردیوں میں ہرن کی کھال پہنتا تھا۔ اور مٹی کے پیالے میں لکڑی کے چمچے سے دلیا کھایا کرتا تھا۔ لیکن دن رات اپنی رعایا کی بھلائی میں لگا رہتا تھا اور لوگوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنتری اسی نے ایجاد کی یعنی سورج۔ چاند۔ ستاروں سے سال۔ مہینے۔ دن اور موسم وغیرہ کا حساب لگایا۔

بہت دنوں سے یہ قاعدہ سا ہو گیا ہے کہ بادشاہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا گدی پر بیٹھتا ہے۔ چاہے لائق ہو یا نالائق۔ لیکن یاؤ نے اس طریقے پر عمل نہیں کیا۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا بیٹا لائق نہیں ہے تو اس نے کسی ایسے شخص کی تلاش شروع کی جو اس کے بعد بادشاہت کا بوجھ سنبھال سکے۔ شُن میں اُسے تمام خوبیاں مل گئیں اس لئے اس نے سلطنت کا سارا کام شُن کے سپرد کر دیا۔

شُن نے اسّی برس تک حکومت کی۔ تیئیس سال تو یاؤ کی زندگی میں اور پچاس سال اس کے مرنے کے بعد۔ یعنی حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ۲۲۰۴ برس پہلے اس کا انتقال ہوا۔

شُن بھی یاؤ کی طرح بڑا اچھا بادشاہ گذرا ہے اس نے اچھے اچھے سولہ گھرانوں کے سرپنچوں کی ایک

کونسل بنائی تھی اور ان کے مشورے سے سلطنت کا سب کام کرتا تھا۔ اس نے عام اجازت دے رکھی تھی کہ جس کسی کو میری حکومت پر کوئی اعتراض ہو وہ پوری آزادی سے اپنا خیال ظاہر کرسکتا ہے۔ میں اعتراض کرنے والے کو سزا نہ دوں گا بلکہ اس کی رائے پر غور کروں گا۔

چین کی ندیوں میں طوفان بہت آتے تھے اور جان و مال کا بہت زیادہ نقصان ہوتا تھا۔ اندیشہ تھا کہ اگر اس کا معقول انتظام نہ کیا گیا تو کسی دن سارا چین ڈوب جائے گا۔ شن نے یہ کام پہلے یاؤ کے زمانے میں خود شروع کیا تھا۔ اب اس نے اپنے وزیر یو سے اسے پورا کرایا۔ یعنی زمین کی سطح کو بدل کر پانی کا بہاؤ ٹھیک کر دیا۔ شن نے سلطنت کے مختلف کاموں کے لئے نو وزیر بھی مقرر کئے تھے اور ہر وزیر کے سپرد چند خاص خاص محکمے کر دیئے تھے۔

شن کے انتقال کے بعد اس کا خاص وزیر یو اس کی جگہ تخت پر بیٹھا۔ (باقی آئندہ)

انگلیوں کا کھیل



پیامِ تعلیم نے تم کو بہت سے نئے نئے کھیل اور مشغلے بتائے ہیں۔ آؤ آج ایک نیا کھیل سکھائیں۔ بس تھوڑی مشق کی ضرورت ہے۔ پھر تو تم اپنے ساتھیوں کو اتنا ہنساؤ گے اتنا ہنساؤ گے کہ پیٹ میں بل پڑ پڑ جائیں گے۔

تھوڑا سا نیلا یا سرخ کاغذ لے لو یا ریشم کا ایک ٹکڑا۔ اس کا چھوٹا موٹا سایہ سا بنالو (وہی جو ہمیں پہنتی ہیں) اسے ربر کے تاگے سے انگوٹھے کے نچلے حصے میں اٹکا دو۔ لو یہ تمھاری پتلی کا سایہ ہوگیا۔ انگوٹھے کا سب سے اوپر کا جو حصہ ہے اس پر اپنی آپا کا انگشتانہ لے کر لگا دو۔ یہ ٹوپی ہوگئی۔ اب بیچ کی جو جگہ رہ گئی ہے اس کے دو حصے کرو۔ اوپر کے حصے پر سیاہی سے دو نقطے آنکھ کے لئے ایک نقطہ بیچ میں ناک کے لئے اور ایک نشان نیچے منھ کے لئے تصویر کی طرح بنادو۔ نچلے حصے کو رنگ دو۔ یہ کرتہ ہوگیا۔ اب ذرا انگوٹھے کو ہلاؤ تو، واہ - وا کیسی مزے کی گڑیا بنی ہے۔ اچھا ایک بات اور کرو۔ اپنے ہاتھ کو (سوا انگوٹھے کے) کسی کالی چیز سے چھپا دو۔ اور انگوٹھے کو نچاتے ہوئے پہلے اپنی آپا کے پاس جاؤ۔ خوب ہنسیں گی اور پھر وہ اسی طرح کا کھلونا بنا کر تم کو بھی ہنسائیں گی۔

باقی کھیل اگلے پرچے میں۔ (ترجمہ)

چڑیا

(ابن ذوالفقار منور قریشی)

آہا آہا چڑیا بولی!!
ننھی منی پیاری پیاری

صبح سویرے کیوں اٹھ بیٹھی
کس کی یاد میں گیت ہو گاتی

آجا آجا چڑیا آجا!!
ننھے کو تو گیت سناجا

ابا جی کی میز سے اڑکر
دروازے کے موڑ سے مڑ کر

اماں کے کمرے میں آجا
پیارے پیارے گیت سناجا

آ اک لوری مل کر گائیں
ننھے کا ہم جی بہلائیں

یوں تو بہت ہیں پنکھ پکھیرو
لیکن سب سے پیاری ہی تو

سر آنکھوں پر تجھ کو بٹھایا
گھر کی چھت میں گھر بنوایا

بانکی ترچھی چتوں تیری
آنکھوں سے دل کی تہ میں اتری

صورت تیری ہے متوالی!!
موہنی سندر پیاری پیاری

رنگت کیا خود رنگ ہے تیری
آنکھیں تیکھی ہیں اور چمکیلی

یاد ہے تیرا ناچ دکھانا
اور بیلوں کا جھولا بنانا

پھر سے اڑکر صحن میں آنا۔
چوں چوں کرکے پھر اڑ جانا

یاد ہے تیری خوش الحانی
کھونٹی پر سے جست لگانی

نور کے تڑکے گانا تیرا
سوتوں سے کہہ جانا تیرا

یادِ خدا میں محو ہو اس دم
دیکھو رحمت برسی چھم چھم

پتیاں جمع کرنا

احمد حسن، لکھنؤ

پیام تعلیم میں بہت سے مشغلوں کے بارے میں مضمون چھپے ہیں۔ انڈے جمع کرنا، تتلیاں جمع کرنا۔ ٹکٹ جمع کرنا۔ گھونگے اور سیپیاں جمع کرنا وغیرہ وغیرہ۔ پر مجھے تو ان سب شغلوں سے عمدہ شغل پتیاں جمع کرنا معلوم ہوتا ہے۔ بہت سے بھائی شاید مسکرائیں کہ بھئی کیا مشغلہ بتایا ہے یہ بھی کوئی مفید اور دلچسپ کام ہوسکتا ہے! مگر ذرا اسے کر کے تو دیکھئے کیسا دلچسپ معلوم ہوتا ہے اور مفید کتنا! بہت سی پتیاں ہیں جو ہندوستان میں بہت نادر ہیں آپ نے اس مشغلے میں ہاتھ لگایا تو پتیوں اور درختوں کے بارے میں آپ کو ایسی ایسی باتیں معلوم ہوں گی جن کی شاید اچھے اچھے پڑھے لکھوں کو بھی خبر نہ ہو اب تو ہو گئے آپ راضی؟ اچھا تو پہلے اپنے بڑوں سے پوچھ لیجئے وہ ضرور اجازت دے دیں گے اب آپ نیچے لکھی ہوئی ضروری چیزیں جمع کر لیجئے

(۱) ایک مربع فٹ بلاٹنگ پیپر کے ٹکڑے اُن پر روشنائی وغیرہ کے دھبے نہ ہوں۔

(۲) کوئی عمدہ چیز یا وزنی پتھر یا موٹی موٹی اور بھاری کتابیں۔

(۳) ایک عمدہ پنسل۔

اب آپ کچھ پتیاں جو تعداد میں دس یا بارہ سے زیادہ نہ ہوں اور ذرا مشکل سے ملتی ہوں جمع کیجئے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ کوئی پتی گلی سڑی نہ ہو۔ کٹی نہ ہو۔ اس پر مکڑی کا جالا نہ ہو۔ بلاٹنگ (سیاہی چوس) کے ایک ٹکڑے پر پتیوں کو ذرا فاصلے پر رکھ دیجئے رکھنے سے پہلے ان پر نام لکھ دیجئے اور توڑنے کی تاریخ پتی کو کسی کاپی یا دفتی پر رکھئے اور اس پر ایک کاغذ کا ٹکڑا۔ کاغذ کے ٹکڑے پر پتی کا نام اور تاریخ لکھ دیجئے۔ نام کاغذ پر اس طرح لکھا جائے کہ پتی پر زیادہ زور نہ پڑے ورنہ پھٹ جائے گی۔ اور

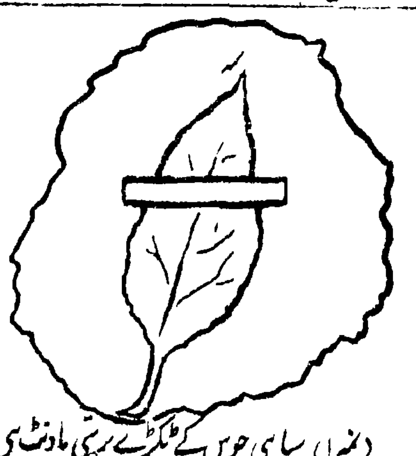
بے کار ہو جائے گی

اب یہ پتیاں بلاٹنگ (سیاہی چوس) پر رکھئے اور اس پر دوسرا سیاہی چوس رکھ دیجئے اب کسی الماری یا کسی میز پر دونوں سیاہی چوس اُسی طرح رکھ کر اس پر کتابیں رکھ دیجئے۔ کتابیں اس طرح رکھئے کہ سب پتیاں برابر برابر دب جائیں دس دن بعد آپ کی پتیاں (PRESERVED) محفوظ ہو جائیں گی اس بیچ میں پتیوں کو کھولئے گا نہیں اگر دس دن بعد بھی اچھی طرح (PRESERVED) محفوظ نہ ہوں تو تھوڑے دن اور رکھے رہئے۔ محفوظ ہونے کے بعد پتی بالکل چُرمُر ہو جاتی ہے۔ اگر آپ اسے زور سے پکڑیں گے تو ٹوٹ جائے گی۔

اس کے بعد پتیوں کو البم میں لگا لیجئے البم آپ کو کسی دوکان پر نہیں ملے گا۔ گھر پر ہی بنانا پڑے گا۔ آپ کا البم کم سے کم ایک فٹ لمبا اور ۱۰ انچ چوڑا ہونا چاہئے۔ اگر یہ سارا کا سارا سیاہی چوس کا ہو تو بہت اچھا ہے۔ کسی جلد ساز سے اس کی جلد بندھوا لیجئے۔ اب جو پتیاں آپ کے پاس رکھی ہوں انھیں ماؤنٹ کر لیجئے۔ ماؤنٹ کرنے کے دو طریقے ہیں

پہلا طریقہ

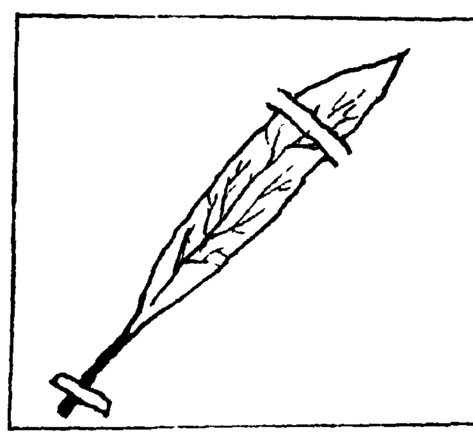
ضروری چیزیں :- ایک تیز ریزر بلیڈ۔ ایک دفتی۔ ایک پیمانہ۔ ایک پنسل۔ جس صفحے پر پتی ماؤنٹ کرنا ہو اس کے نیچے دفتی رکھ دیجئے پھر پتی کی سب سے بڑی موٹائی ناپ لیجئے۔ ناپ سے کچھ بڑی دو لکیریں کھینچ لیجئے۔ لکیروں کے درمیان تقریباً ½ انچ کا فاصلہ ہونا چاہئے۔ اب لکیروں پر ریزر بلیڈ پھیر دیجئے کاغذ کٹ جائے گا۔ اور سوراخ ہو جائیں گے۔ ذرا احتیاط سے پھیرئے گا ورنہ ہاتھ کی خیریت نہیں۔ اب آہستگی اور احتیاط سے پتی کو ان سوراخوں میں لگا دیجئے بس تصویر نمبر ۱ کے مطابق



(نمبر۱) سیاہی چوس کے ٹکڑے پر پتی ماؤنٹ ہے

اگر چھوٹی پتی ہے اور نام نہیں لکھا ہے تو اس کے پاس اس کا نام کاغذ کے ٹکڑے پر لکھ کر چپکا دیجئے۔ ایک سادے کاغذ پر پتی کا نام، توڑنے کی تاریخ اور سب حالت لکھ دیجئے۔ یعنی یہ کہ پھول کب نکلتے ہیں؟ پیڑ کیسا ہوتا ہے؟ پھل ہوتا ہے تو کیسا؟ کھایا جاتا ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ اُس کاغذ کو پتی کے نیچے لگا دیجئے۔

دوسرا طریقہ

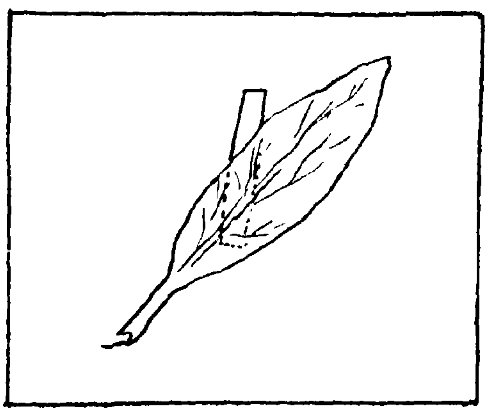


پتی کاغذ کے ذریعے ماؤنٹ ہی اور پاس ہی نام لکھا ہی

پتی کو ماؤنٹ کرنے کا یہ بہترین طریقہ ہی۔

ضروری چیزیں :- نقشہ اتارنے والا کاغذ ایک قینچی - اچھی لئی یا عمدہ قسم کا گوند۔ ایک پیمانہ

نقشہ اتارنے والے کاغذ کی ½ انچ چوڑی پٹیاں کاٹ لیجئے۔ پھر جس پتی کو ماؤنٹ کرنا ہو اس کی سب سے بڑی چوڑائی ناپ لیجئے اور ناپ سے کچھ بڑی (½ انچ) پٹی کاٹ لیجئے۔ پھر پٹی کے ایک کنارے ذرا سا گوند لگا دیجئے اور جس طرح تصویر میں دکھایا ہے پتی ماؤنٹ کر لیجئے۔



اگر پتی بڑی ہے تو اسے بھی ماؤنٹ کر لیجئے کیلے کی پتی کے علاوہ آپ سب پتیاں محفوظ کرکے اپنے البم میں لگا سکتے ہیں۔

اگر آپ کو یہ مشغلہ اچھا لگے اور پتیاں جمع کرنے کا شوق پیدا ہو جائے تو میں بھی آپ کو طرح طرح کی پتیاں دے سکتا ہوں ؁

شکار کی کہانی

سید محمد شمیم صاحب جامعی

(بنگالی سے ترجمہ)

گنگا چرن بابو بہت بڑے شکاری تھے اپنی آدھی زندگی انھوں نے جنگلوں ہی میں کاٹی تھی۔ بڑی مشکلوں میں پڑے اور اُن سے بچ کر نکلے۔

گنگا چرن بابو روز ہمارے گھر اخبار پڑھنے آیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ اتوار کا دن تھا۔ رم جھم بارش ہورہی تھی۔ ہم لوگوں نے سوچا کہ آج گنگا بابو آئیں تو اُن سے شکار کی کہانی سننی چاہیئے۔ وہ اپنے تجربے بڑے مزے مزے میں سناتے۔ بچے تو بچے، جوان اور بوڑھے بھی اُن کے قصے بہت شوق سے سنتے تھے۔

گنگا بابو چھاتا لگائے آرہے تھے۔ دیکھتے ہی ہم لوگ پھولے نہ سمائے۔ جیسے ہی وہ اندر آئے ہم لوگوں نے گھیر لیا۔ "آج تو شکار کی کہانی سنایئے" ہر طرف سے یہی آواز آئی۔

"اچھا بھائی، اچھا" کہتے ہوئے گنگا بابو فرش پر تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ ہم لوگ بھی چاروں طرف مل کر بیٹھ رہے۔ گنگا بابو کہنے لگے۔

"اچھا سنو، بھائی! ایک دن کا واقعہ سناؤں اب بھی جب اس کا خیال کرتا ہوں تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بس قسمت ہی تھی جو بچ کر نکل آیا۔"

ضلع ہزاری باغ میں ایک دیہات ہے جس کا نام گھورنجی ہے۔ کچھ ضروری کام سے مجھے وہاں کچھ دنوں کے لئے رہنا پڑا تھا۔ گھورنجی سے ۱۵ میل دور ایک اور دیہات تھا جس کا نام کھڑک ڈیہ تھا کچھ ایسا کام آپڑا تھا کہ وہاں میرا جانا ضروری ہوگیا۔ سہ پہر سے پہلے میں جا نہیں سکتا تھا، سائیکل درست کر رہا تھا کہ میرے منشی آئے اور کہنے لگے" بابو شام ہورہی ہے اس وقت نہ جایئے، کل صبح چلے جایئے گا۔ کئی دن سے ایک شیر بہت آفت مچائے ہوئے ہے"۔

میں نے منشی کی بات سُنی اَن سنی کر دی۔ میں نے خیال کیا کہ تیزی سے سائیکل چلاؤں گا تو سورج ڈوبتے ڈوبتے کھڑک ڈیہ پہنچ جاؤں گا۔

میرے ساتھ ایک ناشتہ دانی تھی جس میں کافی گوشت اور روٹی تھی۔ ایک چھرا، ایک موم بتی اور ایک دیاسلائی بھی تھی۔ میں نے اپنی بندوق بھی نہ لی سوچا کہ ضرورت ہی کیا ہے۔ اس طرف اتنا بڑا شیر تو ہوگا نہیں جو راستہ روک لے گا اور مجھ کو سائیکل سے اُترنا پڑے گا۔ ایک گھنٹے کے اندر ہی میں اپنی منزل پر پہنچ جاؤں گا۔ ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گرچہ راستہ جنگل ہی سے ہو کر گیا ہے۔ لیکن سڑک بہترین ہی

سائیکل چلانے میں وقت نہ ہو گی

کوئی آدھا راستہ سائیں سائیں کرکے طے ہوا۔ سات میل کے قریب رہ گیا تھا یکایک پھس کرکے پچھلے پہیے کی ہوا نکل گئی۔ سائیکل چلانا ناممکن ہو گیا۔

اب بہت فکر ہوئی۔ لیکن کرتا کیا۔ سائیکل لے کر تیز پیدل چلنے لگا۔ بہت افسوس ہوا کہ بندوق کیوں نہ لے لی۔

دونوں طرف گھنا جنگل تھا۔ شام بھی ہو چلی تھی چڑیاں درختوں پر شور مچا رہی تھیں اب تو کھڑک ڈیہ پہنچتے پہنچتے کافی رات آجائے گی

یکایک شیر کی گرج کی آواز آئی۔ آواز بہت دور سے آ رہی تھی۔ پھر بھی خوف سے روح کانپ اٹھی

اب اس طرح پیدل چلنا مناسب نہ تھا میں سائیکل کو تو ایک درخت کے نیچے رکھ دیا اور ناشتہ دانی وغیرہ لے کر ایک درخت کے اوپر جا بیٹھا۔

اب رات اسی درخت پر کاٹنی تھی۔ اس طرح درخت پر رات گذارنے کا موقع اکثر مجھے نصیب ہوا کہ شیر کی گرج آہستہ آہستہ قریب ہوتی جاتی تھی۔

شام ہو گئی۔ چودھویں کا چاند جنگل کے کنارے سے نکلا۔ چاندنی میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا شیر میری سائیکل کو چاٹ رہا ہے۔

ڈر سے زیادہ مجھ کو بندوق نہ لانے کا افسوس ہوا۔ بندوق ساتھ رہتی تو یہ بڑا شکار ہاتھ سے نہ نکلتا۔

شیر نے پھر میری طرف دیکھا۔ اور پلک مارتے مارتے میری طرف ایک جست لگائی۔ بس بال بال بچ گیا۔ ذرا اور اونچا اٹھتا تو لے مرا تھا۔

جلدی جلدی میں اور اوپر جا بیٹھا۔ ڈر سے میرا خون خشک ہو رہا تھا اور شیر برابر میری طرف جست لگا رہا تھا۔

میں تو بھائی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ مجھے چھوڑے گا نہیں برابر اسی طرح جست لگاتا رہے گا۔

یکایک مجھے ایک بات سوجھی۔ موم بتی کو جلا کر موٹی شاخ پر جمایا اور چھرے کو اسی پر گرمانے لگا۔ ناشتہ دانی سے گوشت نکال کر ایک ٹکڑا شیر کی طرف پھینک دیا وہ سونگھ کر فوراً اس کو نگل گیا۔ میں نے دوسرا ٹکڑا پھینکا۔ اس کو بھی اسی طرح نگل گیا۔ غالباً پکے ہوئے گوشت کا مزا بہت اچھا معلوم ہوا۔ اب میں ایک ہاتھ سے چھرا گرما رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے آہستہ آہستہ گوشت کے ٹکڑے پھینک رہا تھا جب گوشت ختم ہونے کو آیا تو چھرا بھی خوب گرم ہو گیا تھا میں نے آخری ٹکڑا پھینک دیا۔ وہ جیسے ہی اس کی طرف لپکا۔ میں نے زور سے چھرا اس کی طرف پھینکا۔

افوہ کتنے خوفناک طریقے سے گرجا! تمام جنگل کانپ گیا۔ اب وہ غصے سے گرج رہا تھا اور میری طرف جست کر رہا تھا

میں نے تمام رات اسی درخت پر کاٹ دی۔ صبح تک شیر مر گیا۔ اتر کر دیکھا تو چھرا ٹھیک دل کے پاس گھسا تھا

سرسوں کی بہار

مولوی شفیع الدین صاحب نیرؔ

کھیتوں میں بہار آ رہی ہے
سرسوں کھڑی مسکرا رہی ہے

رانی ہے بہار کی سدا سے
ظاہر ہے یہ اس کی ہر ادا سے

جوڑا پہنا ہے اس نے دھانی
ہے اس کی بہار پر جوانی

پھولوں کا پہن کے تاج اُس نے
دنیا پہ کیا ہے راج اس نے

جھونکوں سے ہوا کے جھومتی ہے
مستانہ ادا سے جھومتی ہے

سرسوں جب مسکرائی آئی
خوشیوں کی فضا جہاں پہ چھائی

ہر سمت بہار کا ہے انبار
ہر کھیت بنا ہے زعفران زار

منظر سرسوں کا دل کو بھایا
بے ساختہ یہ زباں پہ آیا

اے کاش یہی بہار رہتی
سرسوں یوں ہی برقرار رہتی

اِمام حسین علیہ السلام

محترمہ صالحہ عابد حسین

امام حسین ہمارے رسول اکرم محمد مصطفےٰؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ کے چھوٹے صاحبزادے تھے آپ کے والد ماجد حضرت علیؓ رسول اللہ کے سگے چچا زاد بھائی اور بہت پیارے دوست تھے۔ امام حسینؑ کے بڑے بھائی کا نام امام حسنؑ اور بہنوں کے نام زینبؑ و کلثومؑ تھے

امام حسینؑ نے بچپن سے حضرت محمدؐ رسول خدا کی تربیت پائی تھی۔ رسول اللہؐ اِن کو سب بچوں سے زیادہ چاہتے تھے۔ یوں تو سب ہی بزرگ اپنے بچوں سے محبت کرتے ہیں مگر جناب محمد مصطفےٰؐ امام حسینؓ سے اس وجہ سے زیادہ محبت کرتے تھے کہ ایک تو امام حسینؑ بے حد نیک، خدا پرست، رحم دل اور بہادر تھے دوسرے آپ کو معلوم تھا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جب یہی بچہ اپنے نانا کی اُمت کو تباہی سے بچائے گا۔

اکثر ایسا ہوتا کہ رسولِؐ خدا مسجد میں منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے ہیں اور امام حسنؑ و امام حسینؑ باہر سے مسجد میں آگئے آپ وعظ بند کرکے انھیں پاس بلا لیتے، اور زانو پر بٹھا کر پھر وعظ شروع کرتے۔

ایک مرتبہ حضورؐ مسجد میں وعظ فرما رہے تھے امام حسینؑ باہر سے کھیلتے ہوئے آئے اور مسجد کی دہلیز سے ٹھوکر کھا کر گر پڑے۔ رسول اللہ فوراً ممبر سے اُتر پڑے اور جاکر اپنے پیارے بچے کو چھاتی سے لگا لیا، اور فرمایا "یہ چوٹ حسینؑ کے جسم پر لگی ہے اور میرے دل پر" اکثر فرمایا کرتے تھے "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے" جس نے حسینؑ کو تکلیف دی اس نے گویا مجھے تکلیف دی۔ جس نے حسینؑ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔"

عید کا دن تھا۔ عرب کے بچے کپڑے پہنے اونٹوں پر سوار پھر رہے تھے بنتِ رسول[1] حضرت فاطمہؓ کے گھر میں ہمیشہ اپنے باپؐ کے گھر کی طرح عسرت[2] چھائی رہتی تھی کیونکہ جو کچھ ہوتا تھا وہ حضرت فاطمہؓ غریبوں، محتاجوں کو دے دیتی تھیں۔ عید کے دن بھی آپ نے امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو وہی پرانے کرتے دھو کر پہنائے تھے۔ رسولِ خداؐ ملنے تشریف لائے تو امام حسینؑ مچل گئے کہ "ہم اونٹ پر بیٹھیں گے"۔ حضرت فاطمہؓ نے سمجھایا پیار کیا مگر آپ ضد کرتے رہے۔ رسولِ خداؐ نے فرمایا "بیٹی حسینؑ کو نہ ڈانٹو۔ حسینؑ کے ناز خدا اور خدا کا رسول دونوں اُٹھاتے ہیں" یہ کہہ کر آپ نے امام حسینؑ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا اور فرمایا "کیوں حسینؑ اب تیری خوشی پوری ہوگئی؟"

ذرا سوچو تو جس بچے کا محمدؐ جیسا نانا علیؓ جیسا باپ

---

[1] رسول کی بیٹی [2] غریبی

اور فاطمہؑ جیسی ماں ہو گی جو رسولؐ خدا کی تربیت میں رہا ہو گا اور رسولؐ کی بیٹی کی گود میں پلا ہو گا اس میں کیا کیا خوبیاں نہ ہوں گی۔ حسینؓ بڑے ہوئے تو ماں باپ اور نانا کی خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ رحم دل، سخی، بہادر، خدا پرست، عالم، عابد، غریبوں کی مدد کرنا محتاجوں کا کام کرنا۔ یتیموں سے محبت کرنا۔ اپنا فرض سمجھتے تھے دروازے پر فقیر آجاتا تو جو کچھ گھر میں ہوتا دے دیتے اور اکثر خود فاقے سے سو رہتے

سنہ ۱۱ھ میں رسولِ خدا نے وفات پائی اور سنہ ۴۱ھ تک خلافتِ راشدہ کا زمانہ بھی ختم ہو گیا اس کے بعد امیر معاویہ تخت پر بیٹھے اور اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد بنایا اور اُن کے مرنے کے بعد یزید کی حکومت شروع ہوئی۔

یزید بہت برا آدمی تھا۔ شرابی، ظالم، خدا اور رسول کے ہر حکم کے خلاف کرنے والا۔ تخت پر بیٹھتے ہی اس نے حاکم کو حکم بھیجا کہ تم سب سے پہلے حسینؑ سے بیعت لو (بیعت کے معنی ہیں حاکم وقت کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر یہ معاہدہ کرنا کہ ہم اسے اپنا پیشوا اور اپنا خلیفہ سمجھتے ہیں اور اس کے حکم پر سر جھکانا اپنا فرض جانتے ہیں) امام حسینؑ یہ کیسے گوارا کر سکتے تھے کہ ایسے ظالم خدا اور رسول کے احکام کے خلاف کرنے والے کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ اگر امام حسینؓ بیعت کر لیتے تو ہر مسلمان سمجھتا کہ رسولؐ کے نواسے نے یزید کو (معاذ اللہ) اپنا خلیفہ اور اپنا پیشوا مان لیا تو ہم کیوں نہ مانیں۔ امام حسینؑ نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا اور اپنے بچوں اور عورتوں کو لے کر حج کو روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ آپ کے بہت سے عزیز اور دوست بھی تھے۔ مگر مکے میں یزید کی فوج لڑنے کو جمع ہونے لگی۔ مکہ میں لڑنا منع ہے اس لئے امام حسینؑ نے یہ گوارا نہ کیا کہ ان کی وجہ سے مکہ میں لڑائی ہو۔ اُدھر کوفے سے آپ کے پاس خط پر خط چلے آتے تھے کہ آپ یہاں آ جائیے اور ہم لوگوں کو سیدھا راستہ دکھائیے۔ یزید کے مقرر کئے ہوئے حاکم مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں چنانچہ امام حسینؑ حج کرنے سے پہلے ہی کوفے کی طرف روانہ ہو گئے۔ امام حسینؑ کے ساتھ اس وقت دو سو سے کچھ کم آدمی تھے۔

قیامت کی گرمی پڑ رہی تھی اور پھر عرب کی گرمی! خدا کی پناہ، صحرا کا سفر، اس زمانے میں نہ گاڑی تھی نہ ریل۔ اونٹوں پر سوار ہو کر وہ قیامت کا رستہ طے کرنا پڑتا تھا۔ لو کے جھونکے، تپتی ہوئی ریت کے ذرے جلائے ڈالتے تھے۔ کوسوں پانی کا نام نہ تھا نہ درخت کا سایہ مگر امامؑ سب مصیبتیں سہتے تکلیفیں اٹھاتے صبر شکر کے ساتھ چلے جاتے تھے۔ ابھی کوفے سے کئی منزل ادھر تھے اور کربلا کے میدان کے قریب پہنچے تھے کہ یزید کی فوج نے آپ کو گھیر لیا اور کہا کہ ہم کوفے نہ جانے دیں گے یا تو یزید کی بیعت کیجئے ورنہ سر کٹانے کو تیار ہو جائیے۔

یہ ذکر محرم کی تیسری تاریخ کا ہے۔ امامؑ نے اپنے خیمے دریائے فرات کے کنارے لگانے چاہے تاکہ بچوں کو پیاس اور گرمی کی زیادہ تکلیف نہ ہو مگر یزید کی فوج نہ مانی سارے دریا پر قابض ہو گئی اور امام حسینؑ نے تپتے

ہوئے صحرا میں اپنے خیمے نصب کیے۔

رات کو امام حسینؓ نے اپنے سب رفیقوں، دوستوں عزیزوں اور ہمراہیوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا "یزید چاہتا ہے کہ میں اس کی بیعت کر لوں ورنہ وہ مجھے قتل کرے گا اور میرا ساتھ دینے والوں کو بھی۔ میں ایسے فاسق و فاجر[1] کی بیعت نہیں کر سکتا۔ میرا ایمان یہ ہے کہ باطل[2] کے سامنے سر جھکانا سخت گناہ ہے اور حق[3] کے لئے سر کٹانا زندگی کا سب سے اچھا مصرف[4] ہے۔ میں یزید کی فوج سے لڑ کر حق پر اپنی جان نثار کروں گا۔ اس کی فوج کی تعداد ہزاروں کی ہے اور ہم لوگ تعداد میں بہت کم ہیں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس لڑائی میں حسینؓ کا ایک ہمراہی بھی زندہ نہ بچے گا۔ یزید صرف میرے سر کا طلبگار[5] ہے۔ اُسے اوروں سے کوئی دشمنی نہیں۔ میں خوشی سے اجازت دیتا ہوں کہ جس کا جی چاہے اس رات کے اندھیرے میں چلا جائے۔"

یہ فرما کر امام حسینؓ نے اپنے منہ پر کپڑا ڈھانک لیا کہ جانے والوں کو شرمندگی نہ ہو چنانچہ اکثر لوگ خاموشی سے روانہ ہو گئے اور آپ کے ساتھ صرف بہتر آدمی رہ گئے۔ جن میں اٹھارہ آپ کے عزیز تھے اور ان بہتر آدمیوں میں، بوڑھے، ضعیف، کم عمر لڑکے اور ایک چھ ماہ کا شیرخوار بچہ بھی شامل تھا۔ اس مختصر سی فوج سے لڑنے کے لیے یزید کی ہزاروں کی فوج جوق در جوق چلی آتی تھی۔ ابن سعد یزید کی فوج کا سردار اور شمر اس کی فوج کا ایک بڑا افسر تھا۔

محرم کی ۷ تاریخ سے یزید کی فوج نے امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا۔ تمام نہر پر پہرے بٹھا دیئے۔ ذرا خیال تو کرو گرمی اور وہ بھی عرب کی گرمی۔ قیامت کی لو، غضب کی تپش، اور اس پر پانی کی بندش[6]۔ ننھے ننھے بچے بھوک اور پیاس سے بلکتے تھے مگر ان بے رحموں کو ذرا رحم نہ آتا تھا۔ ایک دن تو بچے کھچے پانی سے کام چلا۔ پھر حضرت عباس نے جو حسینؓ کے چھوٹے بھائی اور بڑے بہادر تھے۔ اس صحرا میں کئی کنوئیں کھودے مگر کسی میں پانی نہ نکلا۔ ان سے بچوں کی تڑپ اور اہل حرم کی مایوسی نہ دیکھی جاتی تھی ایک دفعہ یہ لڑتے لڑتے نہر تک پہنچ کر ایک مشک بھر لائے مگر اتنے لوگوں میں ایک مشکیزہ کتنی دیر چل سکتا تھا۔ امام حسینؓ حسرت سے سب حال دیکھتے تھے مگر لب پر یہی تھا کہ خداوندا ہر حال میں تیرا شکر ہے۔ حسینؓ ہر مصیبت میں ثابت قدم رہے گا۔

اسی طرح محرم کی دسویں تاریخ (جسے عاشورہ کہتے ہیں) آ گئی۔ نماز فجر[7] کا وقت تھا حسین خدا کے حضور میں ہاتھ اٹھائے۔ دعا مانگ رہے تھے کہ "پروردگار مجھے آج کے امتحان میں ثابت قدم رکھیو"۔ ناگہاں یزید کی فوج کی طرف سے تین چار تیر امام حسین کے قریب آ کر گرے۔ امام نے نماز ختم کی۔ تلوار ٹیک کر کے کھڑے ہو گئے اور فرمایا۔ بھائی وقت آ گیا خیمے میں چل کر اہل حرم[8] سے رخصت ہو لیں۔ آپ خیمے میں تشریف لائے بہنیں بیٹیاں، بھاوجیں اور بیوی سب کی سب گرد جمع ہو گئیں۔ امام نے کہا۔ زینب جنگ کے ہتھیار لاؤ اور اپنے بھائی کو جنگ کے لئے تیار کر دو۔ بہن نے ہر ممکن

۱ جس کے کام بہت برے ہوں ۲ جھوٹ ۳ سچ ۴ خرچ ۵ خواہش مند ۶ بند کرنا ۷ صبح ۸ امام حسینؓ کے گھر والوں کو اہل حرم کہتے ہیں۔

کوشیش کی ، بہت کہا مگر یزید میری جان کا دشمن ہے وہ بغیر مجھے قتل کرائے نہ ملنے گا۔ بہن تم صابر کی بیٹی ہو ہر حال میں صبر اور شکر کرو" یہ کہہ کر اور سب کو سمجھا بجھا کر باہر آئے۔

اب لڑائی شروع ہوئی۔ مولا کے سارے رفیق ایک ایک کرکے جاتے تھے اور شہید ہو جاتے تھے۔ امام ان کی لاشیں صحرا میں لٹا دیتے۔ ان لوگوں میں محمد کے صحابی علی کے ساتھی اور حسین کے دوست سب ہی تو تھے آخر سب یاور و انصار شہید ہوگئے۔ امام کے تین بھائیوں نے بھی جان گنوائی امام حسن کے بیٹے قاسم نے بھی چچا پر جاں نثار کی حضرت زینب نے اپنے دو کم سن بچے بھائی پر صدقے کئے یہاں تک کہ صرف عباس و اکبر، امام کے پاس رہ گئے۔ عباس فوج کے علم بردار پیارے بھائی اور باپ کی نشانی تھے۔ اکبر جنھیں ہم شکل نبی کہا جاتا ہے لخت جگر اور بڑھاپے کا سہارا تھے امام کس کو جدا کرتے اور کسے رکھتے۔ اُن کے دل کے حال کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ تین دن کی بھوک پیاس۔ دوستوں کا رنج ، عزیزوں کا غم، گھر کی تباہی کا صدمہ ، مگر واہ رے صبر، نہ لب پر شکایت تھی ، نہ دل میں گلا۔

بچوں کی پیاس کی تکلیف سے بے چین ہو کر حضرت عباس نے مشک لی اور لڑتے زخم کھاتے ، مشکیزے اور علم کو دوش پر لئے نہر تک پہنچ گئے۔ اگرچہ تین دن کی پیاس نے زبان پر کانٹے ڈال رکھے تھے مگر نہر پر جاکر بھی پانی سے لب تر نہ کئے کہ میرے بھائی پیاسے ہیں۔ مشکیزہ بھر کر نہر سے نکلے پر فوج نے اتنے تیر برسائے کہ زخموں سے چور ہوگئے اور وہیں گر کر شہید ہوگئے۔

عباس کی شہادت نے امام کی کمر بالکل ہی توڑ دی تھی کہ اکبر ماں اور پھوپی سے اجازت لے کر باپ پر قربان ہوئے۔ ظہر کے وقت تک امام کا سارا لشکر خدا کے حضور میں پہنچ چکا تھا اب کون تھا جو امام پر صدقے ہوتا حسین کے بڑے بیٹے عابد سخت بیمار خیمے میں بے ہوش پڑے تھے آپ خیمے میں تشریف لائے۔ بیوہ بھاوجیں ، بیٹیاں نظر آئیں جن کے والی آج شہید ہوگئے تھے۔ مگر امام کی محبت اور خدا کی رضا پر صابر تھیں۔ حسین نے سب کو تسلی دی۔ صبر و شکر کی تلقین[1] کی۔ عابد کو ہوش میں لاکر وصیتیں کیں۔ پھر محمدؐ کی قبا پہنی۔ محمدؐ کا عمامہ سر پر رکھا اور علیؑ کی تلوار ہاتھ میں لے باہر جانا چاہتے تھے کہ حضرت بانو نے علی اصغر کو جو آپ کے چھوٹے بیٹے تھے لاکر حسین کی گود میں دے دیا اور کہا مولا اب یہ بچہ پیاس سے جاں بلب ہے اس کی جان کسی طرح بچائیے۔ امام کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے آپ نے کہا بچے کو لے کر یزید کی فوج میں جاتا ہوں۔ شاید کوئی اس پر رحم کھا کر پانی پلا دے۔

حسین علی اصغر کو ہاتھوں پر لئے ہوئے باہر تشریف لائے اور یزید کی فوج سے کہا کہ یہ بچہ معصوم ہے اور اگر تم لوگوں کے خیال میں میں قصوروار ہوں تو اس چھ مہینے کے معصوم کی تو کچھ خطا نہیں۔ یہ بچہ پیاس سے مرنے کے قریب ہے اسے تھوڑا پانی پلا دو۔ مگر آہ اُن ظالموں نے ایک تیر ایسا مارا کہ حسین کے بازو کو زخمی کرتا ہوا علی اصغر کے گلے میں پیوست ہوگیا اور وہ معصوم تڑپ کر باپ کے ہاتھوں میں ختم ہوگیا۔

امام نے ایک ننھی سی قبر تلوار سے کھودی اور اپنے

[1] سمجھانا۔

لخت جگر کو اس طرح خون میں بھرا دفن کر دیا اور پھر آپ گھوڑے پر سوار ہوکر دشمنوں کے لشکر میں آئے پہلے آپ نے اُن کو بہت کچھ سمجھایا ۔ ہدایت کا راستہ دکھانا چاہا مگر اُن سب کی آنکھوں پر تو دنیا کی محبت نے پردے ڈال رکھے تھے انھوں نے امام کی بات کو نہ سنا ۔

مجبوراً حضرت امام نے تلوار نکالی اور عصر تک تنِ تنہا ہزاروں کی فوج سے لڑتے رہے ۔ تمام جسم تیروں، نیزوں اور تلواروں کے زخموں سے چھلنی ہو رہا تھا ۔ نمازِ عصر کا وقت آگیا تو آپ بہت مشکل سے گھوڑے سے اُترے اور سجدے کے لئے جھک گئے اس وقت ابن سعد نے شمر ملعون سے کہا " اس وقت حسین نماز میں مشغول ہیں جاؤ اُن کا سر کاٹ لاؤ " وہ امام کے پاس آیا دیکھا حسین سجدے میں کچھ دعا کر رہے ہیں ۔ سمجھا کہ میرے لئے بد دعا کرتے ہوں گے ۔ جھک کر سنا ۔ کہہ رہے تھے "یا خدا میرے نانا کی اُمت کو نیک ہدایت دے یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے ہیں انھیں سیدھی راہ دکھا اور ان کو بخش دے ۔" ایک لمحے کے لئے وہ حیرت سے کھڑا کا کھڑا رہ گیا کہ دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی اپنے دشمنوں کے لئے بھی دعا کرے ۔ پھر وہ ملعون امام کے سینے پر سوار ہو گیا اور حسین کا سر تن سے جدا کر دیا ۔

حسین کے شہید ہونے کے بعد اہل حرم کو لوٹا گیا ۔ خیموں کو آگ لگائی گئی ۔ بیمار عابد کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی گئیں ۔ اہل حرم کو کھلے سر ننگے اونٹوں پر سوار کرکے دمشق پہنچایا گیا سب شہیدوں کے سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھائے گئے اور یزید کی خدمت میں تحفے کے طور پر پیش کئے گئے ۔ حضرت امام کی شہادت کے بعد لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ حق کیا ہے اور باطل کیا حسین کی قربانی نے مسلمانوں کو سیدھا رستہ دکھایا اور انھیں اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ حق اور سچائی کو قائم رکھنے اور ظلم اور فساد کو مٹانے کے لئے اپنی جان تک دے دینا ہی سب سے بڑی فتح ہے ۔ کچھ عرصے کے بعد لوگوں نے یزید کو مار دیا خود اس کا بیٹا باپ کے تخت پر نہ بیٹھا کہ جو تخت ظلم سے حاصل کیا گیا ہے میں اس پر نہیں بیٹھتا ۔ آج ساری دنیا امام حسین کا نام عزت اور احترام سے لیتی ہے اور کسی کو یزید کہہ دینا گالی دینے سے بھی زیادہ بُرا سمجھا جاتا ہے ۔

محرم کے مہینے میں امام حسین کی شہادت کی یاد تازہ رکھنے کے لئے مجلسیں کی جاتی ہیں ان میں آپ کی اچھائیوں کا ذکر ہوتا ہے اور واقعاتِ شہادت کو بیان کیا جاتا ہے ۔

بچو ! تم بڑے ہوکر تفصیل سے سب واقعات معلوم کر دگے ؟ یہ تھوڑے سے حالات تمھیں اس لئے بتائے گئے ہیں کہ ابھی سے تمھارے دل میں حق کی محبت اور حق کی خاطر تکلیفیں سہنے کی ہمت پیدا ہو جائے



چرایا ہوا خواب

از حامدی صاحب

(۵)

ملکہ ۔ یہ تو نظر آ ہی رہا ہے لو یہ چمکیلی ریت کی تھیلی ہے۔ اپنے
بالشتیوں سے کہہ دو کہ جب وہ لالٹینیں درختوں
سے لٹکائیں تو فرش پر اسے بچھا دیں۔

سردار ۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل کی جائے گی۔ ملکہ معظمہ

ملکہ ۔ ابھی ابھی مجھ سے زرد دیو کا قاصد ملا تھا وہ تو بڑا بدمزاج
ہے کہتا تھا کہ زرد دیو کا ایک نہایت قیمتی خواب کسی نے چرا لیا ہے۔

نذرو ۔ ملکہ معظمہ خواب چرایا نہیں گیا

سب بالشتیے ۔ خواب چرایا نہیں گیا تھا۔

سردار ۔ وہ اب ہمارے پاس ہے۔ لیکن یہاں کیوں کر
آیا یہ ایک بڑی لمبی کہانی ہے۔

ملکہ ۔ میں نے اس کے متعلق ادھر ادھر سے کچھ سن لیا ہے
میری پریاں بہت کچھ دیکھتی ہیں' اگرچہ وہ یہ معلوم
نہ کرسکیں کہ خواب کے ٹکڑے کہاں تھے۔

سردار ۔ اب ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ یہ ٹکڑے جوڑے کس طرح
جائیں۔

ملکہ ۔ اوہ یہ تو بہت معمولی کام ہے' میری پریاں اُسکی
مرمت کردیں گی وہ تو تیتری کے پروں کو درست
کرسکتی ہیں۔ حالانکہ وہ دنیا کی سب چیزوں سے
زیادہ نازک ہوتے ہیں۔ اُنھیں اُن کے پاس
بھیج دو۔ پانچ منٹ کے اندر اندر ٹھیک کردیں
گی۔

سردار ملکہ معظمہ گستاخی معاف، دودھ کا جلا چھاچھ
پھونک پھونک کر پیتا ہے۔

ملکہ ۔ اچھا میرے ساتھ آؤ میں تمھیں اُن کے پاس
لے چلتی ہوں۔ الوداع بالشتیو!

بالشتیے ۔ الوداع ملکہ معظمہ!

سردار (بالشتیوں سے) میری غیر حاضری میں بیکار نہ بیٹھنا

{ملکہ اور سردار باہر چلے جاتے ہیں نذرو
دروازے پر پردہ ڈال دیتا ہے}

نذرو (بالشتیوں سے مخاطب ہوکر) ہمیں شمسی سے معذرت
کرنی چاہیے۔

بالشتیے ۔ شمسی! ہمیں افسوس ہے کہ ہم نے تم پر شک کیا۔

ٹینی ۔ میں نے شمسی کی تعریف میں چند شعر کہے ہیں۔

بالشتیے ۔ ہمیں سناؤ۔ اور ضرور سناؤ۔

ٹینی ۔ اچھا سنو۔

اچھی شمسی پیاری شمسی
سب کی راج دلاری شمسی
صورت دیکھو بھولی بھالی

بائیں دیکھو سب سے نرالی
شیر کی خالہ نام ہے اُس کا
چوہے پکڑنا کام ہے اس کا

{ بالشتیے قہقہے لگاتے ہیں۔ شمسی میاؤں میاؤں کرتی ہے }

ٹینی۔ خاموش۔ ابھی ایک شعر باقی ہے۔

{ سب چپ ہو جاتے ہیں }

ٹینی۔
کالے کالے بال ہیں اُس کے
گورے گورے گال ہیں اس کے

میکو (بلند آواز سے) غلط بالکل غلط

ٹینی۔ بھول گیا۔ بھئی بھول گیا۔ لو سنو۔
ریشم جیسے بال ہیں اُس کے
کالے کالے گال ہیں اُس کے

{ قہقہے پر قہقہہ۔ سب اُٹھ کر شمسی کے گرد ناچتے ہیں۔ سردار داخل ہوتا ہے۔ }

سردار۔ بھلے مانسو! یہ کام کرنے کے ڈھنگ ہیں۔

{ سب بالشتیے بھاگ کر اپنی اپنی جگہ چلے جاتے ہیں۔ اوزار سنبھال کر کام کرنے لگتے ہیں۔ بہت مصروف دکھائی دے رہے ہیں }

نذرو۔ آقا ہم شمسی سے معافی مانگ رہے تھے کہ ہم نے اس پر بے جا شک کیا۔

سردار۔ مجھے شمسی کے متعلق ایک لمحہ بھی بدگمانی نہیں ہوئی لو دیکھو خواب درست ہو گیا ہے۔ پریوں نے کس خوب صورتی سے اس کی مرمت کی ہے (خواب ایک بالشتیے کو دیتا ہے۔)

بالشتیا (بڑے غور سے دیکھتا ہے) آقا! اگر اس پر تھوڑا سا چاندی کا برادہ چھڑک دیا جائے تو زیادہ صفائی پیدا ہو جائے گی۔

{ تھوڑا سا برادہ اس پر پھیلا کر جھاڑ دیتا ہے }

دوسرا بالشتیا۔ میرا خیال ہے اگر اس پر بیلن پھیر دیا جائے تو اس کی سطح ہموار ہو جائے گی۔ (بیلن پھیرتا ہے)

اسی طرح ہر بالشتیا کچھ نہ کچھ ترمیم و تنسیخ کرتا ہے۔

سردار۔ اب اسے زرد دیو کے پاس کیوں کر پہنچایا جائے میرا خیال ہے شمسی اس کام کے لئے موزوں ہے۔

بالشتیے۔ شمسی سے زیادہ اس کام کے لئے کوئی موزوں نہیں۔

{ سردار خواب لپیٹ کر شمسی کے گلے میں باندھ دیتا ہے۔ اور وہ چلی جاتی ہے۔ }

نذرو آقا! شمسی ہوا سے باتیں کرتی جا رہی ہے۔

سردار آؤ اب کچھ کام کریں۔

{ بالشتیے کام میں مصروف ہو جاتے ہیں اور گاتے ہیں }

اس بات کو نہ بھولنا اے ہمدمِ حزیں[1]
حالت کبھی زمانے کی یکساں رہی نہیں
راحت اگر ہے آج تو کل رنج ہو ضرور
آئی ہے غم کے بعد مسرت بھی بالیقیں
دنیا میں رنگ رنگ کے جلوے ہیں منتشر
محفل کہیں ہے غم کی تو بزمِ طرب کہیں
بلبل کو ہم نشینیٔ گل ہے اگر نصیب
صیاد کی طرف سے تو وہ مطمئن نہیں
راہِ طلب میں لاکھ نشیب و فراز ہیں

[1] غمگین

جب چل پڑے تو ان کی حقیقت ہی کچھ نہیں
مردانہ وار جھیلئے جو سر پہ آ پڑے
ہونے نہ پائے بل سے کبھی آشنا جبیں[1]

ایک بالشتیا۔ (ہتھوڑا زمین پر رکھتے ہوئے) لے تو میرا آج کا کام تو ختم ہوا۔

دوسرا۔ اور میرا بھی۔

تیسرا۔ اور میرا بھی

نذرو۔ آقا! شمسی اور زرد دیو کا قاصد آرہے ہیں۔

سردار۔ بہت جلد واپس آئی۔

{شمسی اور قاصد اندر آتے ہیں۔ شمسی دوڑ کر سردار کے پاس جا بیٹھتی ہے۔}

قاصد۔ میرا آقا تم لوگوں کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہے جنہوں نے جادوگرنی سے اسے معلوم ہوگیا ہے کہ خواب چرایا نہیں گیا تھا۔ وہ تم میں سے ہر ایک کو ایک ایک خوبصورت ریشمی رومال انعام میں بھیجے گا اور تمہاری بلی کے گلے میں باندھنے کے لئے چاندی کے گھنگرو بھی۔ علاوہ بریں وہ اپنی بہترین زرد گاڑی بھیجے گا تاکہ تم سب دعوت میں شامل ہو سکو۔

{قاصد بالشتیوں کی تالیوں کے درمیان سے نکل جاتا ہے۔}

نذرو۔ کیسا مبارک دن!

سردار۔ ہمیں اب فتح کا ناچ گانا چاہیے۔

{سب بینڈ کے ساتھ ناچتے ہیں۔}

پردہ

[1] پیشانی

گلگشت

محترمہ شمسی عباد الرحمٰن

(۲)

دوسرے روز صبح کا ناشتہ کر کے بوٹینکل گارڈن دیکھنے گئے۔ اس باغ میں قریب قریب دنیا بھر کے درخت پھول اور بیل بوٹے لگائے گئے ہیں اور اُن کی پرورش سائنس کے اصولوں پر ہوتی ہے۔ بوٹینکل گارڈن چونگی سے بہت دور ہگلی کے کنارے، دو میل کے رقبہ میں ہے لیکن باغ کے اندر چوڑی چوڑی پکی سڑکیں ہیں۔ اور موٹر کار سے سارے باغ کی سیر آسانی سے ہو سکتی ہے یوں تو ہر پھول اور پتہ دیکھنے کے لائق تھا، مگر کنول کے پھول کی شان سب سے نرالی تھی، ایک صاف شفاف پانی کے حوض میں کھلا ہوا تھا اور دیکھنے والوں کا مجمع اس کے گرد لگا تھا، کوئی ایک بجے دوپہر کو ہوٹل میں واپس آئے کھانا کھا کر تھوڑی دیر آرام کیا پھر شام کو اور بازاروں کی سیر کی۔ تیسرے روز صبح کو اپنا سفر بک کرانے جہاز کے دفتر گئے، یہ دفتر بہت بڑی دو منزلہ عمارت میں ہے اور بہت سے لوگ اس میں کام کرتے ہیں۔ اندر پہنچ کر گمان ہوتا ہے کہ کسی بڑے راجہ یا نواب کا محل ہے بڑے بڑے کمرے، بہت خوب صورتی کے ساتھ سجے، قیمتی میز کرسیاں قرینے سے لگیں، جہازوں کے بڑے بڑے ماڈل یعنی نمونے کے جہاز شیشے کی الماریوں میں سجے ہوئے۔ کرہ زمین کے نقشے، ہر ملک کے نقشے، دنیا کے مشہور مقاموں، بندرگاہوں اور جہازوں کے فوٹو دیواروں پر ٹنگے ہوئے۔ چند میزوں پر دنیا کے سمندری سفر کے حالات پر کتابیں اور رسالے رکھے ہوئے ہیں ان کے علاوہ روزانہ اخبار، ناول اور فوٹو، البم۔ ان سب چیزوں کا انتظام مسافروں کی دلچسپی اور ان کی معلومات کے لئے کیا گیا ہے۔ جب ہم ایک بڑے ہال میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ہماری طرح اور بہت سے لوگ جہاز کے ٹکٹ خریدنے آئے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ایک انگریز نے تہذیب و شائستگی کے ساتھ ہم سے پوچھا "آپ کیا چاہتے ہیں" ہم نے جواب میں کہا "ہم کل کے جہاز سے رنگون جا رہے ہیں اور ٹکٹ خریدنا چاہتے ہیں" اس نے فوراً ہمیں 'کھنڈلا' نام جہاز کے دو ٹکٹ دے دئے اور ضروری باتیں بتا دیں۔ ہم نے اُسے ٹکٹ کے دام دئے اور اطمینان کا سانس لے کر واپس ہوئے۔ ٹکٹوں پر جہاز چھوٹنے کا صحیح وقت بھی درج تھا اور یہ بھی لکھا تھا مسافروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جہاز چھوٹنے کے وقت سے ۱۵ منٹ پہلے بندرگاہ پر پہنچ جائیں۔ جہاز کے دفتر سے واپسی پر میوزیم یعنی عجائب خانہ دیکھا کلکتے کا میوزیم بھی دیکھنے کے لائق ہے یہاں قریب قریب ہر ایک ملک کی صنعت و حرفت کے نمونے دکھانے

گئے ہیں۔ نباتات، حیوانات اور معدنیات کے نمونے ہیں بعض چیزیں تو ایسی عجیب و غریب ہیں کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے اس کے علاوہ مغل بادشاہوں کی پوشاکیں۔ ہتھیار اور مختلف ساز و سامان اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہیں اوپر کی منزل میں ایک بہت بڑا کمرہ صرف قدیم آرٹ کی تصویروں کتبوں اور تحریروں کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں مغل اور راجپوت آرٹ کے نادر نمونے پائے جاتے ہیں۔

آخرکار انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں جمعہ کی صبح کو ٹھیک پونے آٹھ بجے ہم اوڑم گھاٹ پہنچ گئے۔ اوڑم گھاٹ پر اتنی بھیڑ تھی کہ الاماں! سینکڑوں مزدور جہاز پر بوجھ لادنے اور رسد پہنچانے میں مصروف تھے۔ اور مسافروں کو اپنے اپنے کیبن (کمرہ) میں پہنچ جانے کی جلدی تھی الغرض ایک ہنگامہ بپا تھا۔ بندرگاہ کے دروازے پر دو انگریز فوجی افسر اور ایک ہندوستانی ڈاکٹر بیٹھے تھے۔ پہلے ڈاکٹر صاحب نے ہماری نبض دیکھی پھر افسروں نے دستخط کر کے کیبن کا نمبر بتایا اور جہاز پر سوار ہو جانے کی اجازت دے دی۔ ہم سیڑھی کے ذریعے جہاز پر چڑھ آئے اور ایک اچھی سی گیلری سے گذر کر اپنے کیبن میں آگئے۔ جہاز کے اندر پہنچ کر اور بھی تعجب ہوا۔ یہ بالکل معلوم نہیں ہوا کہ کشتی پر سوار ہیں بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک بڑی عمارت کے کمروں میں چل پھر رہے ہیں۔ ہمارا سامان کیبن میں پہلے ہی سے رکھ دیا گیا تھا اس کے علاوہ ضرورت کا بہت سا سامان دو برتھ یعنی پلنگ دو سفری کرسیاں۔ ایک سنگھار میز، ایک سیلچی، فرش پر قالین۔ کپڑے لٹکانے کے لئے ننھی سی کھونٹیاں، بجلی کا پنکھا، اور بجلی کی روشنی اور پانی کا ٹیپ یہ سب چیزیں قرینے سے لگی ہوئی تھیں۔ برتھوں پر صاف ستھرے بستر بھی لگے تھے اور تولیہ صابن میٹھے پانی سے بھری ہوئی شیشے کی صراحی اور گلاس بھی موجود تھے یہ سب سامان ٹکٹ کے داموں میں مسافروں کے استعمال کے لئے جہاز پر ملتا ہے۔ بس سوائے پہننے کے کپڑوں کے اور کوئی چیز اپنی برتنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیبن کی دیوار میں ایک بڑا سا گول سوراخ تھا اور اس میں شیشے کی کھڑکی بھی لگی تھی اسے کیبن ہول کہتے ہیں۔ کیبن ہول سے تازہ ہوا اور روشنی ملتی ہے۔ ابھی ہم ہاتھ منہ دھو کر کپڑے بھی نہ بدلنے پائے تھے کہ ناشتے کی گھنٹی کی آواز کان میں آئی اور ہم سب مسافر صبح کے ناشتے کے لئے کھانے کے کمرے میں جمع ہوئے۔ کھانے کے کمرے کی سج دھج کا کیا کہنا! بہت عمدہ میز کرسیاں لگی، دروازوں اور کھڑکیوں پر ریشمی پردے پڑے۔ چاندی کے پھول والوں میں تازہ تازہ خوشبودار پھول سجے ہوئے اور میزوں پر صاف ستھرے برتن چنے ہوئے تھے اس کمرے کے برابر دو اور بڑے ہال تھے ان میں سے ایک تو میوزک سیلون یعنی گانے بجانے کا کمرہ اور دوسرا اسموکنگ روم کہلاتا ہے یعنی نشست گاہ جہاں بیٹھ کر مسافر ہنستے بولتے اور سگرٹ وغیرہ پیتے ہیں۔ اسموکنگ روم کے ایک کونے میں لکھنے کی ایک میز بھی رکھی تھی۔ اس پر قلم دوات کاغذ اور لفافے مسافروں کے استعمال کے لئے رکھے تھے، ان پر جہاز کی کمپنی کی خوبصورت

ٹھہر چکی تھی۔ جہاز میں ڈاکخانہ بھی ہوتا ہے اور ہر بندرگاہ پر جب جہاز ٹھہرتا ہے تو ڈاک نکلتی ہے۔ ناشتے سے فارغ ہوکر ہم لوگ ڈیک یعنی عرشے پر آئے۔ اب تک جہاز بندرگاہ سے بہت دور جا چکا تھا۔ لیکن ابھی کلکتے کی عمارتیں اور کارخانوں کی چمنیاں صاف نظر آرہی تھیں اس وقت صبح کے کوئی ۹ بجے ہوں گے۔ دھوپ ابھی تیز نہ ہونے پائی تھی۔ دریا کی گرم اور بھیگی ہوئی ہوا کے ساتھ ساتھ ایک آدھ جھونکا صبح کی ٹھنڈی ہوا کا بھی آجاتا تھا۔ جہاز آہستہ آہستہ جارہا تھا اور ہم سب لوگ عرشے پر کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے دریا کے دونوں کناروں کا منظر بہت خوب صورت تھا اور دور تک سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ کناروں پر اچھی خاصی چہل پہل تھی۔ کہیں کسان کام کر رہے تھے کہیں مچھیرے مچھلیاں پکڑنے میں مصروف تھے۔ اور اپنی چھوٹی چھوٹی کشتیاں کھیتے ہوئے بہت اچھے معلوم ہوتے تھے۔ کبھی کبھی تو یہ لوگ اپنی کشتیاں جہاز کے بالکل قریب ہی لے آتے تھے۔ ابھی ہمیں دن بھر دریا ہی پر چلنا تھا کیونکہ سمندر جسے بے اوف بنگال یا بنگال کی کھاڑی کہتے ہیں۔ کلکتے سے نوّے ۹۰ میل کے فاصلے پر شروع ہوتا ہے یہ نوّے میل کی مسافت قریب دس ۱۰ گھنٹے میں طے ہوتی ہے۔ کیوں کہ پانی کی گہرائی کم ہونے کی وجہ سے دریا پر جہاز کی رفتار ہلکی رہتی ہے بلکہ ایک مقام پر تو جہاز بالکل روک دینا پڑتا ہے۔ اس کا سبب تمھیں آگے بتائیں گے۔ اب ہم کلکتے سے میلوں دور آگئے تھے اور شہر کے آثار نظر نہ آتے تھے لیکن ابھی دریا کے کناروں پر جوٹ ملز یعنی سن کے کارخانے تھوڑی تھوڑی دور پر نظر آتے تھے اور اوجھل ہو جاتے تھے۔ بنگال میں سن بہت افراط سے ہوتا ہے اس لئے اس کے کارخانے بھی بہت ہیں کہا جاتا ہے کہ کلکتے سے لے کر سمندر کے قریب ہگلی کے دونوں کناروں پر یہ کارخانے بنائے گئے ہیں۔ بعض جگہ دریا اتنا تنگ ہوگیا ہے کہ کنارے بہت قریب ہو جاتے ہیں اور بعض جگہ اتنا چوڑا ہے کہ کناروں کی بس ایک لکیر سی معلوم ہوتی ہے سہ پہر کو ہم اس مقام پر پہنچے جہاں دریا کی گہرائی اتنی کم ہے کہ جہاز چل ہی نہیں سکتا۔ لہذا یہاں جہاز روک کر جوار کا انتظار کیا جاتا ہے یہ تو تمھیں معلوم ہی ہوگا کہ سمندر اور بڑے بڑے دریاؤں میں چاند کی کشش سے صبح اور شام جوار آیا کرتی ہے۔ جس سے پانی خوب بڑھ جاتا ہے۔ تو بس جن دریاؤں میں جوار آتی ہے وہی جہاز رانی کے قابل ہوتے ہیں۔ کیونکہ جس جگہ پانی جہاز چلنے کے لائق گہرا نہیں ہوتا تو وہاں پہنچنے کا وقت صبح یا شام مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ جیسے ہی جوار آئے اور پانی بڑھ جائے جہاز نکال لے جائیں۔ اگر دریائے ہگلی میں جوار نہ آیا کرتی تو اس میں جہاز بھی نہ چل سکتے اچھا تو ہمارے جہاز کو یہاں کئی گھنٹے ٹھہرنا پڑا لوگ ڈیک پر کھڑے ہوئے جوار کی آمد کا انتظار بڑی دلچسپی کے ساتھ کر رہے تھے کہ ٹھیک اس وقت جب اُفق پر سورج غروب ہو رہا تھا۔ جوار بڑے جوش و خروش کے ساتھ آئی دور ہی سے پانی بڑھتا ہوا معلوم ہوا۔ بھاری بھاری لہریں اُٹھنے لگیں۔ اور دیکھتے دیکھتے

دریا کناروں تک اونچا ہوگیا۔ جہاز بھی چل دیا۔ اور تھوڑی دیر میں رات کی تاریکی نے ساری کائنات کو اپنے آنچل میں چھپا لیا۔ رات کے کھانے کی گھنٹی بجی اور ہم سب کھانے کی میز پر جا بیٹھے۔ کھانے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے پھر ڈیک پر آئے اس وقت چاروں طرف اندھیرا اور سناٹا چھایا ہوا تھا کبھی کبھی لہروں کی دھیمی دھیمی آواز سنائی دے جاتی تھی یا جہاز کی دھک دھک! اندھیرے میں لائٹ ہاؤس کی روشنیاں دور سے چمکتی ہوئی بہت بھلی معلوم ہوتی تھیں دس بجے ہم اپنے کیبن میں جاکر سو رہے۔

صبح آنکھ کھلی تو جہاز پوری رفتار سے سمندر میں جارہا تھا نیچے پانی اور سر پر نیلے آسمان کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ کبھی کوئی دوسرا جہاز سامنے سے گذر جاتا تو بڑی خوشی سی ہوتی اور حد نظر تک لوگ اسے دیکھتے رہتے۔ ہمارا زیادہ تر وقت ڈیک ہی پر لوگوں سے بات چیت کرنے یا کتاب کے مطالعے میں گذرتا تھا اور سامان بھی دل بہلانے کے مثلاً کھیل وغیرہ موجود تھے۔ مگر پھر بھی ہر وقت پانی ہی پانی دیکھتے دیکھتے کبھی کبھی جی گھبرا جاتا تھا۔ غرض تین روز اسی طرح گذر گئے اور اتوار کی رات کو جب ہم کھانے کے بعد ڈیک پر آئے تو دور افق پر ایک بہت بڑی سی روشنی نظر آئی جو آتش بازی کے چکر کی طرح گھوم رہی تھی پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بسینؔ نامی بندرگاہ کا لائٹ ہاؤس ہے بسینؔ بھی برما کے ساحل پر ہے مگر رنگون سے بہت دور ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹی سی روشنی نظر آئی پھر ایک اور پھر اور یہاں تک کہ بہت سی بڑی چھوٹی رنگ برنگ روشنیاں ناچتی ہوئی نظر آنے لگیں بہت دیر تک ہم سب ان روشنیوں کا تماشا دیکھتے رہے اور خوش ہوتے رہے کہ اب صبح کو رنگون پہنچ جائیں گے اگلے دن یعنی پیر کی صبح کو جب جاگے تو جہاز ہگلی کی طرح کے ایک دریا پر جارہا تھا۔ اس دریا کا نام اراودی ہے اور اسی کے کنارے برما کا دارالخلافہ رنگون واقع ہے جہاز کے رنگون پہنچنے کا وقت دس بجے صبح تھا مگر لوگ سویرے ہی سے اُترنے کی تیاری میں مشغول تھے۔ بیڑے کے ملازم بھی ادھر ادھر بھاگے پھر رہے تھے ایک ملاح نے مستول پر چڑھ کر جہاز کا جھنڈا نصب کردیا افسروں نے وردیاں پہن لیں مسافروں نے اپنا اپنا اسباب ٹھیک کر لیا۔ اور سب کے سب ڈیک پر جمع ہوکر رنگون کے ساحل کا انتظار کرنے لگے۔ اراودی کے کناروں کا منظر بھی خوب صورت تھا مگر ہگلی کے کناروں کی طرح ہرے بھرے نہیں تھے۔ صبح کے سہانے وقت میں بہت سے برمی ملاح سر پر چھتری کی طرح کی ٹوپیاں پہنے اپنی عجیب وغریب کشتیاں کھیتے ہوئے بھلے معلوم ہورہے تھے اراودی میں بھی جہاز کو جوار کا انتظار کرنا پڑتا ہے لہٰذا تھوڑی دیر میں جہاز روک دیا گیا یہاں بہت زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا پڑا۔ کیوں کہ نکلتے ہوئے سورج کی کرنوں کے ساتھ ساتھ جوار بھی آپہنچی اور جہاز چلنے لگا۔

(باقی آئندہ)

انتظامِ خانہ داری

از وثیقۃ النسا درجہ پنجم مسلم گرلز ہائی اسکول پانی پت

عام طور پر بہت سی عورتیں گھر کا انتظام نہیں کر پاتیں۔ اگر گھر میں ہر چیز بے سلیقہ گرد و غبار سے اٹی ہوئی نظر آئے گی تو دیکھتے ہی معلوم ہو جائے گا کہ اس گھر کی منتظمہ پھوہڑ اور بدسلیقہ ہے۔ چاہے کوئی سامنے نہ کہے۔ مگر اپنے گھر جا کر ضرور کہے گا کہ فلاں عورت بڑی پھوہڑ ہے کہ گھر کو حلوائی کی دوکان بنا رکھا ہے۔ جس طرف نظر اُٹھاؤ مکھیاں بھنبھناتی دکھائی دیتی ہیں پھر طرح طرح کی جو تکلیفیں اُٹھانا پڑتی ہیں۔ اور چھوٹے چھوٹے کام میں بھی جو پریشانی ہوتی ہے وہ الگ لڑکیوں کو کھانا پکانا مکان کی صفائی، کپڑوں کی صفائی وغیرہ کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

ایک مرتبہ میں اپنی سہیلی کے گھر مہمان گئی خیر اور کوئی بات تو ذکر کے قابل نہیں۔ مگر باورچی خانہ دیکھ کر تو میرے ہوش اُڑ گئے۔ کمرا کیا تھا اچھی خاصی کباڑیے کی دوکان معلوم ہوتی تھی۔ چاروں طرف چیزیں بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ پتیلیاں پچکی طشتریاں ٹوٹی۔ کونڈے کے کنارے غائب۔ توے میں چھید۔ غرض سب چیزوں کا باورچی خانے میں پال ڈال رکھا ہے۔ چولھے نہ معلوم کن مدتوں کے بنے ہوئے تھے، لیپے نہ پتے، ٹوٹے پھوٹے۔ بھٹیارے کا تنور بھی اچھا ہو گا۔ اوپر نظر اُٹھائی تو عجب منظر دکھائی دیا۔ چھتیں دھوئیں سے کالی۔ ادھر ادھر جالے کی جھالریں لٹکی ہوئی تھیں جو یقیناً سالن کی پتیلیوں میں گرتی ہوں گی۔ کوئی روشن دان نہیں تھا اور جو دھواں اوپر کو اٹھتا تھا اس کے نکلنے کو کوئی راستہ نہیں تھا۔ عورت کی عزت تو اس کا سلیقہ ہے۔ ہنر نہیں تو لاکھ کا گھر خاک ہو جائے گا اب رہے برتن ان کا یہ حال کہ کسی میں رنگ۔ تو کسی میں زنگ۔ دیگچیوں کی قلعی اور نہ معلوم کن مدتوں کی سیاہی ان پر چڑھی ہوئی۔ انگنائی میں پتیلیاں، دالان میں طشتریاں۔ موری پر طباق اور پانی جس پر زندگی کا دار و مدار ہے۔ اس کا یہ حال ہے کہ گھڑے میلے اور اُن پر کائی جمی ہوئی۔ اور پینے کا کٹورا گھڑونچی کے قریب زمین پر پڑا ہوا اور گھڑے کھلے ہوئے۔

میرا تو یہ حال دیکھ کر بہت دل گھبرایا۔ دو چار منٹ ٹھیر کر کہا کہ "بہن میں تو اب جاتی ہوں اگر زندگی ہوئی تو پھر کسی دن آؤں گی" اس پر انھوں نے بہت اصرار کیا کہ آخر اتنی جلدی جانے کی کیا ضرورت ہے اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمھارا دل میرے گھر میں نہیں لگتا؟ میں تو خدا سے چاہتی تھی کہ اس قسم کی کوئی بات نکلے تو میں اُن کو سمجھاؤں۔ میں نے کہا "بہن برا ماننے کی بات نہیں۔ مگر سچی بات ہر شخص کو بُری معلوم ہوتی ہے اس لئے ڈرتی ہوں کہ کہیں آپ ناراض نہ ہو جائیں

اس پر انھوں نے کہا کہ نہیں برا ماننے کی کیا بات ہے۔ اگر تمھاری بات قابلِ تسلیم ہوئی تو میں خوشی سے مان لوں گی۔ مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ اس پر میں نے کہا کہ "بہن اوّل تو پانی کو لو جو زندگی کے لئے سب سے ضروری ہے پانی اُبال کر صاف گھڑوں میں اور ڈھک کر رکھنا چاہیئے۔ اگر اُبال کر رکھا بھی اور کھلا چھوڑ دیا تو ہوا میں جو باریک باریک کیڑے یا بیماری کے جراثیم ہوتے ہیں وہ پانی میں مل جائیں گے اور اس سے صاف کیا ہوا پانی پھر گندا ہو جائے گا۔ بچا ہوا پانی اِدھر اُدھر نہ پھینکنا چاہیئے بلکہ نالی میں ڈال دینا چاہیئے کیونکہ ایک تو اِدھر اُدھر پانی ڈالنے سے گھر میں سیل رہتی ہے دوسرے مچھر پیدا ہو جاتے ہیں جس سے بخار پھیلنے کا ڈر رہتا ہے دوسرے نمبر پر باورچی خانہ ہے جس کی صفائی ازحد ضروری ہے باورچی خانے میں روزانہ جھاڑو دیا کرو۔ دوسرے تیسرے دن چھت کی صفائی کیا کرو۔ تاکہ جالے لگنے نہ رہیں ہفتے میں ایک دفعہ چولھا لیپ لیا کرو۔ تاکہ صاف ہو جائے اسی طرح باورچی خانے کو پکانے کے بعد روز دھو لیا کرو تاکہ وہ صاف ہو جائے پھر برتنوں کی صفائی بھی لازمی ہے۔ تمھیں چاہیئے کہ برتن مانجھ کر ایک طرف ٹوکری میں اُجلے کپڑے سے ڈھک کر رکھو تاکہ مکھیاں نہ بیٹھیں کیوں کہ مکھیوں کے بیٹھنے سے بھی برتن گندے ہو جاتے ہیں۔ ان کو میری یہ بات سن کر بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگیں کہ "بہن بتاؤ تو سہی مکھیوں کے بیٹھنے سے برتن کس طرح گندے ہو جاتے ہیں" میں نے کہا "سنو۔ جب مکھی غلاظت پر بیٹھتی ہے تو کچھ غلاظت اپنے پروں اور پیروں کے ساتھ چپکا کر اُڑتی ہے پھر جس جگہ بیٹھتی ہے۔ وہ غلاظت اس میں چھوڑ دیتی ہے اس لئے مکھی کا جہاں تک ممکن ہو گذر نہ ہونا چاہیئے۔" اس پر میری سہیلی کو بے اختیار ہنسی آگئی جب میں نے پوچھا تو کہنے لگیں کہ "بہن بھلا! مکھی بھی اپنے بس کی ہے کہ اس کو آنے نہ دیں اور اگر آ جائے تو ڈنڈا مار کر نکال دیں"۔ میں نے کہا "بے شک مکھی اپنے بس کی نہیں۔ مگر جب گھر میں صفائی ہوگی اور مکھیوں کے لئے کسی قسم کی غذا نہ ہوگی تو وہ کم آئیں گی۔ کیونکہ مکھیاں عام طور پر ترکاری اور پھلوں کے چھلکے اور گندگی پر بیٹھتی ہیں اس لئے چاہیئے کہ پھلوں اور ترکاریوں کے چھلکے ایک بند ڈھکنے دار پیپے میں ڈال دیئے جائیں۔ اور مہترانی کے آنے پر اُٹھوا دینا چاہئیں۔ اس طرح کرنے سے نہ تو صحن میں کوڑا نظر آئے گا اور نہ مکھیاں آئیں گی"۔

"میلے کپڑوں کو تم دھلوا کر رکھو تو یہ ڈھیر نہ دکھائی دے۔ ٹوٹے ہوئے پلنگوں کی مرمت کرا ڈالو۔ پھٹے ہوئے کپڑوں کو بے کار نہ پھینک دو۔ اُن کو سی کر کام میں لاؤ۔ اس طرح کرنے سے تمھارے پیسے بھی ضائع نہ جائیں گے اور گھر میں بھی ہر ایک چیز صاف اور ثابت نظر آئے گی۔ میری سہیلی میری باتوں کو بہت غور سے سنتی رہیں اور پھر کہنے لگیں کہ "اچھا اب میں تمھاری نصیحت پر چلوں گی اور اب جب میرے گھر آؤ گی تو اسے اپنی مرضی کے مطابق پاؤ گی۔"

ہنڈ کلیا



جلیبی کی پڈنگ

جلیبی آدھ پاؤ ۔ دودھ پاؤ بھر ، انڈے تین عدد ۔ شکر ایک چمچہ ۔ ونولیا ایسنس ایک چمچہ (چار کا)

ترکیب

انڈے خوب پھینٹ کر دودھ میں ملا دو اور شکر بھی ملا لو ۔ اب جلیبیاں اس میں بھگو دو ۔ ونولیا ایسنس بھی شامل کر دو ۔ ایک گھنٹہ بھیگنے کے بعد ڈھکنے سے ڈھانپ کر نیچے اوپر کوئلوں کی دھیمی آنچ پر پکا لو ۔

نارنگی کی کھیر

عمدہ قسم کی چار میٹھی نارنگیاں چھیلو ۔ اُن کی ہر ایک پھانک سے پتلا چھلکا اُتار دو ۔ اب ایک سیر دودھ لے کر چولھے پر چڑھا دو اور کف گیر سے برابر چلاتی رہو ۔ جب گاڑھا ہو کر قریب ڈیڑھ پاؤ کے رہ جائے تو چھلی ہوئی نارنگیاں دودھ میں ڈالو اور کف گیر سے ذرا دیر ہلا جلا کر اتار لو اور طشتری میں جما کر چاندی کے ورق لگا دو ۔ ٹھنڈا ہونے پر کھاؤ ۔

کیلے کی میٹھی ٹکیاں

انڈے ۲ عدد ۔ میدہ ایک چمچہ ، شکر ایک چمچہ ۔

ترکیب

انڈوں کو پھینٹ کر میدا اور شکر ملاؤ پھر کیلے کی پتلی پتلی قتلیاں کاٹ کر انڈوں میں ڈال کر تلو ۔ ٹکیاں تیار ہیں ۔

برفی

کھویا آدھ سیر ۔ دودھ آدھ پاؤ ۔ شکر آدھ سیر ۔

ترکیب

کھوئے کو دودھ میں ملا کر رکھو ۔ پھر قوام تیار کر کے کھویا اس میں ڈال کر خوب ملاؤ ۔ اب سینی میں پھیلا کر چاندی کے ورق لگا کر لوز کاٹ لو ۔

ع ، ف ۔ چھپرا مؤ

چُپ دوپٹہ

(رئیسہ خاتون متعلم درجہ ہشتم مسلم گرلز اسکول پانی پت)

سامان:۔ تسلا، تین چار کٹورے۔ تین چار قسم کے رنگ، سن، کلف۔

ترکیب:۔ پہلے سفید دو پٹے کو کلف دو۔ پھر دوپٹے کا ایک طرف سے کونا پکڑ کر ترچھا لپیٹ لو اور سن سے خوب کس کر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر باندھ لو۔ کٹوروں میں رنگ گھول کر جہاں سے بندھا ہوا ہو ایک ایک کرکے رنگ میں ڈبو دو۔ اور دوپٹے کو کھول کر سکھا لو۔

دو رنگ کا دوپٹہ

سامان۔ تسلا۔ تین دوپٹے، دو قسم کے رنگ مثلاً گلابی اور فیروزی۔ کلف، رول دوپٹے کے عرض کا یعنی ڈیڑھ گز۔

ترکیب:۔ ایک سفید دوپٹے کو کلف دے لیں پھر دو دوپٹے ایک گلابی اور ایک فیروزی رنگ کر خوب نچوڑ لیں۔ کسی ہوا اور صاف جگہ پر گلابی رنگا ہوا دوپٹہ بچھا لیں۔ اس کے اوپر سفید دوپٹہ بچھا لیں۔ پھر تینوں دوپٹوں کو رول پر خوب کس کر لپیٹ لیں۔ تھوڑی دیر بعد اتار کر تینوں کو الگ کر لیں۔

بیچ والے دوپٹے کا رنگ:۔

ایک طرف سے گلابی اور

دوسری طرف سے فیروزی

نظر آئے گا۔

پچھلی پہیلیوں کے جواب

(۱) گلہری (۲) گری (۳) پھول

پہیلیاں

زلف میں اُلجھا ہوا ہوں پاؤں میں زنجیر ہے !
گانٹھ کا پورا ہوں میں ، اور قتل کی تدبیر ہے !

آنکھ لگتے ہی جان کھو بیٹھے ۔ جان شیریں سے ہاتھ دھو بیٹھے
کپڑے چھینیں گے گوشت نوچیں گے ۔ دشمن جان خون پی لیں گے

بیل پڑی تالاب میں ۔ پھول کھلتا جائے
عجب تماشا میں دیکھا ۔ پھول بیل کو کھائے

پاتال کنواں ۔ آکاش پانی ۔ یہ پنہاری میں پہچانی
سر پر ہاتھ کمر پر گھڑا ۔ اے پنہاری کیسے بھرا

اوگھٹ گھاٹ ، گھڑا نہیں ڈوبے ۔ ہاتھی کھڑا نہائے
پیپل پیڑ پھننگ تک ڈوبے ۔ چڑیا پیاسی جائے

ایک پہیلی میں کہوں تو سن لے میرے پوت
بنا پروں وہ اُڑ گئی ۔ باندھ گلے میں سوت

ایک نار نورنگی چنگی ۔ چھ نارے لٹکائے
ناک میں نکیسر پہنے ۔ دونوں کان بندھائے
ست دھرم کا سودا کرتی ۔ جتنا ہوئے بتائے

شاہدہ خانم

گدگدیاں

اسکول ماسٹر ۔ بے موقع بارش کسے کہتے ہیں
ایک لڑکا ۔ جو اتوار کے دن ہو

ماسٹر صاحب ۔ تمھارے پاس تین آم اور تمھارے بھائی کے پاس پانچ آم ہیں ۔ اگر تم اپنے بھائی سے ایک آم لے لو تو نتیجہ کیا ہوگا
لڑکا ۔ ہم دونوں لڑ پڑیں گے ۔

لڑکا ۔ اماں ماسٹر صاحب کہتے تھے کہ ہمارا جسم مٹی کا بنا ہے ۔
ماں ۔ ہاں بیٹا ۔ خدا نے سب کو مٹی سے بنایا ہے ۔
لڑکا ۔ تو جب ہم پانی پیتے ہیں تو کیچڑ کیوں نہیں ہو جاتی

اُستاد ۔ ایک چیز دوسری چیز سے گھٹانے کیلئے جنس یکساں ہونی چاہیئے مثلاً ہم چار کتابوں میں سے تین دواتیں یا آٹھ بیلوں میں سے چار ہاتھی نہیں نکال سکتے ۔
شاگرد ۔ لیکن پانچ بکریوں میں سے دو سیر دودھ تو نکال سکتے ہیں ۔

استاد ۔ (نقشے کی طرف اشارہ کرکے) سورت دکھاؤ
بیوقوف لڑکا ۔ (منہ آگے کرکے) لیجئے دیکھ لیجئے ۔

ماسٹر ۔ یہ موسم بار بار کیوں بدلتے ہیں
طالب علم ۔ تاکہ ایک ہی موسم سے جی نہ اُکتا جائے

(انتخاب عمرانی)

خط کتابت

آپ مقبول احمد عشرت سے یہ دریافت کریں۔ آیا اُن کو حیدرآباد کے ٹکٹوں کی ضرورت ہے یا نہیں۔ جن بھائیوں کو جن ممالک کے ٹکٹوں کی ضرورت ہے۔ وہ ان ممالک کے نام لکھ کر شائع کریں کہ دوسرے بھائیوں کو دوبارہ خط کتابت کرنے کی ضرورت نہ پڑے

حیدرآباد سلور جوبلی کے صرف چار قسم کے ٹکٹ نکلے تھے (۱) ۸ پائی (۲) ۸ پائی (۳) ایک آنہ (۴) ۲ آنے میں ۸ پائی کے (۶) اور ۸ پائی کے (۷) اور ایک آنہ کے (۵) اور ۲ آنہ کے (ایک) دے سکتا ہوں خریدار نمبر ۱۶۰۱

محمد اسمٰعیل معرفت محمد غوث اسٹور کیپر
سنگاریڈی کالریس (دکن)

میرے پاس سیام کے تین ٹکٹ ہیں اور افغانستان کا ایک ٹکٹ ہے اگر کوئی پیامی بھائی عراق، سیلون، آئرلینڈ حیدرآباد کے بدلے میں لیں تو اس پتہ پر خط کتابت کریں

ضامن حسین، فدا حسین معرفت
فدا حسین طیب علی۔ برہانپور

پیام تعلیم مارچ کا طالع شروع سے آخر تک دیکھ ڈالا۔ اس کا ہر مضمون دلچسپ، عام فہم، سلیس، سبق آموز اور مفید ہے۔ یہ صرف آپ کی پرجوش کوششوں کا نتیجہ ہے۔ میرے پاس مصر، عراق، انگلینڈ، جرمن کے ٹکٹ کافی تعداد میں ہیں اور میں بھوپال، افغانستان، حیدرآباد اور ایڈورڈ ہفتم کے زمانے کے ٹکٹوں سے مبادلہ کرنا چاہتا ہوں۔

ملک علی امام مظفری
تھانہ دڈاک خانہ۔ اورنگ آباد۔ گیا۔

مختلف ملکوں کے ۱۳ ٹکٹ محمد اسمٰعیل سنگاریڈی کالریس کو بھیج دیجئے۔ اور اُن کے بھیجے ہوئے ٹکٹ میرے واسطے بھیجیں۔ خالد حسین قادری۔ سکندر منزل۔ آگرہ۔

---

۲۰ عدد ٹکٹ افغانستان کے ارسال کر رہا ہوں مناسب تعداد میں مبادلہ کریں۔ کسی صاحب کو افغانستان کے ٹکٹوں کی ضرورت ہو تو اس پتے سے مبادلہ کرائیں۔

خواجہ مقبول احمد عشرت
معرفت خواجہ صدیقی اینڈ کو۔ گھنٹہ گھر پشاور

میرے پاس صرف ریاست حضور نظام کے کوئی آٹھ ہزار ٹکٹ ہیں۔ بہت سے پیامی بھائیوں سے غیر ملک کے ٹکٹوں سے مبادلہ کرتا رہتا ہوں آپ کے رسالے نے اس بارے میں ہم لوگوں کی خاطر خواہ امداد کی۔

محمد بلیغ الدین۔ ورنگل کالج ورنگل (دکن)

ٹکٹوں کی خبریں

خواجہ حافظ نبی احمد صاحب - پانی پتی

جرمنی کا آسٹریا پر قبضہ ۱۲ مارچ کو دنیا کی تاریخ میں بہت اہم اور عجیب و غریب واقعہ ہوا یعنی بغیر لڑے بھڑے جرمنی نے آسٹریا پر قبضہ کر لیا اب وہاں نازی ٹکٹ چلیں گے۔ ٹکٹ جمع کرنے والوں کو چاہیئے کہ آسٹریا کے موجودہ ٹکٹ جمع کر لیں۔ یہ ٹکٹ بہت قیمتی ہو جائیں گے۔

محبت کا ٹکٹ رومانیہ کی حکومت ایک ایسا ٹکٹ جاری کرنے والی ہے کہ اسے لفافے پر لگانے کے بعد خط صرف مکتوب الیہی کو ملے گا۔ مکتوب الیہ موجود نہ ہوگا تو خط گھر پر نہ دیا جائے گا بلکہ وہ واپس آجائے گا تو اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا یہ ٹکٹ ان دوستوں میں بہت مقبول ہوگا جن کے خط یا تو غائب ہو جاتے ہیں یا اُن کے کھوے جانے کا اندیشہ ہے اس کا نام محبت کا ٹکٹ ہوگا۔

آزادی کے ٹکٹ البانیہ نے اپنی آزادی کی پچیسویں برسی منانے کے لئے نو ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ یہ سٹ بھی جمع کرنے کے قابل ہے۔

روسی ہوائی ٹکٹ روس برابر نئے ٹکٹ جاری کر رہا ہے اور ٹکٹ جمع کرنے والوں میں اس کے ٹکٹ نظروں سے گرتے جا رہے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ ہوائی ڈاک کے لئے سات ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کرنے والا ہے تمام ٹکٹوں پر مختلف قسموں کے ہوائی جہازوں کی تصویریں بنائی جائیں گی۔ ایک ٹکٹ پر آٹھ انجن والا بڑا ہوائی جہاز دکھایا جائے گا ٹکٹ سہ رنگے اور خوبصورت ہوں گے

ریڈیو کے موجد کا ٹکٹ معلوم ہوا ہے کہ اٹلی ریڈیو کے موجد مارکونی کی یادگار میں تین ٹکٹوں کا ایک سٹ جاری کرنے والا ہے۔ ایک ٹکٹ پر مارکونی کی تصویر ہوگی۔

سیشلس (بحر ہند) (SCYCHELLES) میں پندرہ ٹکٹوں کا سٹ جاری ہوگا اور ان ٹکٹوں کے ڈیزائن تین ہوں گے یعنی (۱) کھجور کا درخت (۲) کچھوا اور (۳) مچھلی پکڑنے کی کشتی کی تصویر۔

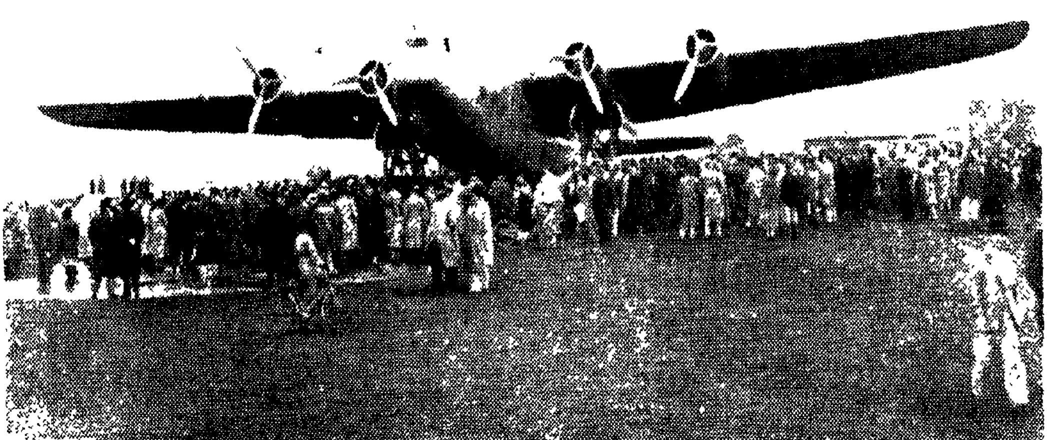
شکر کے ٹکٹ کیوبا کی جمہوری حکومت نے شکر کی کاشت کی یادگار منانے کے لئے نئے ٹکٹ جاری کئے ہیں کولمبس پہلا شخص ہے جس نے نئی دنیا کو شکر سے شناسا کرایا اور ۱۵۲۳ء وہ سال ہے جب پہلی بار امریکہ میں گنے کی کاشت ہوئی کیوبا کی خوشحالی کا دارومدار شکر پر ہے پچھلے سال تقریباً ۲۵ لاکھ ٹن شکر کیوبا نے برآمد کی۔ ٹکٹ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اوپر والے حصے میں کولمبس کے جہاز کی تصویر ہے اور نچلے میں شکر صاف کرنے کی ایک مشین دکھائی گئی ہے۔

برازیلی ٹکٹ برازیل نے دو نئے ٹکٹ جاری کئے ہیں ایک ٹکٹ میں ریو ڈی جنیرو کے ایک باغ کا منظر دکھایا گیا ہے اور دوسرے ٹکٹ پر ایک محل کی تصویر ہے ان ٹکٹوں کے جاری کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سیاحوں کو برازیل کی سیاحت کا شوق پیدا ہو۔

۱۹۳۷ء کے نئے ٹکٹ ۱۹۳۷ء میں سلطنت برطانیہ میں چار سو سے زائد اور باقی تمام غیر ممالک میں پندرہ سو سے زائد نئے ٹکٹ جاری ہوئے یعنی صرف ایک سال کے عرصے میں تقریباً دو ہزار نئے ٹکٹ تمام دنیا میں جاری ہوئے۔



[illegible]

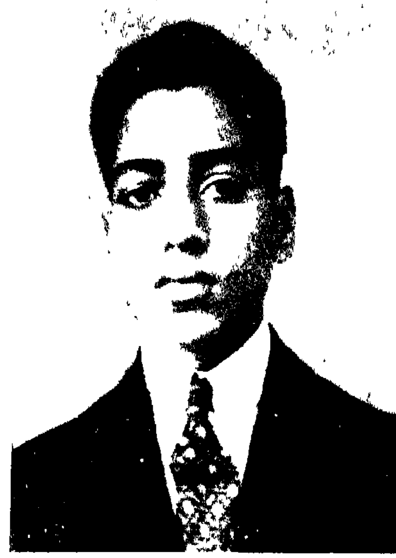


انگلستان کا سب سے بڑا ہوائی جہاز - اس میں ۳۲ آدمی بیٹھ سکتے ہیں رفتار دو سو میل فی گھنٹہ ۔



[illegible]





محمود حسین صدیقی (حیدرآباد دکن)



مصطفی کمال خان شروانی
(حیدرآباد دکن)



رضا عسکری (جوہرامحمد)

پیامِ برادری

آپا جان

عزیز بچو اور بچیو، یہ مہینہ تو تم نے خوب ہنس کھیل کر گذارا ہوگا۔ اِن دِنوں موسم کیسا اچھا ہوتا ہے۔ پھر موسمی تہوار بسنت اور ہولی بھی تو اسی زمانے میں پڑتے ہیں۔ گرمی بھی اب تو کافی گرمی پڑنے لگی ہے۔ اور برابر بڑھ رہی ہے۔ تمھارے سالانہ امتحان بھی قریب آگئے ہیں۔ کئی بچوں اور بچیوں نے اپنی مصروفیت کا حال بھی لکھا ہے۔ جن بچوں نے سال بھر تک محنت کی ہے بس وہی ہیرے ہیں جو بچے امتحان کے لئے محنت کرتے ہیں انھیں امتحان میں کامیابی حاصل ہو جائے تو ہو جائے پر امتحان دینے کے بعد انھیں ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ انھوں نے کچھ حاصل کیا ہے

میرٹھ میں برادری کی شاخ قائم ہونے کی خبر تم پچھلے پرچے میں پڑھ چکے ہو۔ عزیزی میاں وقار احمد اور عزیزہ آمنہ عمر سلمہانے ان کی روداد بھی بھیجی ہے اور برادری کے بھی بہت سے ممبر بنائے ہیں۔ عزیزہ آمنہ عمر کی روداد اس پرچے میں کہیں چھپ رہی ہے۔ ان اچھی خبروں سے بہت سے پیامیوں میں کام کرنے کا حوصلہ پیدا ہو رہا ہے۔ حیدرآباد میں عزیزی منور حسین شاخ قائم کرنے کی دوبارا کوشش کر رہے ہیں۔ اس مرتبہ کامیابی کی اُمید ہے۔ سیالکوٹ میں عزیزی راما نند شرما اسی دھن میں ہیں۔ لکھنؤ میں عزیزی التفات اور دوسرے بچوں کے سامنے یہ تجویزیں ہیں اور بھی کئی بچوں نے اس سلسلے میں ہمیں خط لکھے ہیں۔ اللہ ان سب کو کامیاب اور سُرخ رو کرے

ویسے بھی بچوں میں اپنے پرچے اور اپنی برادری سے محبت دن بہ دن بڑھتی جاتی ہے۔ اکثر بچے خود بھی ممبر بنتے ہیں اور اپنے دوستوں کو بھی ضرور بناتے ہیں۔ بعض خاندانوں میں تو نوکروں کو بھی پیامِ تعلیم سے خاص لگاؤ ہو گیا ہے۔ اس پرچے میں کسی دوسری جگہ ہم ایک عزیز پیامی کا ایک خط شائع کر رہے ہیں۔ یہ بچہ جناب ظفر عمر صاحب (نیلی چھتری، علی گڑھ) کے یہاں نوکر ہے اس خط کو پڑھ کر تمھیں اندازہ ہوگا کہ پیامیوں کو اپنے پرچے سے اور اپنی برادری سے کتنی محبت اور خلوص ہے۔

اس مرتبہ رنگ بھرنے کی تصویریں ان بچوں اور بچیوں نے رنگ بھر کر بھیجی ہیں

حمیرا خاتون، اعظم گڑھ۔ مسعود الرحمٰن خاں، فرخ آباد۔ غلام ربانی، حیدرآباد دکن۔ کاشی رام، فتح پور۔ اقبال احمد، امروہہ عبدالجلیل عزیزی، بہار شریف۔ محمد سعید خاں، دہلی۔ محمد صغیر علی، بہار شریف۔ مظفر الدین احمد، ٹمکلا۔ پنڈت چونی لال ٹمکلا۔ سید انور علی شاہ، دہلی۔ محمودہ بیگم، تناؤلی ڈلکشن۔ معین الدین احمد انصاری، حیدرآباد دکن۔ خواجہ محمد عالم، میدک خالد حسن، آگرہ۔ رفیق احمد، شملہ۔ محمد اسحاق طیب، لمبئی۔ محمد ظہور الحق، بمبئی۔

ہمارے آرٹسٹ صاحب کے نزدیک میرا نالون اول ۔ محمود الرحمٰن خاں دوم ۔ اور غلام ربانی سوم آئے ہیں
کماتی رام کو رعایتی انعام دیا گیا ہے ۔

اس مہینے سے تمہاری خواہش کے مطابق رنگ بھرنے کی تصویر بالکل الگ رکھی گئی ہے ۔ اب یہ تصویر رنگ کر بھیجنے میں تمہیں کوئی عذر نہ ہونا چاہیے ۔ اس مہینے کی ۲۰ تاریخ تک اس میں رنگ بھر کر بھیج دو ۔

مضامین کے انعامی مقابلے میں ان بچوں نے حصہ لیا ہے :-

عتیق الرحمٰن	برسات	منو حسین	قلعہ دولت آباد کی سیر
ضیاء الرحمٰن ۔ کلکتہ	عید کی مشغولیتیں	معین الدین احمد انصاری	برسات
عزیز الرحمٰن ۔ کلکتہ	جاڑا	زہرہ عبدالمجید خاں ۔ اٹاوہ	میری ایک دلچسپ شرارت
روشن آرا بیگم ۔ میرٹھ	بچپن کی شرارتیں	التفات اکبر ۔ لکھنؤ	جاڑا
سید حسن محمود ۔ مظفر پور	ہماری شرارت	محمد علی بھٹکلی ۔ جامعہ نگر	جاڑا
عنایت الرحمٰن ۔ میرٹھ	میری شرارت	محمد ظہور الحق سدرہ	شرارت
محمد اکرم خاں ۔ چھپا وطنی ۱۰	اسکول میں کون مضمون پسند کرو	احمد حسن صدیقی ۔ سیہور	برسات
آمنہ عمر ۔ میرٹھ	برسات	مبارک الدین آگرہ	شرارت
جمیلہ عبداللہ ۔ لاہور	تاریخ (پسندیدہ مضمون)		

اس مرتبہ مضمونوں کا معیار پہلے سے اچھا تھا ۔ جانچنے والے صاحب نے کئی بچوں کو ایک سے نمبر دئے ہیں پھر بھی عزیزی عنایت الرحمٰن کا مضمون سب سے اچھا سمجھا گیا اس کے بعد عزیزہ آمنہ عمر کا نمبر ہے ان کے علاوہ عزیزہ جمیلہ عبداللہ، عزیزی معین الدین احمد انصاری ۔ عزیزہ زہرہ عبدالمجید خاں ۔ عزیزی محمد ظہور الحق ۔ عزیزی میاں عزیز الرحمٰن کو بھی انعام کا مستحق سمجھا گیا ہے ۔ ان سب کو جلد ہی انعام بھیج دئے جائیں گے ۔

کیمرے کی تصویروں کے انعامی مقابلے میں اس مرتبہ تصویریں کچھ زیادہ آئیں ۔ ہم چاہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ بچے اس میں حصہ لیں اور تصویروں کا معیار بھی ذرا اونچا ہو جائے ۔

پچھلے پرچے میں آنٹی بگی کے بتائے ہوئے چند نام چھپے تھے ۔ بہت سے پیامیوں نے ان لڑکوں اور لڑکیوں کے نام خط بھیجے ہیں ۔ مگر ٹکٹوں کے دام ان میں سے چند ہی نے بھیجے ہیں ۔ میں اس سے پہلے بھی یہ بات بتا چکی ہوں ۔ پیامیوں کو اس کا خیال رکھنا چاہیے ۔ اب ٹکٹ آ جائیں گے تو یہ خط بھیجے جائیں گے ۔

عزیزہ آمنہ عمر نے پیامیوں سے دریافت کیا ہے کہ برادری کی شاخ کو ترقی دینے اور اسے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کے لئے کیا صورتیں اختیار کی جائیں ۔ مجھے امید ہے کہ بہت سے پیام بچے اور بچیاں اپنی بہن کو ایسی مناسب

تدبیریں بتائیں گے۔

ایک پیامی بچی عزیزہ شاہجہاں کو تصویریں جمع کرنے کا بہت شوق ہے اس کی خواہش ہے کہ پیام بھائی اور بہنیں اسے اچھی اچھی تصویریں بھیجیں۔ تصویروں کے ساتھ ان کی تھوڑی سی تشریح بھی ہو تو اچھا ہے تمھاری آپا جان

خطوں کے جواب

عزیزی منور (حیدر آباد دکن) سلمہٗ

تمھارے کئی خط اس درمیان میں آچکے ہیں مضمون بھی مل گئے ہیں ایڈیٹر صاحب سے معلوم ہوا کہ کئی اگلے پرچے میں چھپ جائیں گے۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ اب تم برادری کی شاخ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ تمھاری ... تصویریں ملیں ... تصویر اس پرچے میں چھپ رہی ہے۔ ... کی تصویر ... اسے میری طرف سے پیار بھی کر لینا ... تمھارے خط کا جواب ... دیا کروں گی

تمھاری آپا جان

عزیزی غفار عمر (ہاوڑہ) سلمہٗ۔ تم برادری کے باقاعدہ ممبر بن گئے۔ امید ہے کہ اپنے دوستوں اور ہمجولیوں کو بھی ممبر بناؤ گے

تمھاری آپا جان

عزیزی راما نند (سیالکوٹ) سلمہٗ

جنم دن مبارک! یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی کہ تم پیام تعلیم کے خریدار اور برادری کے ممبر بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔ برادری کی شاخ بھی قائم کرو گے؟ یہ اور بھی خوشی کی خبر ہے۔ میاں میرا تو مشغلہ چھوٹے بچوں کو پڑھانا ... لئے لکھیں ... تصویریں ... اور جواب ... سے اور تمھاری بہن سے دونوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی

کتاب دیکھنے سے پتہ ... قائم کی جا سکتی ہے۔ شاخ قائم کرنے کے لئے ... کون کون ... مل گئے ... پرچے میں چھپ رہی ہے۔

تمھاری آپا جان

عزیزہ مس عبد المجید خاں (...) سلمہا اب تو تم اچھی ہو گئی ہو گی۔ تم دلی میں آ دو تو مجھ سے ضرور ملنا۔ اپنی باجی کو میری دعا پہنچا دینا ... نہیں ... اور اچھا ... کرو

تمھاری آپا جان

ایک پیامی کا خط

نیلی چھتری
... گڑھ

آپا جان ... آداب

امید ہے کہ ذکیہ بیوی کے خط کے ساتھ آپ کو میرا خط بھی مل گیا ہوگا میں پیام برادری کا ممبر بننا چاہتا ہوں۔ اس لئے آپ کو خط لکھ رہا ہوں ہمارے یہاں جمیل میاں، عزیز میاں اور ذکیہ بی بی ... برادری کے ممبر ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی ہو جاؤں۔ میں یہاں پر خلیل میاں کے یہاں نوکر ہوں مگر مجھ کو پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ اور اب ذکیہ بی بی نے مجھ کو پڑھنا بھی سکھا دیا ہے۔ مگر مجھ کو لکھنا ابھی اچھی طرح نہیں آتا ہے یہ خط آپ کو پہلے خود لکھا اور اب ایک اور بیبی سے صاف کروا کے بھیج رہا ہوں۔ مجھ کو پیام تعلیم بہت اچھا لگتا ہے اور برابر پڑھتا ہوں۔ میرے پاس اتنے دام تو ہیں نہیں کہ الگ منگاؤں اس لئے خلیل میاں سے لے کر پڑھ لیتا ہوں۔ ایک دفعہ خلیل میاں کا

عزیزی صبغت اللہ (شملہ) سلمہٗ۔ تمہارے دو خط مجھے ملے دوسرے ملکوں کو خط لکھتے وقت ٹکٹ بھی بھیج دیا کرو۔ مکتبہ نے پیامیوں کے لئے ڈاک کا خرچ صرف بچوں کی کتابوں پر معاف کیا ہے۔ بڑی کتابوں پر نہیں۔ دوسری باتوں کا جواب اور کوپن وغیرہ تمہارے پاس پہنچ گئے ہوں گے "تمہاری آپا جان"

عزیزہ آمنہ (میرٹھ) سلمہا۔ تمہارے دونوں خط اور روداد مجھے مل گئی۔ یہ روداد میں اسی پرچے میں چھپوا رہی ہوں اپنی برادری کا تم جو چاہے نام رکھ دو۔ کیا پیام برادری کافی نہیں ہے۔ تمہاری آپا جان

عزیزہ کشوری (میرٹھ) بہت خوشی کی بات ہے کہ اپنی برادری کو بڑھانے کے لئے تم نے بھی کوشش شروع کر دی ہے۔ امید ہے کہ عزیزہ آمنہ سلمہا کی طرح تمہاری کوششیں بھی کامیاب ہوں گی۔ "آپا جان"

عزیزی اختر (آگرہ) امید ہے کہ اب تم اچھے ہو گئے ہو گے۔ تمہارا خط جرمنی بھیج دیا گیا۔ میں تمہیں اختر ہی سمجھتی ہوں۔ کاتب کی غلطی سے یوسف چھپ گیا ہوگا تم نے یہ اچھا کیا کہ خط لفافے میں رکھ کر اور ٹکٹ لگا کر بھیجا۔ تمہاری آپا جان

عزیزی شعیب (رام پور) تمہاری پہیلیاں مل گئیں اور ایڈیٹر صاحب کو بھیج دی گئیں

مضمون "انڈے جمع کرنا" چھپا تھا۔ میرا دل بھی مضمون لکھنے کو چاہا۔ اور میں نے یہ مضمون لکھا ہے۔ شاید آپ مجھ غریب لڑکے کا مضمون صحیح کروا کر چھپوا دیں۔ مجھ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ مضمون کس کو اور کہاں بھیجا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو بھیجے دیتا ہوں۔ جن کو دیا جاتا ہو آپ اُن کو دے دیجئے گا۔ میرا نام ابراہیم ہے۔

مجھ کو اُمید ہے کہ آپ اور سب لڑکوں کی طرح مجھ کو بھی برادری کا ممبر بنا لیں گی آپ مجھ کو لکھیں کہ کیا آپ مجھ کو ممبر بنائیں گی۔ تو ممبری کی قیمت بھیج دوں۔ مجھ کو معلوم ہے کہ میں بہت غریب آدمی اور نوکر ہوں۔ مگر میں نے کتابوں میں پڑھا ہے کہ کبھی غریب آدمی بھی بڑے آدمی بن جاتے ہیں۔ اس لئے میں چھٹی کے وقت پڑھتا ہوں۔ دیکھئے آپا جان جیسے آپ نے ذکیہ بی بی کے خط کا جواب دیا تھا مجھ کو بھی دیجئے گا۔ مجھ کو ڈر لگتا ہے کہ شاید آپ نہ دیں۔ کیوں کہ میں نوکر ہوں۔ خیر یہ آپ کی مرضی۔

مجھ کو اُمید ہے کہ آپ ایک غریب لڑکے کے خط کا جواب جلدی سے دیں گی اور لکھیں گی کہ مضمون چھپے گا یا نہیں۔

زیادہ کیا لکھوں۔ جواب جلدی سے دیجئے گا۔ مجھ کو شکار کا اور پڑھنے کا شوق ہے۔ اسی لئے یہ مضمون شکار پر لکھا۔ ذکیہ بی بی آپ کو تسلیم کہتی ہیں۔ خاکسار محمد ابراہیم حسین۔ علی گڑھ۔

امید ہے کہ وہ انھیں چھاپ دیں گے

تمہاری آپا جان

عزیزہ عقیلہ شاکر۔ تمہارا خط تو مل گیا بھیج دیا جائے گا۔ مگر تم نے ۳؍ کے ٹکٹ نہیں بھیجے وہ بھی بھیج دو آئندہ تم خط لفافے میں رکھ کر اور اس پر ٹکٹ لگا کر بھیجا کرو مکتوب الیہ کا نام بھی لکھ دیا کرو پورا پتہ یہاں لکھ دیا جائے گا۔

تمہاری آپا جان

عزیزی ضیاء الرحمن (کلکتہ) تمہارا مضمون مل گیا اور مقابلے میں شامل کر لیا گیا۔ نتیجہ کسی دوسری جگہ شائع ہو رہا ہے۔ تم نے ماشاء اللہ اچھی ترقی کی ہے۔ زبان کا ذرا زیادہ خیال رکھو اپنے دونوں بھائیوں کو میری دعا پہنچا دینا۔ تمہاری آپا جان

عزیزی مظفر (ٹکسلا) ایڈیٹر صاحب کی معرفت تمہارا خط ملا۔ تم نے ڈاک کا خرچ ۳؍ نہیں بھیجا۔ جلد بھیج دو۔ آئندہ دوسرے ملک کے لئے خط لکھو تو ڈاک کا خرچ ۳؍ بھیج دیا کرو۔

تمہاری آپا جان

عزیزہ اسلام فاطمہ (آگرہ) خط ملا اور ٹکٹ بھی۔ کس درجے کا امتحان دے رہی ہو۔ خدا تمہیں اچھے نمبروں سے

کامیاب کرے۔ آمین۔ اپنے والد ، والدہ اور بہنوں کو میرا سلام اور دعا پہنچا دینا

تمھاری آپا جان

عزیزی افتخار (حیدرآباد دکن) تمھارا خط ایڈیٹر صاحب کی معرفت مجھے ملا۔ خوشی کی بات ہے کہ پیام تعلیم تمھیں پسند ہے۔ شاخ کے بارے میں تم اس پتے پر خط کتابت کرو منور حسین صدیقی معرفت جناب عبد الستار صاحب سبحانی پرنسپل مدرسہ دار العلوم حیدرآباد دکن

تمھاری آپا جان

عزیزی احسان اللہ (ساگر) یہ معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا کہ تمھارے انگوٹھے میں چوٹ لگ گئی۔ ہے خیر شکر ہے کہ اب تم اچھے ہو رہے ہو۔ انجمن کی طرف سے رسالہ نکلنے کی خبر میرے لئے بہت خوشی کی خبر ہے۔ قلمی ہی سہی۔ تمھاری کوششوں کا یہی حال رہا تو چھپا ہوا بھی نکلے گا۔ میرے خط سے تمھیں غلط فہمی ہو گئی۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔

تمھاری آپا جان

عزیزی میاں عزیز الرحمٰن (کلکتہ) تمھارا کوپن پہنچ گیا۔ اور مضمون بھی۔ نتیجہ دوسری جگہ چھپا ہے۔ شاباش صفائی کا اسی طرح خیال رکھا کرو۔ بعض بچے بہت لاپروائی سے مضمون لکھتے ہیں اور بہت بدخط۔ سچ جانو اس سے بہت تکلیف ہوتی •

کارروائی

جلسہ پیام برادری

(شاخ میرٹھ)

پیام برادری کی شاخ (میرٹھ) کا پہلا جلسہ ۲۱ر فروری ۳۸ء پیر کے دن آفتاب منزل میں ہوا۔ قرآن کی تلاوت کے بعد ممبروں کو اس برادری کا مقصد فائدے اور جگہ جگہ اس کی شاخ کھولنے کی ضرورت بتائی گئی۔ ممبروں نے زہرہ بیگم صاحبہ کو اس شاخ کا صدر اور آمنہ عمر کو سکریٹری چنا اور آپس کے مشورے سے یہ باتیں طے ہوئیں۔

(۱) ہمارے جلسوں میں ڈبیٹ (مباحثہ) ضرور ہوا کرے گا اور تقریر کے عنوان خود ہماری بہنوں ہی کو چننے ہوں گے۔ یہ عنوان تین طرح کے ہوں گے (ا) ۱۲ سال کی عمر سے زیادہ بہنوں کے لئے (ب) کسی بڑے آدمی کی زندگی کے دلچسپ حالات وغیرہ۔ ۱۲ سال تک کی عمر کے ممبروں کے لئے دلچسپ مشغلے ہر ممبر کے لئے کہ وہ اپنے مشغلہ کا کچھ حال بتائیں مثلاً ٹکٹوں کی خبریں پلیٹنگ کے نئے طریقے۔ باغبانی کے دلچسپ تجربے کشیدے کے نئے نئے طریقے

/

۔۷ "تمھاری آپا جان"

عزیزی مصطفےٰ کمال (حیدرآباد) سلمہ تم برادری کے ممبر تو ہو گئے۔ کوپن پہنچ چکا ہے میاں آنکھیں دنیا میں بڑی نعمت ہیں اُن کی جہاں تک بنے حفاظت کرو۔ رات میں دیر تک نہ پڑھا کرو تمھاری آپا جان

عزیزی زین (مرادآباد) سلمہٗ سچ مچ! پیام تعلیم تمھیں بہت اچھا لگتا ہے۔ دوسرے پیامی بھی تعریف کے ایسے ہی خط لکھتے ہیں سچ جانو ان خطوں سے میری اور ایڈیٹر صاحب کی بہت ہمت بندھتی ہے اور رسالے کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینے کا حوصلہ پیدا ہوتا ہے غضنفرہ صدیقی باقاعدہ ممبر ہو گئیں۔ میری دعا کہہ دینا۔ تمھاری آپا جان

عزیزہ محمودہ (تناولی) سلمہا۔ برادری کے کوپن الگ ہی چھپوائے ہیں تصویر بھی اب کے الگ ہی چھپوائی ہے اور دوسرا صفحہ سادہ رکھا ہے۔ تمھاری طرح دوسرے بچوں کا بھی یہی تقاضا تھا۔ تم بھی برادری کو بڑھانے کی کوشش کر رہی ہو۔ بھی بہت خوشی کی بات ہے۔ تمھاری آپا جان

عزیزہ عارفہ و ساجدہ (لکھنؤ) سلمہا اب تصویر کا صفحہ الگ ہی رہے گا اطمینان رکھو مگر بھئی اس سے خرچ بہت بڑھ گیا ہے اسے پورا کرنے کی ترکیب یہی ہے کہ خریدار بڑھائے جائیں

ہے ایجنٹ [illegible] تمھاری آپا جان

عزیزی [illegible]

اس کا [illegible] تم [illegible]

چرنٹے والاں [illegible] بھی [illegible]

(A H B S) [illegible] منگواؤ [illegible]

تو بہت کوئی ایجنٹ کے یہاں [illegible]

وہاں بچوں کے لئے بہت سے انگریزی [illegible]

آتے ہوں گے اُن میں سے کوئی انتخاب کرلو

تمھاری آپا جان

عزیزی [illegible] آباد [illegible]

گیا اور پیج کی قیمت بھی تم برادری کی باقاعدہ

ممبر ہو [illegible] امتحان میں [illegible]

کامیاب ہوئی [illegible] مجوا رہی ہوں [illegible]

پھوپی کے انتقال کی خبر سے مسرور ہوا

خدا تم سب کو صبر دے اپنے بزرگوں کی [illegible]

طرف [illegible] پیام [illegible]

تمھاری [illegible]

عزیزی [illegible] تمھاری تجویز میں

نے غور سے پڑھی پیام برادری کا مقصد

پیام تعلیم پڑھنے والے بچوں میں [illegible] سے

دوسرے ملک کے لوگوں دوستی کرانا ہے

ممبروں کے لئے پیام تعلیم کی خریداری [illegible]

نہیں ہے۔ برادری کے ممبر زیادہ ہو جائیں

گے تو ممکن ہے کہ الگ رسالہ نکالنے کی

ضرورت ہو۔ ابھی تو پیام تعلیم کافی ہے۔

(۳) [illegible] بھائی بہنوں میں [illegible] پیدا کئے

[illegible]

[illegible]

(۱) [illegible]

[illegible]

[illegible]

کیونکہ وہ جیسے میں نیک مشورے تھے

[illegible] درمیان میں کئے ہیں

[illegible] قابل بھی [illegible]

[illegible]

(۵) [illegible] کے ذخیرے [illegible]

[illegible]

[illegible] تصویریں

[illegible] نمائش ہوگی

[illegible] ساتھ ہوگی

[illegible] دوسرے [illegible] ایکس

[illegible] لینے والوں کے لئے [illegible]

ہوں گے [illegible] بہنوں کے لئے خاص [illegible]

ہوں گے

(۶) [illegible] جائیں گے جن کے

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے کہ وہ جلسے میں [illegible]

[illegible] صاحب

[illegible] کرنے کے فائدے

عمر کی قید ضروری ہے کہ ہم زیادہ تر اپنے بچوں ہی

میں اس چیز کو رواج دینا چاہتے ہیں کہ مختلف

ملکوں سے خط کتابت کے لئے تین خط بھیجنے

[illegible] ڈاک کا خرچ ایک کا بھی نہیں بھیجا۔ اب

تم اُن کے لئے ٹکٹ بھیجو گے تو بھیجے جائیں گے

مجھے یہ [illegible] بہت خوشی ہوتی ہے کہ تمھیں اپنے

پرچے اور اپنی برادری سے اتنی دلچسپی ہے

تمھاری آپا جان

عزیزی ظہور الحق۔ تمھارا مضمون پہلے ہی

[illegible] مضمون اتفاقی مقابلے

میں شامل کر لیا گیا [illegible] کسی دوسری جگہ

[illegible] اب تم برادری کے باقاعدہ ممبر

[illegible] دوستوں کو بھی ممبر بناؤ۔

کبھی کبھی خط لکھتے رہو۔ تمھاری آپا جان

عزیزی ابراہیم (علی گڑھ) [illegible] تمھارا خط

پاکر مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتی

تمھارا [illegible] اور تم برادری کے

باقاعدہ ممبر ہو۔ تمھارا مضمون میں نے ایڈیٹر

صاحب کو بھیج دیا ہے وہ اسے شائع کر دیں گے

بیٹے تم اپنا [illegible] کرتے ہو۔ نوکر ہونا

بھی کوئی عیب ہے۔ میری نظر میں تو تم اور دوسرے

[illegible] میں کوئی فرق نہیں ہے۔ کام کرنے کے بعد

[illegible] وقت ملے اس میں زیادہ تر پڑھنے

[illegible] تمھارے شوق کا یہی حال رہا

تو [illegible] بہت ترقی کرو گے۔ تمھارا خط

بھی کسی دوسری جگہ چھپوا رہی ہوں۔

تمھاری آپا جان

برادری کے نئے ممبر

یہ نیچے برادری کے باقاعدہ ممبر ہیں :-

محمد حسین (حیدرآباد دکن)
مہادیو پرشاد دیموار (فتح پور)
ابرار الرحمٰن قدوائی (بارہ بنکی)
مسعود الرحمٰن خاں (فرخ آباد)
شمیم جمال　میرٹھ
نزہت جمال　//
عقیل احمد　//
جمیل احمد　//
انیس احمد فاروقی　//
مصطفٰے کمال خاں شروانی (حیدرآباد دکن)
افضل سلطانہ　//
عفیفہ صدیقی - (مریاہو)
اقبال احمد اخوند (سکھر)
محمد نسیم انصاری (علی گڑھ)
محمد شبلی خاں (چترال)
محمد عتیق الرحمٰن - (لکھنؤ)
محمد عبد الغفار عمر اجمیری (باوڑہ)
نسیم فاطمہ لکھنؤ
عزیز الرحمٰن (کلکتہ)
ثمر قند　//
تلک راج سوری (سیال کوٹ)

بنائے اور بچے [illegible] [illegible] وقع [illegible]
اخلاقی ڈراما کیا جائے اس موقع پر [illegible]
کی بنائی ہوئی چیزوں کی نمائش بھی کی جائے
انہیں بیچا بھی جائے اور اس کے نفع سے لڑکیوں
کی ایک لائبریری قائم کی جائے جس میں
مکتبہ جامعہ سے بچوں کی کتابیں منگا کر رکھی جائیں
[illegible] کی تجویز کہ چھوٹی لڑکیوں اور بڑی بہنوں
کی تقریر کے درمیان [illegible] وقفہ رکھا جاتا
اور اس میں دلچسپ [illegible] [illegible]
میں بات پیش ہو [illegible] اتفاق پاس ہو [illegible]
عقیلہ بیگم صاحبہ کی یہ تجویز [illegible]
[illegible] جنہوں [illegible] نے لعبد الغوم
دئے جائیں اور چھوٹی بہنوں [illegible] سے پہنے
[illegible] پاس ہوئی [illegible]
تو [illegible] دن [illegible] [illegible]
[illegible] بعد [illegible]
[illegible]
جلسہ [illegible] [illegible]
اچھا [illegible] ۱۲ سال کی عمر سے [illegible] کی لڑکیوں
کے لئے کتنو [illegible] سال کی عمر کی
بہنوں کے [illegible] [illegible]
کے نام کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ ضرور ہونا
چاہئے اور بعض بہنیں اس کی مخالف [illegible]
فیصلہ آپا جان پر رکھا گیا۔ آخر میں [illegible]
ادا کیا گیا۔ اور ٹھیک ۵ بجے شام جلسہ ختم ہو گیا

محمد ظہور الحق (پٹنہ)
محمد عرفان احمد (لکھنؤ)
زہرہ خاتون　//
ناصرہ خاتون　//

ٹکٹوں کا مبادلہ

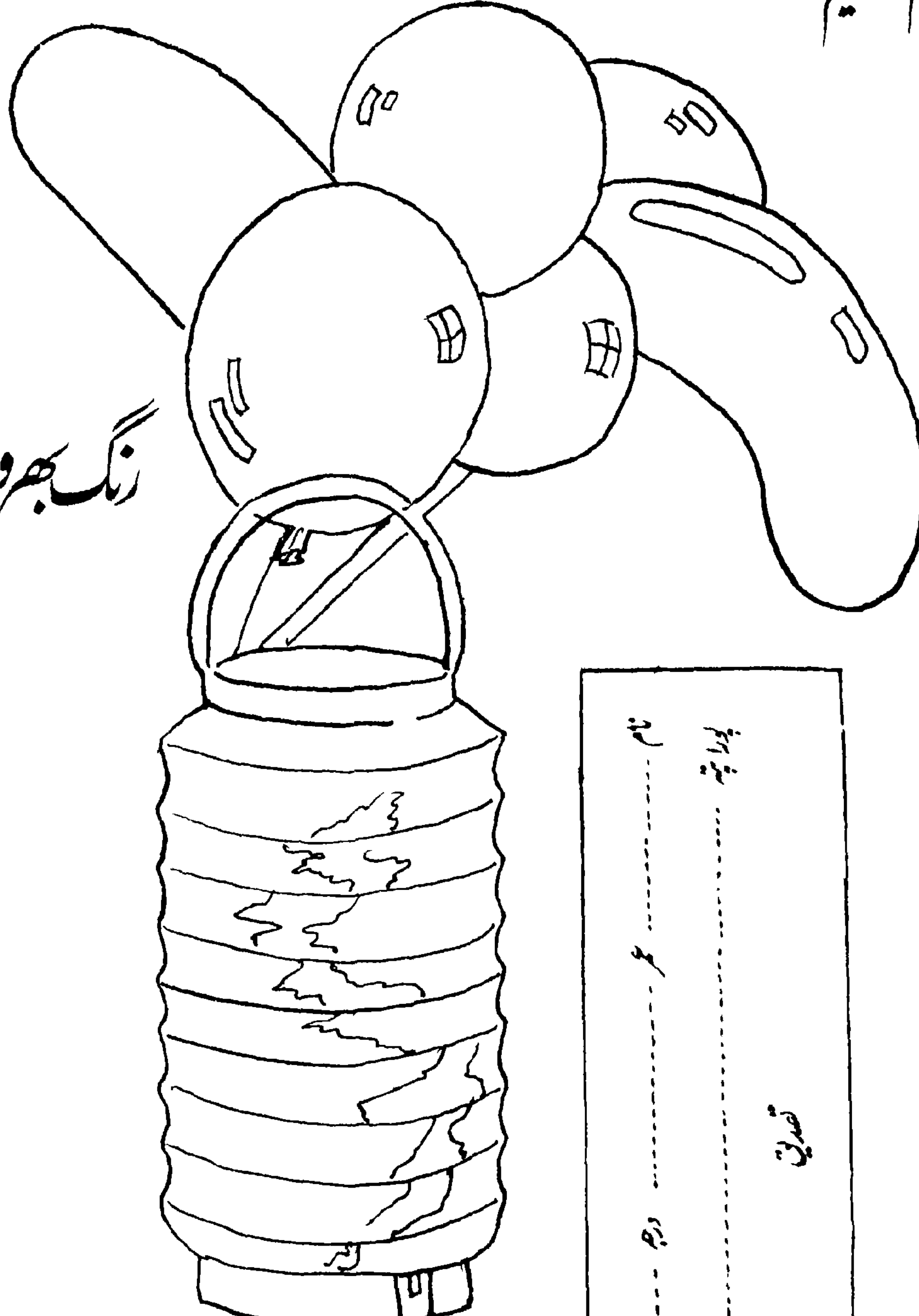
رائج الوقت جارج ششم کے ہندوستانی
ٹکٹوں کے بدلے میں سب غیر ملکی ٹکٹ حاصل کیجئے

نرخ خریداری

[illegible]	[illegible]	[illegible]	فی سیکڑہ
[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]		[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

ماہ مارچ کی فہرست منگا کر جو ٹکٹ آپ
منگانا چاہتے ہوں منتخب کریں۔

رنگ بھرو



نام ---------- عمر ---------- درجہ ----------

پورا پتہ --

تصدیق

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۰۶

بچوں کی نئی کتابیں

۱۔ **لال مرغی** با تصویر:۔ عبدالواحد صاحب سندھی نے چھوٹے بچوں کے لئے لال مرغی، مینڈک اور خالہ بلی کی اَن بن اور بعد میں پھر دوستی بہت اچھے پیرایہ میں لکھی ہے۔ صفحات ۲۸ قیمت ۲ر

۲۔ **چھدّو اور دوسری کہانیاں**:۔ اس میں چار بہت دلچسپ کہانیاں ذرا بڑے بچوں کے لئے ہیں۔ چھدّو اور باچھو تو محترمہ رقیہ ریحانہ کی لکھی ہوئی ہیں، آخری قدم۔ ڈاکٹر محمود حسین خاں صاحب کی اور چوتھی پان کو۔ امتیاز حسین صاحب بی۔ اے (جامعہ) قیمت ۳

۳۔ **چھوٹا چمّو**:۔ از محمد حسین حسان صاحب ایڈیٹر پیام تعلیم۔ ایک ننھے منھے چوہے کی شوخی اور شرارت کی دلچسپ کہانی۔ بہت اچھی ہے۔ قیمت ۲ر

۴۔ **انعامی مقابلہ**:۔ از محمد حسین حسان ایڈیٹر پیام تعلیم۔ بڑے مزے کی کہانی ہے جیسے تمھارے مدرسے میں ہاکی فٹ بال کرکٹ وغیرہ کے آئے دن مقابلے ہوتے رہتے ہیں۔ اسی طرح میاں الّو کے مشورے سے بہت سی چڑیوں نے گھونسلا بنانے کا مقابلہ کیا ہے اور خود الّو صاحب جج بنے ہیں۔ جگہ جگہ چڑیوں کی تصویریں بھی ہیں۔ قیمت ۳ر

۵۔ **عقاب اور دوسری کہانیاں**:۔ یہ ذرا بڑے بچوں کے لئے ہے۔ سب کی سب بہت اچھی اور دلچسپ۔ ابو کی بکری کو ذرا دیکھو جانور بھی غلام رہنا پسند نہیں کرتے تو بھلا انسان کا کیا کہنا۔ بیچاری لڑتے لڑتے آخر میں مر جاتی ہے۔ لیکن غلام رہنا پسند نہیں کرتی۔ قیمت ۴ر

۶۔ **پوری جو کڑھائی سے نکل بھاگی**:۔ کسان کی کھیتی اور پوری کا نکل بھاگنا، اس کا پیچھا اور کسان کی بیوی اس کے ساتھیوں، خرگوش، لومڑی، اور کتوں میں کسی کے ہاتھ نہ لگنا۔ بہت ہی مزیدار ہے۔ قیمت ۲ر

مکتبہ جامعہ

دہلی - نئی دہلی - لاہور

پیام برادری کے لئے گیت

آؤ مل کر گائیں گیت

جناب برکت علی صاحب فراق بی اے جامعہ

ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی — آپس میں ہیں بھائی بھائی
نا جھگڑا نا کوئی لڑائی — پریم کی کیسی پیاری ریت
آؤ مل کر گائیں گیت

آؤ پریم کی جوت جگائیں — بچھڑوں کو آپس میں ملائیں
بیر مٹائیں پریم بڑھائیں — سب کو کرلیں اپنا میت
آؤ مل کر گائیں گیت

سیوا اپنا ڈھنگ بنائیں — دکھیوں کا دکھ درد مٹائیں
دیس کی بگڑی بات بنائیں — سیوا کی ہے جگ میں جیت
آؤ مل کر گائیں گیت

بھارت ماتا کے کام آئیں — قید سے دکھ کی اس کو چھڑائیں
آزادی لیں یا مرجائیں — پھر سکھ چین کے گائیں گیت
آؤ مل کر گائیں گیت

موٹر سائیکل

(ایم اے وفا فرخ آبادی)

پھٹ پھٹ، پھٹ پھٹ کرنے والی میلوں کا دم بھرنے والی
آن بڑی ہے، شان بڑی ہے دو پہیوں میں جان بڑی ہے
جنگل، بستی شور مچاتی سڑکوں پر ہے دوڑ لگاتی
گاؤں میں جائے شہر میں جائے غصہ تیزی قہر دکھائے
دانا، گھاس، نہ چارا کھاتی پھر بھی کوسوں دوڑ کے جاتی
کرسی ایک لگائیں اس میں بچے ساتھ بٹھائیں اس میں
شام سویرے سیر کو جائیں بچے روز ہوائیں کھائیں
وقت پڑے تو کام نکالے کام نہ دے تو دام نکالے
سرپٹ دوڑ کے جانے والی جھٹ پٹ کام بنانے والی

سب سے انوکھی سب سے نیاری
ہے یہ عجیب و غریب سواری

(ماہ اکتوبر میں آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن سے براڈ کاسٹ ہو چکی)

پیامِ تعلیم ۔ یوپی، سی پی، برار، میسور اور دوسری ریاستوں کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے

پیامِ تعلیم دھلی

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی (جامعی)

قیمت سالانہ عہ ۔ فی پرچہ ۳ر

جلد ۱۲ | مئی سنہ ۱۹۳۸ء | نمبر ۵

فہرستِ مضامین

(پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے۔ پی ایچ ڈی ۔ محبوب المطابع برقی پریس دہلی)

بچّوں سے باتیں

ایڈیٹر

اس پرچے میں کسی دوسری جگہ ایک تصویر چھپ رہی ہے "پیام تعلیم کی ہر دلعزیزی" اسے دیکھ کر تمھیں اندازہ ہوگا کہ تمھارے رسالے نے اتنے دنوں میں کتنی ترقی کی ہے۔ تصویر میں صرف اکتوبر سنہ ۲۶ء تک ترقی دکھائی گئی ہے۔ اکتوبر کے بعد خریدار بہت بڑھے ہیں۔ ہمیں سب سے زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ اب خود پیامی بچیاں اور بچے اپنے پرچے کو مقبول بنانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ دفتر میں پوچھنے پر معلوم ہوا کہ اس عرصے میں سب سے زیادہ خریدار ان ہی نے بنائے ہیں۔ اب گرمیوں کی چھٹیاں ہونے والی ہیں ہمیں امید ہے کہ سب پیامی ان چھٹیوں میں اور بھی ہمت و جوش سے رسالے کے خریدار بنانے کی کوشش کریں گے۔

کسی پچھلے پرچے میں ہم نے اگلے سال گرہ نمبر کے بارے میں پیامیوں سے رائے مانگی تھی ان بچوں اور بچیوں نے ہمیں اپنی رائیں بھیجی ہیں

حسن آرا بیگم (میرٹھ)۔ آمنہ عمر (میرٹھ)۔ محمد علی بھٹکلی، (اوکھلا)۔ محمد نور کھٹکھٹے (بمبئی)۔ معین الدین احمد انصاری (حیدر آباد دکن)۔ محمد نسیم انصاری، (علی گڑھ)۔ ان میں آمنہ عمر اور محمد نور کھٹکھٹے کی رائیں سب سے اچھی سمجھی گئیں انھیں انعام بھیج دیا جائے گا

جامعہ نگر اوکھلا میں بچوں کی ورزش اور کھیل کود کا بہت اچھا انتظام ہے۔ پچھلے مہینے یہاں ورزش اور کھیلوں کا انعامی مقابلہ ہوا تھا۔ بہت سے بچوں نے اس مقابلے میں حصہ لیا اور انعام حاصل کیا۔

اس سال جامعہ ابتدائی اور ثانوی (قرول باغ) کے بچوں نے یہ طے کیا کہ ہر سال دہلی کے اسکولوں کے بچوں میں ہاکی کھیلنے کا مقابلہ کیا جائے جامعہ انصاری شیلڈ کے نام سے ایک شیلڈ بھی تیار کیا گیا۔ یہ ہر سال جیتنے والی ٹیم کو دیا جائے گا پچھلے مہینے یہ مقابلہ ہوا تھا۔ کئی اسکولوں کی ٹیمیں اس میں شریک ہوئیں۔ آخری کامیابی جامعہ کی ٹیم کو ہوئی۔

جامعہ میں قومی ہفتہ ہر سال نہایت اہتمام سے منایا جاتا ہے۔ اس سال بھی استادوں اور طالب علموں میں بہت جوش تھا۔ بارہ اپریل کو شیخ الجامعہ کی صدارت میں ایک جلسہ ہوا۔ اس میں طالب علموں نے موقع کے مناسب اچھے اچھے مضمون پڑھے اور بچوں نے نظمیں سنائیں ۱۳ اپریل کو استادوں اور لڑکوں نے اپنے کمروں اور بورڈنگوں کی ساری صفائی اپنے ہاتھ سے کی۔ کھانا بھی خود ہی پکایا۔ اور سب نے ساتھ مل کر کھایا۔

آسٹریا

از م ۔ ع ۔ ح

تم نے شاید یہ خبر سنی ہوگی کہ چند دن ہوئے جرمنی نے آسٹریا پر قبضہ کر لیا۔ آسٹریا یورپ کا ایک مشہور ملک ہے۔ اس مضمون کے ساتھ یورپ کا ایک نقشہ بھی ہے اس میں جرمنی اور آسٹریا دونوں دیکھ لو۔

اب سے کوئی ۲۳ - ۲۴ برس پہلے یورپ میں ایک زبردست لڑائی ہوئی۔ دنیا کے سب بڑے بڑے ملک اس میں شریک تھے۔ ایک طرف جرمنی۔ آسٹریا ہنگری اور ترکی تھے۔ دوسری طرف برطانیہ، روس فرانس، اٹلی، جاپان، امریکہ وغیرہ۔ یہ لڑائی آسٹریا ہنگری ہی سے شروع ہوئی تھی اس کے پڑوس میں ایک ملک تھا سردیا۔ آسٹریا ہنگری کا شہزادہ سردیا کی سرحد پر گیا تھا کہ وہاں مارا گیا۔ بس ان دونوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ اور لڑائی چھڑتے ہی دوسرے ملک بھی اس میں کود پڑے۔ یہ قصہ بہت لمبا ہے اسے تو یہیں چھوڑو اور آسٹریا پر جرمنی کے قبضے کا حال سنو

جب یہ لڑائی ختم ہوئی تو سب ملکوں نے مل کر آسٹریا ہنگری کے چار ٹکڑے کر دئے یعنی ایک ملک کے چار ملک بن گئے۔ اُن کے نام یہ ہیں :-

آسٹریا۔ ہنگری۔ زیکوسلوویکیہ۔ یوگوسلاویہ

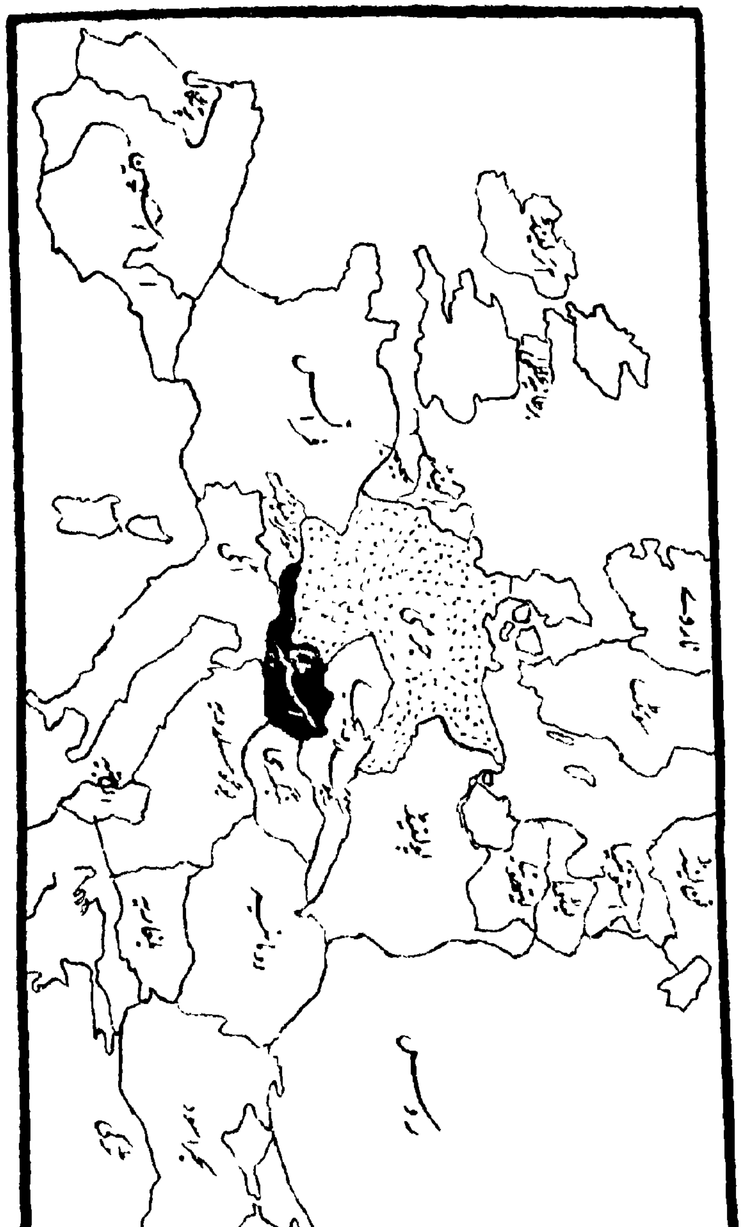
اس طرح پرانے بادشاہ اور اُس کے خاندان کو تخت سے اتار دیا گیا۔ اور چاروں ملکوں کی علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم ہوگئیں۔ اس کی طاقت چار حصوں میں بٹ جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاروں ملک کمزور ہوگئے۔

آسٹریا کا ملک کسی زمانے میں جرمنی کا ایک حصہ تھا۔ اب بھی اس میں دو تہائی جرمن قوم کے لوگ آباد ہیں۔ جو جرمن زبان بولتے ہیں۔ اُن کا رہنے سہنے کا طریقہ بھی بالکل جرمنوں کا سا ہے۔ گویا وہ بھی ایک طرح سے جرمن ہی ہیں۔ اس لئے جرمنی مدت سے چاہتا تھا کہ آسٹریا کو اپنے ملک میں ملالے۔ تمھیں شاید یہ معلوم نہ ہو کہ جرمنی کا ڈکٹیٹر[1] ہٹلر بھی دراصل آسٹریا ہی کا رہنے والا تھا۔ یہاں سے اُسے نکال دیا گیا تھا

ہاں تو جرمنی مدت سے آسٹریا پر قبضہ کرنا چاہتا لیکن کچھ تو وہ خود کمزور تھا۔ اس کی طاقت بڑی لڑائی کے بعد بالکل توڑ دی گئی تھی اور کچھ اسے دوسرے ملکوں

---

[1] پہلے زمانے میں بادشاہ جس طرح چاہتے تھے حکومت کرتے تھے کوئی انھیں روکنے ٹوکنے والا نہ تھا۔ اب جہاں کہیں بادشاہ ہیں۔ وہ اپنی پارلیمنٹ کے کہنے کے مطابق حکومت کرتے ہیں اس کے خلاف نہیں کرسکتے اور جہاں کہیں بادشاہ نہیں ہیں وہاں پارلیمنٹ کا صدر سب سے بڑا حاکم ہوتا ہے اگر کوئی صدر اپنی پارلیمنٹ کے حکم کا پابند نہ ہو یا پارلیمنٹ اس کی مٹھی میں ہو اور پرانے بادشاہوں کی طرح جیسے چاہے حکومت کرتا ہو تو اسے ڈکٹیٹر کہتے ہیں



نقشہ

کا ڈر تھا۔ خاص کر اٹلی سے اس کی لاگ ڈانٹ تھی آسٹریا کا ملک اٹلی اور جرمنی کے بیچ میں واقع ہے اس لئے اٹلی نہیں چاہتا تھا کہ اس پر جرمنی کا قبضہ ہو جائے۔

اٹلی میں بھی ڈکٹیٹر کا راج ہے۔ اس کا نام موسولینی ہے۔ موسولینی اور ہٹلر دونوں ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔ ہٹلر نے سب سے پہلے موسولینی سے دوستی کی۔ دوستی ہو جانے کے بعد موسولینی کو ہٹلر سے کوئی کھٹکا نہ رہا اور آسٹریا پر قبضہ کرنے کے لئے ہٹلر کا راستہ صاف ہو گیا ادھر سے بے فکر ہونے کے بعد ہٹلر نے آسٹریا کے جرمن قوم کے باشندوں کو اُکسایا اور اُن لوگوں نے شور مچانا شروع کیا کہ آسٹریا کو جرمنی کے ساتھ ملا دیا جائے اس وقت آسٹریا کا وزیر اعظم ڈاکٹر شسنگ تھا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ سارے ملک سے اس مسئلے میں رائے لی جائے اور جو کچھ ملک والے طے کریں وہی کیا جائے اس سلسلے میں اس نے یہ حکم دیا کہ ۲۴ برس سے کم عمر والوں سے رائے لی جائے اور رائے لینے کے لئے ۱۰ر مارچ ۳۸ء کی تاریخ بھی مقرر کر دی جو لوگ آسٹریا کو جرمنی میں ملا دینے کے حق میں تھے اُن میں نوجوانوں کی کثرت تھی اس لئے عمر کی قید لگا دینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن لوگوں کی تعداد بہت کم ہو گئی اور یہ اندیشہ ہو گیا کہ ڈاکٹر شسنگ کی موجودگی میں کہیں آسٹریا والے جرمنی کے خلاف رائے نہ دیں اس لئے ہٹلر نے سوچا کہ اگر آسٹریا والوں کا یہ فیصلہ ہو گیا کہ ہم جرمنی سے نہیں ملنا چاہتے تو پھر جرمنی ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول ڈال کر کس طرح قبضہ کر سکے گا۔ گویا اس کے دل کی دل ہی میں رہ جائے گی۔

اب ہم یہ بیان کرنے سے پہلے کہ ہٹلر نے کیا کیا چند باتیں اور سمجھا دینا چاہتے ہیں یہ تو تمھیں ہم بتا چکے ہیں کہ آسٹریا ہنگری کے چار ٹکڑے ہو جانے سے آسٹریا بہت کم زور رہ گیا تھا ایک طرف وہ تو کم زور تھا اور دوسری طرف جرمنی نے اپنی کھوئی ہوئی طاقت پھر حاصل کر لی تھی۔ رفتہ رفتہ فوج، ہوائی جہاز ہتھیار وغیرہ سے وہ پوری طرح لیس ہو گیا تھا

ہٹلر بہت ہی موقع شناس آدمی ہے۔ یعنی وہ یہ بات اچھی طرح جان لیتا ہے کہ کس کام کے کرنے کے لئے کون سا وقت مناسب ہے۔ اس وقت جب ڈاکٹر شسنگ آسٹریا والوں کی رائے لینے والا تھا یورپ کے دوسرے ملکوں میں بہت گڑبڑ پھیلی ہوئی تھی انگلستان کے ایک وزیر نے اپنے وزیر اعظم سے خفا ہو کر استعفیٰ دے دیا تھا اس لئے وہاں بہت کھلبلی مچی تھی۔ فرانس کے سارے کے سارے وزیر ایک معاملے میں استعفیٰ دے چکے تھے۔ وہاں بھی ہلچل تھی روس کا ایک شخص ٹروٹسکی وہاں کے ڈکٹیٹر اسٹالین کا سخت مخالف تھا۔ اسٹالین نے ٹراٹسکی کو ملک سے نکال دیا تھا اور اس کی پارٹی کے بڑے بڑے آدمیوں کو گرفتار کر کے اُن کے خلاف بغاوت کا بہت بڑا مقدمہ چلایا تھا۔ اس مقدمے میں بہتوں کو پھانسی کی سزائیں ہوئی تھیں جس سے سارے ملک میں سنسنی پھیل گئی تھی۔ اسپین میں باغیوں نے پہلے ہی سے سر اُٹھا رکھا تھا اور وہاں مدت سے لڑائی چھڑی

ہوئی تھی۔ اٹلی سے اول تو جرمنی کی دوستی ہوگئی تھی دوسرے جب اٹلی نے حبش پر چڑھائی کی تھی تو جرمنی نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ تیسرے حبش کی لڑائی لڑنے کی وجہ سے اٹلی آدمیوں اور روپے کی طرف سے کمزور ہوگیا تھا اور کسی دوسری لڑائی میں نہیں کود سکتا تھا۔

بس ہٹلر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور یہ طے کرلیا کہ فوراً آسٹریا پر قبضہ کرلینا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے ڈاکٹر شُشنِگ کو حکم دیا کہ ملک سے رائے لینے کا کام ملتوی کردو۔ شُشنِگ بےچارا جرمنی کی طاقت سے ڈرتا تھا اور اس کے منصوبوں کو بھی جانتا تھا اس نے فوراً یہ بات مان لی۔ اس کے بعد ہٹلر نے دوسرا حکم یہ دیا کہ شُشنِگ تین گھنٹے کے اندر اندر استعفےٰ دے دے اور وزارت کا کام ڈاکٹر سیاس کو (جو آسٹریا کے جرمن باشندوں کا لیڈر تھا) سونپ دے۔ اس کے ساتھ ہٹلر نے یہ ترکیب چلی کہ اپنی فوجیں آسٹریا کی سرحد کے کنارے کنارے لگا دیں اور اپنے ہوائی جہاز آسٹریا میں بھیج دیے جو آسٹریا کی راج دھانی وائنا کے آسمان پر منڈلانے لگے۔ شُشنِگ نے جب یہ دیکھا کہ خون خرابہ ہونے والا ہے تو اس نے چپ چاپ استعفےٰ دے کر آسٹریا کا سارا انتظام ڈاکٹر سیاس کے سپرد کر دیا۔ ڈاکٹر سیاس نے وزارت کا قلم دان سنبھالتے ہی ہٹلر کو درخواست بھیجی کہ ملک میں بلوا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے اپنی فوجیں میری مدد کو بھیج دیجئے۔ جرمنی کی وہ فوجیں جو سرحد پر اسی انتظار میں کھڑی تھیں۔ آن کی آن میں وائنا میں آدھمکیں۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہا اور آسٹریا پر جرمنی کا قبضہ ہوگیا۔

اس کے بعد ڈاکٹر سیاس کی دعوت پر ہٹلر بھی وہاں پہنچ گیا۔ یعنی جس ملک سے وہ بھوکا پیاسا ننگے پاؤں۔ ننگے سر فقیروں کی طرح نکالا گیا تھا اسی میں بادشاہ کی حیثیت سے داخل ہوا۔

اب ذرا دیکھو کہ جرمنی آسٹریا پر قبضہ کر لینے کے بعد آسٹریا والوں سے رائے لینے والا ہے کہ آیا آسٹریا کو جرمنی میں ملایا جائے یا نہیں:

تیتر کے بچّے

جہاں آرا بیگم چودھری۔ کلکتہ

(ترجمہ از سید محمد شمیم صاحب جامعی)

یہ قصہ اس زمانے کا ہے جب تاج محل کی بنیاد بھی نہ پڑی تھی۔ شاہ جہاں بادشاہ آگرے کے شاہی قلعے میں رہتے تھے۔ قلعے کے اندر محلوں میں بیگمات رہتی تھیں شاہزادے اور شہزادیاں رہتی تھیں، سکھیاں اور باندیاں رہتی تھیں۔ اور ان لوگوں کے ہنسی مذاق اور گانے بجانے سے قلعے کے اندر چاروں طرف چہل پہل رہتی تھی۔

سہ پہر ختم ہو رہی تھی۔ قلعے کے باہر روشن چوکی کی خوش گوار آواز آرہی تھی۔ شاہزادی جہاں آرا اور روشن آرا استاد کے پاس بیٹھی فارسی پڑھ رہی تھیں۔ جہاں آرا کی طبیعت تو پڑھنے میں بہت لگتی تھی پر روشن آرا چنچل تھی۔ اس کے لئے مسلسل کچھ دیر تک ایک ہی جگہ بیٹھے رہنا مشکل تھا۔ مولوی صاحب پڑھاتے پڑھاتے اونگھ رہے تھے۔ روشن آرا نے جیسے ہی اُن کی آنکھیں بند ہوتے دیکھیں بھاگ کھڑی ہوئی اور پانچ محل پار ہو کر مچھلی محل پہنچ گئی۔ وہاں شیشے جیسے شفاف نیلے پانی میں سُرخ، سبز، زرد اور بہت خوب صورت خوب صورت رنگوں کی دل لبھانے والی مچھلیاں تھیں۔ کھانا کھاتے وقت شاہزادی نے ریشمی پائجامہ کے کمر بند میں ایک روٹی چپکے سے رکھ لی تھی۔ اس وقت اسی کے ننھے ننھے ٹکڑے بنا کر مچھلیوں کو کھلانے لگی۔

روشن آرا کو کھلونے، پالکی، ڈولی، گڈا گڑیا کے کھیل بھی پسند تھے۔ لیکن ان سبھوں سے زیادہ اسے دلچسپی تھی۔ گلہری کے پیچھے دوڑنے سے باغ میں تتلیاں پکڑنے سے چڑیوں کے ساتھ شور مچانے سے اور اُن کو پکڑنے کی کوشش کرنے سے۔ ان باتوں سے اس کو بہت خوشی ہوتی تھی۔ ان کھیلوں میں اس کی سہیلی لمبی چوٹی والی ستارا تھی یہ ایک ایرانی باندی کی لڑکی تھی۔

روشن آرا مچھلیوں سے کھیل رہی تھی کہ ستارا دوڑی دوڑی آئی اور خبر دی کہ قلعے کے اندر بیگم سلطانہ کی جو چھوٹی موتی مسجد ہے اس کے پیچھے ایک انار کے درخت کے نیچے ایک تیتر نے انڈے دئے تھے۔ ایک انڈے سے بچہ بھی نکلا تھا۔ اس بچے کو کسی نے مار بھی ڈالا۔

شاہزادی نے کہا " ہا ہا!! کس نے مار ڈالا ہے "

ستارا نے کہا " کیا جانیں شاہزادی، بلی یا نیولے نے مارا ہوگا۔ آج ایک نیولے کو باغ میں دیکھا تھا " " تو چلو انڈوں کو وہاں سے ہٹا دیں۔ ورنہ نیولا سب کو کھا جائے گا "

جھاڑی میں پانچ انڈے ملے۔ لیکن ان انڈوں کو دوپٹہ میں رکھ کر سب کی نظریں بچا کر چلنا آسان

کام نہ تھا، روشن آرا کو بہت فکر ہوا۔ انڈے شاہزادی کے ہاتھ میں گرم اور بھاری معلوم ہوتے تھے زندہ بچوں کی ہلکی ہلکی حرکت بھی چھلکوں کے باہر معلوم ہوتی تھی۔ شاہزادی خوشی سے اچھل پڑی "اری ستارا دیکھ! ان میں بھی بچے ہیں۔ دیکھ یہ ہل رہے ہیں"

ستارا نے کہا "شاہزادی! لائیے ان انڈوں کو پیٹ سے لگا کر اس پایے کے پیچھے آنکھیں موند کر سو رہتے ہیں۔ آپ جلدی کوئی جگہ ٹھیک کرائیے۔ اِن انڈوں کو کسی پٹارے میں گرم رکھنا ہوگا۔ ورنہ بچے نہیں نکلیں گے"

ستارا کو یہ باتیں شاہزادی سے زیادہ معلوم تھیں شاہزادی ایک پٹارے کی تلاش میں چلی۔ لیکن اس وقت تمام محلوں میں بیگمات چوٹی باندھنے اور سنورنے میں مشغول تھیں کہیں کھی کیا چپکے چپکے جانا ممکن نہ تھا

مسلمان بادشاہ اس زمانے میں ہندو رانیوں سے شادی کرتے تھے۔ روشن آرا کی دادی جودھ بائی بھی ہندو رانی تھی۔ وہ روشن آرا کو بہت پیار کرتی تھی۔ اس کی سب کی خواہشیں پوری کرتی تھی پر یہ تیتر کے انڈے ان کے پاس کیسے لے جاتی! یہ تو ناممکن تھا۔

جب کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی تو شاہزادی نہایت مغموم واپس جانے لگی۔ اسی وقت اس نے دیکھا کہ بادشاہ شام کے غسل کے لئے شیش محل جا رہے ہیں۔ فوراً روشن آرا کو ایک بات سوجھی۔ ستارا کو لے کر جو ہی محل میں بادشاہ کے خاص لباس کے کمرے میں پہنچی۔ وہاں ایک طرف بادشاہ کا لباس رکھنے کے لئے ایک صندوق رکھا تھا۔ صندوق صندل کی لکڑی کا تھا اور اس پر سونے کے پتروں سے پھول پتیاں بنی ہوئی تھیں۔ دونوں نے بڑی محنت سے صندوق کے ڈھکنے کو کھولا۔ اس میں سے ایک ایک کرکے ریشم، کمخواب کارچوبی اور زری کے کام کئے ہوئے کپڑوں کو ایک طرف کرکے اور اس میں سے ایک بہت قیمتی اونی شال کو کھینچ تان کر چڑیوں کے لئے ایک گدا بنایا اور اس پر نہایت احتیاط سے انڈوں کو رکھ دیا۔ پھر صندوق کو بند کرکے باہر چلی آئیں۔

رات کے وقت روشن آرا کو نیند نہ آتی تھی۔ ایک سہانی بے قراری سی تھی۔ بس ادھر اُدھر کروٹ بدل رہی تھی ستارا بھی قریب ہی سوئی ہوئی صبح کا انتظار کر رہی تھی۔ آخر بہت دیر کے بعد دونوں کو نیند آئی۔

علی الصباح موتی مسجد کے موذن کی آواز سے ستارا کی نیند ٹوٹ گئی۔ رات کی تاریکی بھی اچھی طرح غائب نہیں ہوئی تھی۔ جمنا کے کنارے شیشم کے درختوں پر سبز پتوں کے اندر چڑیوں نے ذرا ذرا چہچہانا شروع کیا تھا۔ اسی وقت ستارا نے شاہزادی کے پاؤں پکڑ کر اس کو جگایا اور چپکے چپکے کہا "شہزادی اُٹھو۔ چلو دیکھیں۔ بچے اب نکل آئے ہوں گے"

روشن آرا جلدی سے اُٹھ بیٹھی اور کہا "لیکن جائے گی کیسے؟ بادشاہ تو ابھی سوئے ہوں گے؟ اور اس کمرے میں جانے کا راستہ تو اُن کے سونے کے کمرے سے ہو کر گیا ہے"

"یہی تو جانے کا وقت ہے۔ چلو چپکے چپکے پنجوں کے بل چلیں۔ بادشاہ اُٹھ جائیں گے تو کیسے جاؤ گی؟ پھر وہاں بہت سے لوگ پہنچ جائیں گے" ستارا نے کہا۔

دونوں لڑکیاں بہت ہوشیاری سے کمرے سے

نکل کر چپکے چپکے جوہی محل پہنچیں۔ بادشاہ کے خواب گاہ کا حبشی پہرہ دار ننگی تلوار رکھے دیوار سے پیٹھ لگائے سو رہا تھا۔ بڑی ہوشیاری سے کمرے میں جاکر دونوں لڑکیاں صندوق سے کان لگاکر سننے لگیں ایسا معلوم ہوا جیسے اندر چین چیں کی آواز آرہی ہو۔ جیسے بچے نکل آئے ہوں پھر کیا تھا۔ دونوں نے پوری طاقت لگاکر کسی طرح ڈھکنے کو اٹھایا۔ لیکن ٹھیک اسی وقت بادشاہ نے کروٹ بدلی یہ دونوں سمجھیں بادشاہ جاگ اٹھے۔ جھپاک سے ڈھکنے کو چھوڑ جان سے کر بھاگیں۔ اور سیدھے اپنے کمرے میں آکر دھپ سے اپنے اپنے بستروں پر سو رہیں۔ اس وقت اُن کے سینے میں دل اس طرح دھک دھک کر رہا تھا جیسے ہتوڑا چل رہا ہو۔ ادھر ڈھکنے کی آواز سے بادشاہ کی نیند ٹوٹ گئی۔ فوراً صندوق کے پاس آئے اور اٹھاکر دیکھا۔ انھیں یقین نہ آتا تھا کہ وہ جاگ رہے ہیں یا خواب دیکھ رہے ہیں انھوں نے آنکھیں مل کر پھر دیکھا۔ خواب نہیں تھا بلکہ سچ مچ ان کی کشمیری قیمتی شال پر چند ننھے ننھے تیتر کے بچے شاید بھوک سے چلا رہے تھے :۔

چیں۔چیں۔چیں ——— چک۔ چک۔ چک



کانسٹبل : کیا تم گھبراتے ہو؟۔
جی نہیں۔ وہ زمانہ یاد آتا ہے کہ میں اس کمرے میں اپنے باپ کے ساتھ ایک ہفتے تک رہا تھا۔

معین الدین احمد انصاری

چین کی کہانی

ازمحمود علی خاں صاحب جامعی

دوسرا باب

لے سیا خاندان

شن بادشاہ کے بعد اس کا وزیر یو تخت پر بیٹھا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ بادشاہ شن نے طوفان کے پانی سے نشیب کی زمینوں کو بچانے کا کام اس کے سپرد کیا تھا۔ اس سے ایک ہی دن پہلے اس کی شادی ہوئی تھی۔ لیکن اس نے اپنی نئی دلہن کی ذرا پروا نہ کی اور اپنے فرض کو پورا کرنے کے لئے گھر سے روانہ ہوگیا۔ اس نے ملک کو نو صوبوں میں تقسیم کیا۔ پہاڑوں اور دریاؤں سے اُن کی حدیں قائم کیں۔ پھر پہاڑوں سے لکڑی لایا۔ اور بند۔ پل اور کشتیاں بنوائیں۔ نہروں کو چوڑا اور گہرا کیا۔ دلدل کے پانی کو چھوٹے چھوٹے نالوں میں نکالا۔ نالوں کو لے جاکر ندیوں میں گرایا۔ غرض آٹھ برس میں یہ کام پورا کیا۔ اس درمیان میں اسے تین مرتبہ اپنے گھر کے سامنے سے نکلنے کا اتفاق ہوا۔ اس نے اپنی بیوی کی آواز اور دودھ پیتے بچے کی آغوں آغوں سنی لیکن اندر نہ گیا اور اندھادھند اپنے کام میں لگا رہا۔ چینیوں کا کہنا ہے کہ اگر یہ کام نہ ہوا ہوتا تو اب تک تو سارے ملک میں انسانوں کی جگہ مچھلیاں ہوتیں۔ جب یہ کام پورا ہوگیا تو وہ بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بادشاہ اُس کے کام سے بہت خوش ہوا۔

HSIA لے

اور اُسے اپنا وزیر مقرر کردیا جب شن بوڑھا ہوا تو اس نے سلطنت کا سب کاروبار اپنے بیٹے کے بجائے اپنے وزیر یو کے سپرد کردیا۔ پھر جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو اُس کی جگہ یو چین کا بادشاہ ہوگیا۔

یو بھی بہت اچھا بادشاہ تھا ہر وقت اپنی رعایا کی بھلائی کا خیال رکھتا تھا۔ ایک دفعہ کھانا کھاتے میں دس مرتبہ فریادی اس کے پاس آئے اس نے اُن سے یہ نہیں کہا کہ "ٹھہو میں کھانا کھاکر ملوں گا"۔ بلکہ دس مرتبہ کھانے سے اُٹھ کر گیا اور سب کی داد فریاد سُنی۔ اسی طرح ایک مرتبہ نہاتے سے وہ تین مرتبہ لوگوں کی فریاد سننے باہر آیا۔

اس کے زمانے میں ایک شخص نے شراب ایجاد کی۔ یو نے اُسے چکھ کر دیکھا کہ یہ نشہ کرتی ہے فوراً ایجاد کرنے والے کو شہر بدر کردیا اور حکم دے دیا کہ کوئی شخص نشہ کرنے والی شراب نہ پیئے۔ بیلوں کی گاڑی تو بہت پہلے ایجاد ہوچکی تھی۔ یو کے زمانے میں ایک شخص نے گھوڑوں کو اس میں جوتنے کے لئے سدھایا یعنی یکے تانگے رائج ہوگئے۔

یو بادشاہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ۲۲۰۴ برس پہلے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس نے ۸ برس سلطنت کی۔ اس سے پہلے وہ ۱۸ برس تک شن کی زندگی میں حکومت

کرتا رہا تھا۔ یو کے بعد بادشاہت اسی کے خاندان میں رہی۔ یہ سیا خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ اس خاندان نے ۴۴۰ برس چین پر حکومت کی اور اس میں کل سترہ (۱۷) بادشاہ گذرے

آخری بادشاہ کا نام کی کوئی تھا۔ یہ بہت ہی خراب بادشاہ تھا۔ اسی لئے اس کے بعد بادشاہت دوسرے خاندان میں چلی گئی یعنی یو نے جو عمارت بنائی تھی کی کوئی نے اُسے ڈھا دیا۔

کی کوئی بہت طاقت ور تھا۔ وہ لوہے کے کڑوں کو سیدھا کر دیتا تھا اور سلاخ کو بل دے کر رسی کی طرح بٹ دیتا تھا۔ لیکن جتنا وہ طاقت ور تھا اتنا ہی ظالم بھی تھا۔ اس لئے لوگ اس سے ڈرتے تھے۔ کوئی اس کی طرف انگلی نہ اُٹھا سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عیش وعشرت میں پڑ گیا۔

کی کوئی کی بیوی بہت خوب صورت اور مغرور تھی۔ اس کو خوش کرنے کے لئے بادشاہ نے رعایا پر بھاری بھاری ٹیکس لگا کر دولت جمع کی اور اس کے رہنے کے لئے مونگے کا ایک محل بنوایا۔ جس میں ہاتھی دانت کے کمرے اور جواہرات کے کٹہرے تھے۔ اور اس کے سونے کے لئے فیروزے کی مسہری بنوائی۔ غرض وہ دن رات عیش وعشرت میں ڈوبا رہتا تھا۔ رعایا کی بھلائی کی ذرا پروا نہ کرتا تھا۔ اور جو کوئی ان برائیوں پر اُسے ٹوکتا تھا وہ اسے قتل کرا دیتا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا غریب ہوتی گئی۔ ملک کا انتظام خراب ہوگیا اور لوگ ظلم سے عاجز آکر چیخ اُٹھے ٹھیک اس وقت سانگ ریاست کا سردار طانگ اُٹھا اور کی کوئی کو شکست دے کر جنگلوں کی طرف بھگا دیا اور خود بادشاہ بن گیا

گویا حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ۱۷۶۶ برس پہلے سیا خاندان کا خاتمہ ہوگیا اور شانگ خاندان کا دور دورہ شروع ہوا۔

تیسرا باب

شانگ خاندان

حضرت عیسیٰ کی پیدائش سے ۱۷۶۶ برس پہلے شانگ ریاست کے سردار طانگ نے سیا خاندان کے آخری بادشاہ کی کوئی کو بھگا دیا۔ اور خود چین کے تخت پر بیٹھا

طانگ بہت اچھا بادشاہ تھا اور اس نے بہت نیک نامی کے ساتھ ملک پر حکومت کی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اس کے زمانے میں چین میں بہت دنوں تک مینھ نہیں برسا۔ اور سخت قحط پڑ گیا۔ لوگ بہت پریشان تھے۔ بادشاہ نے جب رعایا کی یہ مصیبت دیکھی تو ایک دن جنگل میں جا کر سجدے میں گر پڑا۔ اپنے گناہوں کا اقرار کیا اور رو رو کر بارش کی دعا مانگی۔ ابھی اس نے سجدے سے سر نہ اُٹھایا تھا کہ اللہ کی رحمت جوش پر آئی اور اس زور کی بارش ہوئی کہ جل تھل ایک ہوگیا۔

طانگ کے بعد بادشاہت اسی کے خاندان میں رہی جو شانگ خاندان کے نام سے مشہور ہے اس خاندان نے کوئی ۶۵۰ برس حکومت کی اور اس میں کل ۲۸ بادشاہ گذرے

اس خاندان کا دوسرا بادشاہ طائی کیا ہوا ہے خود اس کے طور طریقے کچھ خراب تھے۔ لیکن اس کا وزیر

بہت عقل مند تھا۔ اس نے طائی کیا کو طانگ بادشاہ کے مقبرے میں نظر بند کر دیا۔ تاکہ وہ وہاں اپنے گناہوں سے توبہ کرے اور اپنی عادتیں ٹھیک کر لے۔ تین برس کے بعد جب بادشاہ کی حالت سدھر گئی تو اسے واپس لا کر تاج و تخت پھر اس کے سپرد کر دیا۔

شانگ خاندان کا آخری بادشاہ چوسن ہوا ہے۔ یہ بھی سیا خاندان کے آخری بادشاہ کی لوئی کی طرح بہت طاقت ور، ظالم اور بدچلن تھا اور اس کی بیوی بھی بہت خوب صورت تھی۔ اس کی طاقت کا یہ حال تھا کہ وہ جنگلی درندوں کو ہاتھوں سے زندہ پکڑ کر چیر دیتا تھا۔ اسی لئے لوگ اس سے ڈرتے تھے اور اس کی خوشامد میں لگے رہتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اور بگڑ گیا۔

چوسن نے بھی اپنی ملکہ کے لئے رعایا کی دولت سے ایک بہت بڑا محل بنوایا جو بہت لمبا، چوڑا اور اونچا تھا۔ اور اس کے کمروں اور دروازوں میں جواہرات جڑے تھے ملکہ کے کہنے سے اس نے اپنے مخالفوں کے لئے نئی نئی سزائیں نکالیں۔ مثلاً وہ ملزم کو جلتی آگ میں ڈال دیتا تھا کہ اگر بے قصور ہے تو آگ اس پر اثر نہ کرے گی اور اگر قصوروار ہے تو جل مرے گا۔ یا مثلاً ایک گڑھے میں آگ جلائی جاتی تھی۔ اس پر آر پار ایک موٹا سا لوہے کا نلکا رکھا جاتا تھا اور اس نلکے کو تیل سے چکنا کر دیا جاتا تھا۔ پھر ملزم سے کہا جاتا تھا کہ اس نلکے پر سے گذرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ وہ بے چارا پھسل کر آگ میں گر جاتا تھا، یا مثلاً لوہے کی سلاخوں کی ایک جالی بنائی جاتی تھی۔ اس کے نیچے آگ جلا کر سلاخوں کو سرخ کر دیا جاتا تھا۔ اور ان پر ملزم کو کباب کی طرح بھون دیا جاتا تھا۔ اس طرح کی سزا غدر کے بعد ہندوستان میں بھی باغیوں کو دی گئی تھی۔

اسی زمانے میں چین میں چاؤ نام کی ایک ریاست تھی۔ اس کا سردار وانگ بہت اچھی طرح حکومت کرتا تھا اور لوگ اس سے بہت خوش تھے جب چین کے بادشاہ چوسن کا ظلم اور بدچلنی حد سے بڑھ گئی تو ساری رعایا وانگ کی طرف ہو گئی۔ وانگ نے چوسن بادشاہ سے جنگ کی اور اسے ہرا دیا جب بادشاہ ہار گیا تو اس نے اپنے تمام جواہرات اور موتی وغیرہ پہنے اور خود جلتی آگ میں کود کر مر گیا اس کے بعد اس کی ظالم ملکہ گرفتار ہوئی اور اسے قتل کر دیا گیا اور چاؤ ریاست کا سردار وانگ ملک چین کا بادشاہ ہو گیا۔ گویا حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے ۱۱۲۲ برس پہلے شانگ خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ اور چاؤ خاندان کا راج شروع ہوا۔

چوسن بادشاہ کا ایک وزیر کی سے تھا اپنے بادشاہ کے خاتمے کے بعد اس نے چاؤ خاندان کی ماتحتی میں رہنا پسند نہ کیا۔ اس لئے وانگ بادشاہ نے اسے کوریا کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔ اور وہ پانچ ہزار آدمیوں کے ساتھ وہاں چلا گیا۔ جب ہی سے کوریا کا پتہ چلا ہے

(باقی آئندہ)

بھوت

منور حسین حیدرآباد دکن

پیام بھائیوں نے بھوت کے متعلق بہت سے قصے پڑھے اور سُنے ہوں گے آج میں بھی ایک دلچسپ قصہ سناتا ہوں :

گرمیوں کی چھٹیاں تھیں اور میں گھر پر بالکل بیکار رہتا تھا۔ دن بھر تو اس شدت کی گرمی پڑتی کہ گھر سے نکلنا مشکل ہوتا البتہ شام کے وقت موسم کچھ خوش گوار ہو جاتا تھا۔ ہمارے مکان سے ایک میل کے فاصلے پر ایک چھوٹا سا دریا بہتا ہے۔ یہاں کے مناظر بہت دلفریب ہیں میں اکثر شام کو اسی دریا کے کنارے جا بیٹھتا تھا اور مضمون لکھنے کی مشق کیا کرتا تھا

ایک دن میں حسب معمول دریا پر گیا مجھے ایک دلچسپ مضمون مکمل کرنا تھا۔ میں اپنے خیالات میں اس قدر ڈوبا ہوا تھا کہ نہ معلوم کتنی دیر تک وہاں بیٹھا رہا جب ہوش آیا تو چاروں طرف اندھیرا گھپ تھا۔ اب مجھے اپنی تنہائی کا افسوس ہوا۔ اور جلدی جلدی سائیکل اُٹھا کر گھر کی طرف لوٹا۔ ابھی آدھا رستہ بھی طے نہ کرنے پایا تھا کہ میری سائیکل ایک دم ۳، ۴ فٹ اچھلی اور پھر سائیکل اوپر اور میں نیچے۔

اس وقت خوف اور ہیبت سے جسم کا رواں رواں کانپ رہا تھا اور دل میں ڈراؤنے ڈراؤنے خیالات آ رہے تھے دہشت سے بُرا حال۔

"بھوت"! "جن"!!

بہت دیر تک آنکھیں بند کئے پڑا رہا — آخرکار بڑی مشکل سے اپنے حواس ٹھیک کئے اور ہمت کر کے آنکھیں کھولیں۔

"یا میرے اللہ" دو لال لال چمکتے ہوئے دیدے "

اب تو مجھے کامل یقین ہو گیا کہ یہ ضرور کوئی بھوت ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میرے ہوش پھر غائب ہو گئے ——— معلوم نہیں کب تک میں اسی حالت میں پڑا رہا

جب آنکھ کھلی تو چاند نکل آیا تھا۔

اور میرے پاس ہی ایک بیل پڑا سو رہا تھا - اب مجھے حقیقت معلوم ہوئی

ہوا یہ کہ بیچ راستے میں یہ غریب بیل سو گیا تھا - میں اندھیرے میں تیزی سے باہر آیا - سائیکل بیل کے اوپر سے گذری اور میں گر پڑا - بے چارا بیل ہڑبڑا کے اُٹھ گیا - اور جب میں نے آنکھیں کھولیں تو اسی کی چمکتی ہوئی آنکھیں نظر آئیں -

خیر النسا کی گڑیا

(از سید محمد عظیم الدین حجازی کلکتہ مسلم ہائی اسکول -)

چھوٹی موٹی گڑیا میری　　ننھی ننھی گڑیا میری
کیسی پیاری میری گڑیا　　کیسی دلاری میری گڑیا
بال سنہرے اور رخسارے　　آہا کیسے پیارے پیارے
تن پہ لباس ہو دیکھو کیسا　　لال انگرکھا پیلا گھنگھرا
ابا اچھے کپڑے لائے　　اماں نے سی کر پہنائے
اللہ ماں کو اچھا رکھے　　ابا کو بھی زندہ رکھے
بیاہوں گی جب گڑیا اپنی　　اچھے اچھے کپڑے دوں گی

دعوت دوں گی میں رضیہ کو
آمنہ ، زینب اور زہرہ کو

مچھلی کا شکار

عبدالقادر صاحب اُستاد، جامعہ نگر۔ اوکھلا

کبھی مچھلی کا شکار بھی کھیلا ہے؟ بہت دلچسپ مشغلہ ہے۔ بھلا اس سے زیادہ تفریح اور کیا ہوگی کہ سمندر دریا یا تالاب کے کنارے چلے جاؤ دریا یا سمندر کی تازہ ہوا کھاؤ اور گھنٹوں مچھلی کے شکار کا لطف اُٹھاؤ۔

مچھلی کے شکار کا مہنگا یا سستا ہونا بہت کچھ شکاری پر موقوف ہے۔ سمندری مچھلی کے شکار کا سامان تو زیادہ سے زیادہ چار روپے میں آجاتا ہے۔ ایک ساٹھ گز لمبی ڈوری، چند کانٹے، ایک یا دو سیسے کے گولے۔ ایک مضبوط چاقو اور بس۔ چارا کئی قسم کا ہوسکتا ہے۔ لیکن اس کا انتخاب مچھیرے یا کشتی والے کے مشورے سے کرنا چاہیئے۔

اب تم کرو یہ کہ کانٹے ڈوریوں میں باندھ دو بہتر یہ ہے کہ پیتل کا ایک تار لے لو۔ اس میں دائیں بائیں اوپر نیچے آٹھ آٹھ انچ لمبے دو بازو لگاؤ۔ درمیانی تار کے نچلے سرے سے سیسے کا گولا باندھ دو۔ دونوں بازوؤں کے سروں پر دو ڈوریاں باندھو اور اُن میں کانٹے لگادو

اکثر لوگ سمجھتے ہیں کہ مچھلی خصوصاً سمندری مچھلی ہر چیز کھا لیتی ہے، یہ خیال غلط ہے۔ مچھلیاں بھی ہماری تمھاری طرح بعض چیزوں کو پسند اور بعض کو ناپسند کرتی ہیں۔ شکاری کو مختلف قسم کے چارے ساتھ لے جانے چاہئیں۔

کیکڑا، تازہ مچھلی کا ٹکڑا، کیچوا اور پنیر اکثر مقامات کے لئے موزوں ہیں۔ لیکن کشتی والے کے مشورے کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ شکارگاہ پر پہنچنے کے بعد، اگر تم اناڑی ہو تو کشتی والے سے چارا لگانے کا ڈھنگ معلوم کرلو کانٹے کو چارے میں پرو دینا ضروری ہے۔ اس طرح کہ اس کا کم سے کم حصہ ظاہر ہو۔

چارا لگا چکو تو ڈوری ڈھیلی چھوڑ دو یہاں تک کہ گولا تہ تک پہنچ جائے۔ اب ڈوری کو انگلیوں سے تھامے رہو۔ مچھلی پہلی بار چارے پر منہ مارے تو اس کا خیال رکھو ممکن ہے کہ چارا ضائع جائے اور تمھیں پتہ ہی نہ چلے کہ مچھلیاں کب اسے کھا گئیں۔ لیکن رفتہ رفتہ تم مچھلی کا ڈوری سے چھونا محسوس کرنے لگوگے اور جان جاؤگے کہ کب ذرا سے جھٹکے سے مچھلی کو پانی سے باہر کھینچ لینا چاہیئے۔ غرض مچھلی اس طرح پکڑی جاتی ہے۔ مگر اس سے کچھ زیادہ سیکھنے کی ضرورت ہے۔ تمھیں یہ بات ضرور معلوم ہونا چاہیئے کہ بہترین شکارگاہیں کہاں کہاں ہیں۔ اور اُن میں کس قسم کی مچھلیاں پائی جاتی ہیں اور وہ کس قسم کے چارے پسند کرتی ہیں۔ یہ باتیں صرف تجربے ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

ہاتھ کی ڈوری کے علاوہ تم لکڑی یا چھڑ بھی

استعمال کرسکتے ہو۔ بلکہ چھڑ سے کام لینا کئی اعتبار سے بہتر ہے۔ اس سے تمھارا ایک ہاتھ خالی رہ سکتا ہے۔ چھڑ کا انتخاب بہت احتیاط سے کرنا چاہیئے۔ ممکن ہو تو اپنے کسی دوست کو ساتھ لیتے جاؤ جو مختلف چھڑوں اور اُن کے استعمال سے واقف ہو۔

استعمال کے بعد چھڑ کو خوب تیل لگاکر رکھو زیتون کا تیل اس کے لئے بہت مفید ہے۔ ڈوریاں کئی قسم کی ہوتی ہیں اور ان کی موٹائی بھی مختلف ہوتی ہے۔ سب سے موٹی ڈوری (CONGER) مچھلی کے شکار کے لئے موزوں ہے۔ اس سے کم موٹی ڈوری سمندری مچھلی کے شکار کے لئے غالباً سب سے بہتر ہے۔ لیکن اگر پانی اُتھلا ہو تو پتلی ڈوری سے بھی کام لیا جاسکتا ہے۔

ڈوری کے نچلے سرے پر سیسے کے گولوں کی شکل میں جو وزن باندھا جاتا ہے اس کا کم یا زیادہ ہونا حالات پر موقوف ہے۔ گولا باندھنے کا مقصد یہ ہے کہ ڈوری ایک جگہ پر قائم رہے اور اسے جنبش نہ ہو۔ تو جب تک گولا بھاری نہ ہوگا ڈوری ہلتی رہے گی خصوصاً جب پانی کا بہاؤ تیز ہو۔ یہ گولا چند آنوں میں مل سکتا ہے۔ اس سے بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ شکار کے بعد ڈوریوں کو خوب سکھاکر چھڑی کے گرد لپیٹ لینا چاہیئے۔ ایسا کروگے تو ڈوریاں مدت تک چلیں گی۔

کھاری پانی کی مچھلی کی طرح دریائی مچھلیوں کے بھی خاص خاص مقام ہوتے ہیں اور اُن کی خاص مرغوب غذائیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا چارے کا انتخاب ہمیشہ توجہ سے کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر روہو مچھلی، گیہوں، روٹی اور جوار کا آٹا اور کیچوے پسند کرتی ہے۔ گیہوں چاول یا جوار کا چارا طیار کرنا ہو تو ان چیزوں میں سے کسی ایک کی تھوڑی سی مقدار پانی میں بھگودو۔ پھر اسے دھیمی آنچ پر کئی گھنٹے تک پکاتے رہو۔ گیہوں جتنی دیر تک پکتا رہے گا اتنا ہی اچھا ہوگا۔ اکثر لوگ آٹے کا چارا اس لئے استعمال نہیں کرتے کہ مچھلیاں اسے جلد کھا جاتی ہیں اور کانٹے والے چارے کو چھوتی تک نہیں۔ لیکن تھوڑے سے آٹے کا چارا ضروری ہے۔ اس سے بہت سی مچھلیاں اکٹھا ہو جاتی ہیں بھیگی ہوئی روئی کی چھوٹی چھوٹی گولیاں بنالو۔ یہ مچھلیوں کا من بھاتا کھاجا ہے۔ معمولی چارے تین چار قسم کے ہونے چاہئیں مچھلیاں بعض وقت ایک ہی قسم کے چارے پر جمع ہو جاتی ہیں۔ اس بات کا خیال رکھو کہ چارے والا کانٹا نیچے چارے والے کے قریب ہو اگر ان دونوں میں فاصلہ زیادہ ہوا تو مچھلیاں نیچے والے چارے کو فوراً نگل جائیں گی اور اوپر والے کانٹے کو چھوئیں گی بھی نہیں۔ صرف اتنی سی بے احتیاطی سے بعض وقت شکاری ناکام رہتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ نیچے والا چارا پانی کی تہ سے زیادہ سے زیادہ قریب ہو

اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دریا کا پانی سمندر کے پانی سے زیادہ صاف ہوتا ہے اور مچھلیاں دریا میں کانٹوں کو جلد دیکھ لیتی ہیں۔ اس لئے دریا پر جال کے ذریعے مچھلیاں پکڑی جائیں تو بہتر ہوگا۔ شکاری کو جہاں تک ممکن ہو اپنے ہتھکنڈے مچھلی کی نظروں سے اوجھل رکھنے چاہئیں دریائی شکار میں عموماً جال کے ساتھ تانت کی ڈوری استعمال ہوتی ہے۔ کانٹے چھوٹے چھوٹے اور مہین۔

ایک مچھلی جو کھانے کے لئے نہیں، بلکہ شکار کے

لئے اچھی ہی (CHUB) ہے۔ کبھی کبھی اس کا وزن ڈھائی تین سیر تک ہوتا ہی۔ لیکن اس قسم کی بڑی مچھلیاں کمیاب ہیں۔ عام طورسے اس مچھلی کا وزن ڈیڑھ سیر سے دو سیر تک ہوتا ہے۔ یہ مچھلی عموماً ایسے گڑھوں کے قریب پائی جاتی ہی، جن پر سایہ دار درخت ہوں، یا پھر اُن پلوں کے نیچے جن پر آمدرفت کم ہو۔ مکھی اس مچھلی کی مرغوب غذا ہی تازہ پانی میں مچھلی کا شکار کرتے وقت اپنا سایہ پانی پر مت ڈالو کیوں کہ مچھلیاں سایے سے بھاگتی ہیں۔ دریا کے اُس کنارے پر بیٹھو جو سورج کے مقابل ہو۔

گرمیوں میں دن کی تیز دھوپ سے بچنے کے لئے رات کو مچھلی کا شکار کیا جائے تو بہتر ہی۔ رات کا وقت خاموشی کا ہوتا ہی اور شکاری کو رات کے سکون میں کامیابی کا زیادہ موقع ہی۔ لیکن اس میں یہ آسانی اُن ہی شکاریوں کے لئے جو دریاؤں یا سمندروں کے کناروں پر رہتے ہیں۔

مچھلی کا شکار ایسا تفریحی کھیل ہی کہ اس میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ سیکھنے کی ضرورت ہی۔ یہ درست ہی کہ کبھی کبھی ایک اناڑی بھی خوش قسمتی سے کافی مچھلیاں پکڑ لیتا ہی۔ لیکن صحیح معنوں میں شکاری وہی ہی جو ان ہی باتوں پر بس نہ کرے جو اسے معلوم ہیں اُسے جگہ جگہ جانا چاہئے اور نئی نئی باتیں معلوم کرتے رہنا چاہئے۔ اپنے سے زیادہ تجربہ کار شکاریوں سے مبادلۂ خیالات کرنا چاہئے۔ اور اس بارے میں جہاں تک ممکن ہو اپنی واقفیت بڑھانا چاہئے۔ دو ایک بار کی ناکامی سے گھبرا کر مت۔ کوشش کئے جاؤ۔ ہمارے ملک کے تالاب، ندی، نالے، جھیلیں، دریا اور سمندر طرح طرح کی مچھلیوں سے مالا مال ہیں۔ شکار ضرور ملے گا۔ بس استقلال چاہیئے۔

میز پوش کا پھول

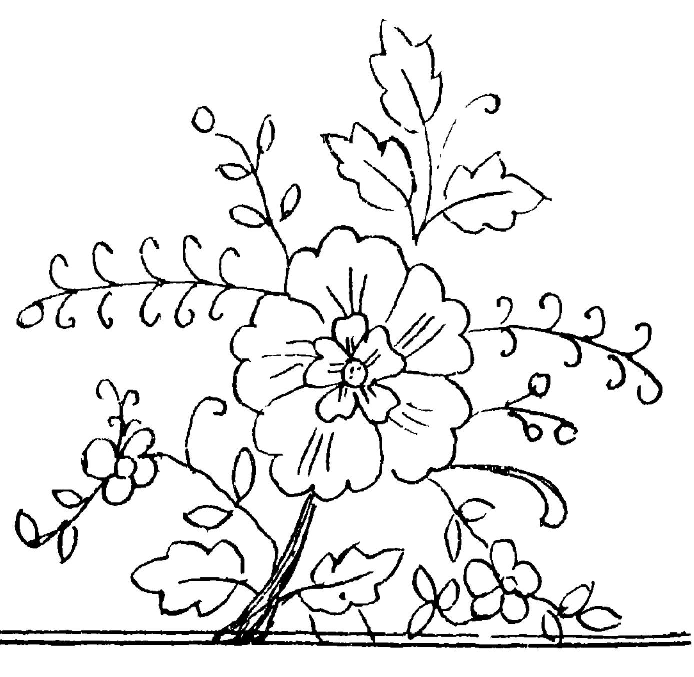
یہ پھول میز پوش کشتی پوش تکیے کے غلاف پر مناسب ہوگا۔

بڑا پھول - گلابی

چھوٹے پھول - فیروزی

پتے - سبز

زہرا خاتون



چترال

محمد شبلی خاں افغانی

مرا چترال وسطی ایشیا کی وہ ریاست ہی ۔۔۔ کہ جو سردی میں اک دوزخ ہی اور گرمی میں جنت ہی
یہاں ملتی ہے روس و چین اور افغان کی سرحد ۔۔۔ یہاں ملتی ہے کشمیر اور ہندوستان کی سرحد
یہ بائیس مارچ ہی پر برف باری اب بھی جاری ہی ۔۔۔ تپش کے دن ہیں پر سردی کی دہشت سب پہ طاری ہی
غنیمت پر مصیبت یہ کہ جب تک برف پڑتی ہی ۔۔۔ لواری[ف۱] کے اُدھر ہفتوں ہماری ڈاک سڑتی ہی
مجھے یہ بے کلی کہ خان گلؔ کی کچھ خبر آئے ۔۔۔ جمیل و اجمل و عصمت کا کوئی خط نظر آئے
سہیل و یوسف و جاوید کا ہو یا وحیدی کا ۔۔۔ کوئی مل جائے خط اکبر کا ہو یا رشیدی کا
کوئی اخبار آئے یا رسالہ کوئی مل جائے ۔۔۔ پیامی بھائی سے ہی سلسلہ کوئی نکل آئے
بالآخر برف کے گولے بنا کر جنگ کرتا ہوں ۔۔۔ بلال و خالدہ و زاہدہ کو تنگ کرتا ہوں
کبھی گر ملکی[ف۳] صاحب کوئی چیتا مار لاتے ہیں ۔۔۔ تو اس پر بیٹھ کر ہم اپنا فوٹو[ف۵] اتروا تے ہیں

غرض یہ حال ہی چترال میں شبلی کی دُنیا کا
کبھی فوٹو کبھی پولو کبھی پڑھنا کبھی لکھنا

ف۱ لواری کے ۱۰۰۵ فٹ اونچا پہاڑ جس سے گذر کر ہندوستان جانا پڑتا ہی اور جو برف باری کی وجہ سے کئی کئی دن بند رہتا ہی اور اس لئے نہ ہندوستان سے ڈاک آسکتی ہی اور نہ ادھر سے جاسکتی ہی۔

ف۲ اشعار نمبر ۵، ۶ میں شبلی کے چچا زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد و خالہ زاد بھائیوں کے نام ہیں اور شعر نمبر ۹ میں شبلی کے چھوٹے بھائی اور بہنوں کے نام ہیں۔

ف۳ ریاست چترال میں برٹش گورنمنٹ کا ایک انگریز نمائندہ یعنی اسسٹنٹ پولٹیکل ایجنٹ ہوتا ہی جسے عام لوگ ملکی صاحب کہتے ہیں ؛

ف۵ محمد شبلی افغانی کا یہی فوٹو اس پرچے میں کہیں شائع کیا گیا ہی۔

گلگشت

محترمہ شمسی عباد الرحمٰن

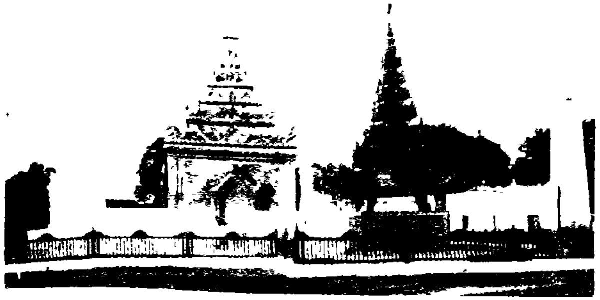
(۳)

اب ہم رنگون کے بالکل قریب تھے اور ہمیں پٹرول کے بڑے بڑے کنوئیں نظر آنے لگے تھے ۔ برما شل پٹرول جو موٹروں میں استعمال ہوتا ہے ان ہی کنوؤں میں صاف کیا جاتا ہے جس طرح ہگلی کے کناروں پر سن کے کارخانے ہیں ۔ اسی طرح اراودی کے کناروں پر پٹرول کے کارخانے ہیں ۔

جب ہم ساحل کے قریب پہنچ گئے تو تھوڑی دیر کے لئے جہاز پھر روکا گیا ۔ ہم نے دیکھا کہ کئی کشتیاں یعنی اگن بوٹیں ساحل سے روانہ ہوئیں اور دم کے دم میں جہاز سے آلگیں ایک کشتی میں ایک یا دو انگریز فوجی افسر بیٹھے تھے ۔ ایک میں دو تین ہندوستانی فوجی افسر ایک میں ایک انگریز اور ایک ہندوستانی ڈاکٹر ۔ ایک میں ایک لیڈی ڈاکٹر اور دو تین میں وہ لوگ جو اپنے عزیزوں یا دوستوں کو لینے آئے تھے ۔ جہاز کی سیڑھی نیچی کر دی گئی اور یہ سب لوگ جہاز پر چڑھ آئے ۔ فوجی افسروں نے مسافروں کے اسباب اور ڈاکٹروں نے صحت کا معائنہ کیا ۔ اس معائنے میں جہاز کا بڑا اچھی شامل تھا ۔ پھر جہاز آہستہ آہستہ ساحل سے جا لگا یہاں بھی بہت بھیڑ تھی جہاز سے اتر کر پہلے کچھ دیر کے لئے ہم بمبئی رسٹوران گئے پھر ایک صاحب جو رنگون یونیورسٹی کالج میں جغرافیے کے پروفیسر ہیں ہمیں اپنے ہاں لے گئے اور یہیں ہم نے قیام کیا ۔ سہ پہر کو یونیورسٹی کالج دیکھنے گئے بہت بڑا کالج ہے ۔ بڑے بڑے بورڈنگ ہاؤس اور کھیل کے میدان ہیں ۔ خوب صورت باغ لگے ہیں ۔ ایک اچھا سا سوئمنگ باتھ بھی ہے ۔ جہاں طالب علم نہاتے اور تیرنا سیکھتے ہیں ۔ اس کالج میں لڑکے اور لڑکیاں ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں ۔ برمی لڑکیوں کو شوق کے ساتھ پڑھتے لکھتے دیکھ کر بہت جی خوش ہوا ۔ آج کل برما میں لڑکیوں کی تعلیم پر اتنی ہی توجہ کی جاتی ہے جتنی لڑکوں کی تعلیم پر ۔ ایک خاتون نے جو اسی کالج میں تاریخ کی لکچرار ہیں بہت سی برمی لڑکیوں کے حالات سنائے کہ وہ باوجود بی اے اور ایم اے پاس ہونے کے گھرداری کے کام کاج کس شوق اور سلیقے سے کرتی ہیں ۔ برمی لوگ بدھ مذہب کے پیرو ہیں ۔ ان کے یہاں چھوت چھات کا رواج بالکل نہیں ہے ہر قوم اور مذہب کے لوگوں کے ساتھ بلا تکلف ملتے جلتے ہیں ۔ انھیں دوسرے مذہب والوں کے ساتھ شادی بیاہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ۔ رنگون میں بہت سے خاندان ایسے ہیں جن میں چینی جاپانی ، نیپالی ، ہندوستانی اور انگریزوں کا میل ہے لیکن برمی لڑکیاں چاہے کسی کے ساتھ بیاہ کرلیں اور کہیں بھی چلی جائیں نہ تو اپنا لباس چھوڑتی ہیں اور نہ اپنا مذہب

ایک روز ہم شہر دیکھنے گئے ۔ رنگون بہت بڑا اور اچھا شہر ہے مگر کلکتہ سے کچھ چھوٹا ہی ہوگا ۔ عالیشان عمارتیں اور بہت عمدہ سڑکیں ہیں ۔ بعض مکان پرانی وضع کے بھی پائے جاتے ہیں ۔ یہ مکان صرف لکڑی اور شیشے کے بنے ہوئے ہیں اور لوہے کے موٹے موٹے ستونوں پر زمین سے گز ڈیڑھ گز اونچے رہتے ہیں ۔ اس کا سبب یہ ہے کہ برما میں بارش کی کثرت اور دریاؤں کا کنارہ ہونے کی وجہ سے سیلاب بہت آتے ہیں ۔ اس لئے پرانے زمانے میں یہی لوگ اپنے مکان زمین سے اونچے بنایا کرتے تھے تاکہ پانی مکانوں میں نہ بھر جائے اور نقصان پہنچائے بغیر بہہ جائے لیکن اب یہاں بھی تعمیر کے کام میں بہت ترقی ہو گئی ہے اور بالکل ہمارے ملک کی سی عمارتیں بنائی جاتی ہیں ۔ مکانوں کو سیلاب سے بچانے کے لئے بہت اچھے انتظام کئے گئے ہیں یہاں ہم نے ٹریک لیس ٹرام یعنی بغیر پٹری کے چلنے والی ٹرامیں دیکھیں یہ بالکل موٹر بسوں کی طرح ہوتی ہیں ۔ ایک دن شام کو ہم برما کا مشہور پگوڈا دیکھنے گئے اُسے برمی زبان میں شاوڈاگن اور پھایا بھی کہتے ہیں ۔ یہ مندر شہر کے بیچوں بیچ ہے اور رنگون اس کے ارد گرد آباد ہے ۔ پگوڈا کی وضع ہمارے ہندوستان کے مندروں سے مختلف ہے ۔ بیچ میں ایک بہت بڑا سا بُرج ہے اور سینکڑوں چھوٹے بڑے اُسی قسم کے برج ارد گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں ۔ جس میں مہاتما بدھ کے مجسمے رکھے ہیں یہ مجسمے لکڑی ، لوہے ، پیتل ، چاندی ، سونا ، سنگ مرمر ہاتھی دانت ، غرض مختلف چیزوں کے بنائے گئے ہیں اور اُن کی قیمت لاکھوں روپے بتائی جاتی ہے ان کے علاوہ اور بہت سا قیمتی سازوسامان مندر میں ہے ایک طرف ایک خوب صورت سی بارہ دری پگوڈا ہی کی شکل کی ہے اس میں بہت بڑا ذخیرہ ایسی بیش بہا اور نایاب چیزوں کا محفوظ ہے جو بڑے بڑے راجاؤں ، رئیسوں اور عام لوگوں نے منت پوری ہونے پر یا ہدیے کے طور پر مندر پر چڑھائی ہیں دوسری طرف ایک اور عمارت ہے شاید یہ ایک خاص عبادت خانہ ہے ۔ کیوں کہ یہاں عالموں اور زرد کپڑے پہنے ہوئے راہبوں کا مجمع تھا ۔ کچھ تو اپنی مقدس کتاب کی تلاوت کر رہے تھے کچھ خاموش بیٹھے ہوئے سن رہے تھے ۔ اس وقت دن کی روشنی مدھم پڑ چکی تھی اور شام کی عبادت کا وقت تھا موٹر کاریں ، ٹرامیں اور رکشائیں بھر بھر کے برمی مرد ، عورتیں اور بچے عقیدت کے پھول چڑھانے اور دعائیں مانگنے چلے آرہے تھے ۔ پھاٹک پر بہت سی چھوٹی چھوٹی دکانیں ہیں ننھی ننھی لڑکیاں پھول بیچتی ہیں ۔

ایک دن پورا ، بازاروں کی سیر میں گذرا ۔ بعض بازار بہت بڑے اور صاف ستھرے ہیں ۔ اچھی اچھی شاندار دکانیں ہیں ۔ دوکانوں میں زیادہ تر عورتیں سودا وغیرہ بیچتی نظر آئیں ۔ اس کے بعد ہم نے رنگون کا ایروڈروم یعنی ہوائی جہازوں کا اسٹیشن اور برمی فلم اسٹوڈیو دیکھا اور شہر کا وہ حصہ بھی دیکھنے گئے جہاں بڑے بڑے رئیسوں تاجروں ، اور حاکموں کے محل ہیں ۔ یہ سب سے خوب صورت جگہ ہے ۔ جھیلیں اور خوب صورت پارک پھولوں سے بھرے ہوئے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں یہاں کی آب و ہوا بھی بہت اچھی ہے شام کے وقت بہت سے لوگ شہر سے تفریح کے لئے آتے ہیں اور یہاں کی صاف اور ٹھنڈی ہوا



(بدھ یا برمی عبادت خانوں کے دو نمونے)

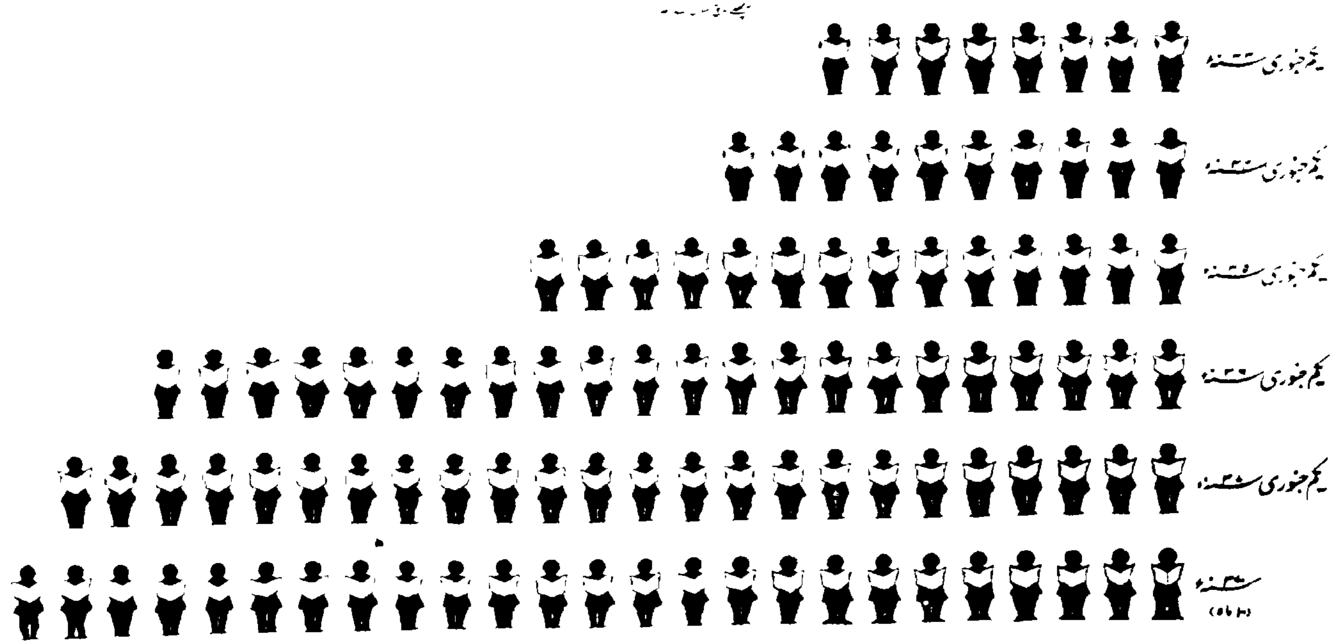


برما کے سب سے بڑے بدھ راہب کے جلوس میں لاش کی صورتیں



برمی لباس

پیامِ تعلیم کی ہر دلعزیزی



کا لطف اُٹھاتے ہیں۔ جھیلوں میں چھوٹی چھوٹی خوب صورت کشتیاں پڑی ہیں ان میں بیٹھ کر سیر کرتے ہیں اور پارکوں میں چہل قدمی کرتے ہیں۔ لو بھئی! اب ہمارے سفر کا حال قریب قریب ختم ہوتا ہے آؤ ذرا برمی بچوں کی کچھ باتیں اور سن لو۔ بھئی ہمیں تو برمی بچے بہت پسند آئے خوب تندرست موٹے تازے اور پھرتیلے۔ گیہواں رنگ۔ چھوٹا چھوٹا ناک نقشہ۔ بھولا بھولا گول مٹول چہرا، ننھی ننھی چمک دار آنکھیں، چہروں پر مسکراہٹ، ادھر اُدھر پھرتے رہتے ہیں۔ اور بڑے شوق اور خوشی سے اسکول جاتے ہیں لڑکے اور لڑکیاں ایک ہی قسم کا لباس پہنتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا جاکٹ اور ایک تہبند اُن کا لباس ہے۔ فرق بس اتنا ہے کہ لڑکیوں کے سر پر بالوں کا خوب صورت سا جوڑا بندھا ہوتا ہے اور لڑکے سر منڈواتے ہیں بعض آج کل کے فیشن کے مطابق چھوٹے چھوٹے بال بھی رکھتے ہیں۔ لڑکیوں کا لباس بہت خوب صورت ہوتا ہے۔ باریک ریشم کا جاکٹ بہت عمدہ کڑھا ہوا زیادہ تر ہاتھ کی کڑھائی ہوتی ہے کیونکہ برمی لڑکیاں، اور عورتیں بہت اچھی دستکار ہیں۔ ریشم ہی کا تہبند سادہ یا پھول دار مگر ہوتا گہرے رنگوں کا ہے۔ کیوں کہ برما میں شوخ رنگ بہت پسند کئے جاتے ہیں۔ مرد بھی شوخ رنگ لباس پہنتے ہیں اور سر پر بھی رنگین ریشم کا رومال باندھتے ہیں۔ لڑکیاں اپنے بال پھولوں سے سجاتی ہیں اور طرح طرح سے سنوارتی ہیں۔ اُن کے یہاں عورت کے بالوں کی بڑی اہمیت ہے۔ بالوں کی وضع سے کنواری لڑکی، نئی دلہن، عرصہ کی بیاہی ہوئی اور بیوہ عورت کی پہچان ہوتی ہے اور بال ورثے میں بھی ملتے ہیں ہم نے بہت سی لڑکیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے بالوں میں پھولوں کے علاوہ ایک پھندنا دوسرے بالوں کا بھی لٹکائے رہتے ہیں۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ بال ان کی دادی کسی کی نانی، اور کسی کی ماں کے تھے جو اُن کے مرنے کے بعد ان کو ملے تھے یعنی جب گھر کی بڑی بوڑھی مرتی ہے تو اس کے کچھ بال تراش لئے جاتے ہیں اور حق دار لڑکیوں کو دے دیے جاتے ہیں۔ لڑکیاں ان بالوں کا پھندنا سا بنا کر اپنے بالوں میں پھولوں کے ساتھ لگاتی ہیں۔ برما میں عورتیں سر نہیں ڈھاکتیں۔ لڑکیاں بھی ننگے سر رہتی ہیں جب یہ اچھے اچھے کپڑے پہنے، بالوں میں پھول سجائے، چہروں پر صندل کا پاوڈر لگائے اور خوب صورت خوب صورت چھتریاں لئے اِدھر ادھر پھرتی ہیں تو بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں۔ ہمارا تو خیال ہے کہ ان کے بالوں اور کپڑوں کی وضع قطع ان کی صورت شکل کے لئے بہت موزوں ہے اگر یہ کوئی دوسرا لباس پہن لیں تو اتنی خوب صورت نہ معلوم ہوں۔ برمی لڑکوں کے متعلق ایک بہت دلچسپ بات معلوم ہوئی وہ یہ کہ ہر لڑکے کے لئے راہب بننا لازمی ہے خواہ تھوڑے سے دنوں کے لئے بنے اس کے بعد وہ پھر دنیادار بن سکتا ہے۔ چنانچہ یہ رسم قریب قریب ہر گھر میں ادا کی جاتی ہے۔ برما میں وہ دن بڑی خوشی کا ہوتا ہے جب سال میں ایک بار برسات میں پانی کا تہوار منایا جاتا ہے۔ اس میں لڑکیاں زیادہ حصہ لیتی ہیں یہ پانی کا روز کہلاتا ہے۔

صحت قائم رکھنے کی چند باتیں

از مبشر احمد صدیقی

کبھی تم نے اپنی صحت کے بارے میں غور کیا ہے۔ تم اکثر سست اور بیمار رہتے ہو۔ اگر احتیاط برتتے تو کبھی بیمار نہ ہوتے۔ یہ مطلب نہیں کہ تم سرے سے بیمار نہ ہوتے، اجی صاحب بیماری اور تندرستی تو خدا کی طرف سے ہے مگر ہم کیوں اپنی تندرستی قائم رکھنے میں کوتاہی کریں۔

تمھارے اسکول میں صحت قائم رکھنے کے متعلق کتابیں تو ضرور پڑھاتے ہوں گے۔ اگر نہ بھی پڑھاتے ہوں تو ماسٹر صاحب ایک آدھ اصول تو بتا ہی دیتے ہوں گے لیکن تم نے کبھی کسی اصول پر عمل بھی کیا۔ بس اس کان سنا، اس کان اُڑا دیا۔ اچھا آج ہم تمھیں چند ضروری اور مفید اصول بتلاتے ہیں۔ مگر بھئی ان پر عمل بھی کرنا۔

۱۔ اپنا کمرہ ایسا چنو کہ اس میں ہوا اور دھوپ اچھی طرح آ سکیں۔

۲۔ کمرے کے آس پاس گڑھا یا کوئی چیز ایسی نہ ہو جس میں پانی ٹھہر سکے۔ ورنہ مچھر پیدا ہوں گے۔ جو ستا ستا کر تمھارا ناک میں دم کر دیں گے اور ملیریا بخار کا خطرہ الگ رہے گا۔

۳۔ اپنے کمرے کے قریب کوڑا کرکٹ نہ رہنے دو۔ روز کے روز صاف کرواتے رہو۔ اس سے بھی گندگی پھیلنے اور تندرستی پر خراب اثر پڑنے کا ڈر ہے۔

(۴) ہمیشہ سادہ غذا کھاؤ اور سادہ کپڑے پہنو۔ غذا پر مکھیاں نہ بیٹھنے دو ان کے ذریعے جراثیم پھیلتے ہیں۔

۵۔ اپنی ہر چیز کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھو

۶۔ دن میں کم سے کم ایک مرتبہ نہایا کرو۔

۷۔ پورے گھر کی ہر روز نہیں تو ہر آٹھویں دسویں روز ضرور صفائی کروایا کرو۔ کوڑا کرکٹ گھر سے دور پھنکوایا کرو۔

۸۔ رات میں جلد سویا اور صبح سویرے اُٹھا کرو۔

۹۔ سارا دن لکھنے پڑھنے میں نہ گذارو۔ تھوڑا سا وقت کھیل کود کے لئے بھی نکالو۔ ورنہ صحت پر بُرا اثر پڑے گا

۱۰۔ بہت تیز روشنی میں نہ پڑھا کرو نہ مدھم روشنی میں۔ پڑھتے وقت کتاب، کاپی اس طرح رکھو کہ روشنی اس پر پڑے۔ تمھاری آنکھوں پر نہ پڑنے پائے۔

۱۱۔ اپنے دانتوں اور آنکھوں کی خاص طور پر حفاظت کیا کرو۔ یہ بڑی نعمتیں ہیں۔

اگر تم نے اوپر کی ان باتوں پر عمل کیا تو خدا کے فضل سے تمھاری صحت اچھی رہے گی۔ اور بیماری پاس نہ پھٹکے گی۔

(یہ مضمون حیدرآباد کے ریڈیو اسٹیشن سے ۲۰ جون [illegible]ء کو براڈکاسٹ ہو چکا ہے۔)

ہنڈکلیا

مٹھائی

اختر جہاں جماعت ہشتم ۔ مسلم گرلز اسکول پانی پت

برسات کا موسم ہے ۔ آسمان پر کالی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی ہیں ۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے ۔ دل خود بخود شگفتہ ہوا جاتا ہے ۔ اتنے میں بھابی جان بولیں ۔ تم نے کہا تھا کہ کسی دن اپنی سب سہیلیوں کو بلائیں گے آج کا دن کتنا اچھا ہے ۔ اگر آج سب کو بلالو تو جھولا ڈالیں اور پکوان پکائیں ۔" میں خود بھی سوچ رہی تھی ۔ بھابی جان کا کہنا اندھے کو ٹھیلنے کا بہانہ ہوگیا ۔ امی جان سے اجازت لے کر فوراً سب کو رقعے بھیج دئے ۔ کوئی دو گھنٹے میں سوائے شمیمہ کے اور سب جمع ہوگئے ۔ اب یہ سوال ہوا کہ کیا پکے سب نے کہا ۔ مٹھاس تو زیادہ پسند نہیں ۔ ہم تو نمکین چیزیں پکائیں گے ۔ میں نے ہر چند مٹھاس کے لئے اصرار کیا مگر ان سب کے سامنے میری ایک پیش نہ گئی اتنے میں شمیمہ گاڑی سے اترتی نظر آئیں ۔ سب اس طرف متوجہ ہوگئے ۔ سعیدہ نے کہا " بہن اچھی راہ دکھائی ۔ مگر صبح کا بھولا شام کو آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے ۔ بارے تم آتو گئیں " شمیمہ نے کہا کہ " کام کرتے کرتے ذرا دیر ہوگئی تم نے شکووں کے پل باندھ دئے " پھر مجھ سے مخاطب ہوکر کہا " آج تو بڑے پر تکلف مہمان جمع ہیں ۔ بتاؤ تو سہی کیا تقریب ہے ۔ میں نے کہا بہار کا دن ہے ۔ چلو سب کو بلالیں ۔ آج کچھ مٹھائی بنائیں گے اور کچھ پکوان کریں گے ۔ اچھا شمیمہ بتاؤ ۔ کہ سلونی چیزیں پکائی جائیں ۔ یا میٹھی

شمیمہ بولی " مجھے تو دونوں چیزیں پسند ہیں ۔ جب تک نمکین چیزوں کے ساتھ مٹھائی نہیں ہوتی ۔ مزا نہیں آتا ۔ جب نمکین چیز سے دل بھر جاتا ہے تو مٹھاس اچھی معلوم ہوتی ہے " سب نے متفق ہوکر کہا کہ اب انھیں سے پوچھو کہ کیا مٹھائی پکائیں ۔ شمیمہ نے کہا کہ " تم گھر میں مٹھائی کیسے بناؤ گی بازار سے منگوا لینا ۔ ہمارے ہاں تو حلوائی کی دوکان سے آیا کرتی ہے ۔ بھلا گھر میں یہ چیزیں کب بنیں گی " میں نے کہا ۔ کہ بہن جس خوبی اور عمدگی سے گھر میں ہر ایک چیز تیار ہوسکتی ہے ۔ حلوائی کی دوکان پر کب ممکن ہے ۔ اتنا مصالحہ حلوائی کیوں ڈالنے لگا ۔ انھیں تو اپنا نفع کمانے کی پڑی رہتی ہے اچھا تم بتاؤ کہ کون سی مٹھائی بنائیں شمیمہ نے کہا " مجھے تو گلاب جامنیں اور لڈو پسند ہیں "

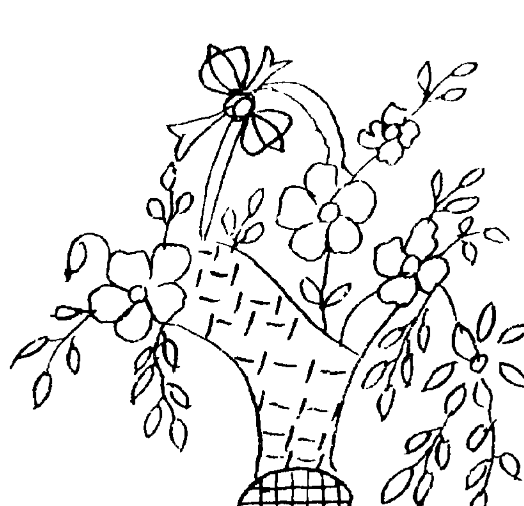
میں نے کہا کہ " اب نمکین چیزیں تم خود بناؤ " سب نے کہا کہ ہم سموسے اور پکوڑیاں وغیرہ بنالیں گے " میں نے کہا اچھا پہلے گلاب جامنیں بنائیں پھر ہم سب سامان لے کر بیٹھ گئے ۔ میں نے پہلے انگیٹھی میں آگ جلائی اور پتیلی میں ایک سیر پانی اور ایک سیر چینی ڈال کر چاشنی پکنے کے لئے رکھ دی ۔ پھر ایک سیر کھویا تسلے میں ڈال کر دونوں ہتیلیوں سے خوب ملا ۔ پھر اس میں ایک چھٹانک میدا ڈالا اور دونوں کو ملادیا ۔ اتنے میں چینی کا سفید سفید میل اوپر آگیا ۔ میری ایک سہیلی

نے دو تین دفعہ اُسے کف گیر سے اتارا۔ پھر کچھ دیر کے بعد چاشنی میں بلبلے اُٹھنے لگے۔ سعیدہ کف گیر سے ہلاتی رہی۔ اب میں نے اس کھوئے کی گلاب جامنیں بنا لی شروع کیں۔ میرے ساتھ سب نے بنائیں۔ جب تیار ہوگئیں تو کڑھائی میں گھی گرم کیا۔ اور انھیں تلنا شروع کیا۔ آگ بہت کم کردی تھی۔ کیونکہ تیز آگ سے جل جاتی ہیں۔ ہلکی ہلکی آنچ پر جب وہ خوب سُرخ ہو جائیں تو ان کو چاشنی میں ڈالتی جاتی تھی۔ اس طرح سے جب سب تل کر ڈال دیں تو ڈھک دیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تمام گلاب جامنیں خوب چاشنی میں تر ہوگئیں، اور ساری چاشنی چوس لی۔ اب اُن کو طشتریوں میں نکال لیا۔ اور اُن پر ورق لگا دئے۔ سب دیکھ کر بہت حیران تھے کہ واقعی نہایت عمدہ گلاب جامنیں بنیں۔

اب اس کے ختم کرنے کے بعد میں نے ایک سیر کھانڈ کی دو تار کی چاشنی پکائی اور آدھ سیر بیسن خوب پتلا گوندھا پھر آدھ سیر گھی کڑھائی میں ڈال کر گرم کیا پھر باریک باریک سوراخوں کے چھلنے میں سے موتی چور کی ٹکیاں تلی گئی اور انھیں چاشنی میں ڈالتی گئی۔ پھر ان میں الائچی کے دانے ڈالے اور میوہ ملا دیا۔ اور جب وہ ٹھنڈا ہوگیا تو لڈو بنالئے پھر اُن پر ورق لگا دئے سب کو دیکھ کر بہت اچھے معلوم ہوتے تھے۔

پھر اُن سب نے سموسے آلو کی پکوڑیاں اور ساگ وغیرہ تلے اور سب نے مل کر خوب کھایا۔ شمیمہ کہنے لگی۔ واقعی دونوں مٹھائیاں اس قدر لذیذ بنی تھیں کہ حلوائی کی دوکان سے کبھی ایسی مٹھائی نہیں آئی تھی۔

سب کہنے لگیں کہ تم کو خوب مٹھائی بنانی آتی ہے۔ ہم کو بھی سکھا دو۔" میں نے کہا بہنوں! مٹھائیاں تو سینکڑوں قسم کی ہیں اب کے آؤ گی تو اور سیکھ لینا۔"



ننھی ٹوکری

یہ رومال کے کونے یا بچوں کے تکیے پر اچھی معلوم ہوگی۔

ٹوکری - بھوری
ٹہنی - دھانی، کاسنی
پھول - گلابی، کاسنی، فیروزی، زرد کئی رنگ کے بناؤ۔

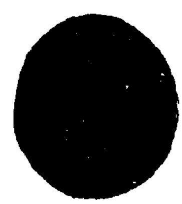
زہرا خاتون

کترنوں کا بیگ

محترمہ صالحہ عابد حسین

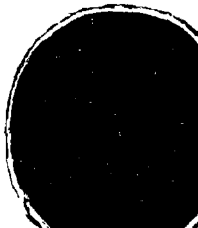
آؤ بچیوں آج تمھیں ایک بے کار چیز کو کار آمد بنانے کی ترکیب بتائیں :-

تمھارے کپڑے بنتے ہوں گے تو اس میں سے بہت سی کترنیں، مونڈھوں، گریبان، کلیوں وغیرہ کے چھنٹنے سے بچتی ہوں گی اور اُنھیں بے کار پھینک دیا جاتا ہوگا۔ تم یہ کرو کہ اُن میں سے اچھی اچھی ریشمی اور ریشمی نہ ہو تو سوتی کترنیں جمع کرلو۔ اب اس طرح کے کوئی پیسے کے برابر نرم دفتی کے تیس گول ٹکڑے کاٹ لو

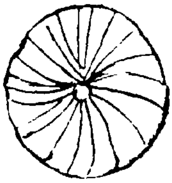


اور مختلف رنگ کی کترنیں لے کر سب رنگوں کے تیس ہی کپڑے کے گول ٹکڑے دفتی کے ٹکڑوں سے ذرا بڑے کاٹ لو

اب سوئی میں تاگا پرو کر ایک ٹکڑا کپڑے کا لو اور اس کے چاروں طرف سے تھوڑا تھوڑا کوئی اتنا موڑ کر اس



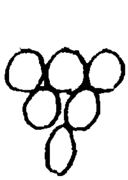
میں تیپچی بھر لو اور دفتی کا ٹکڑا کپڑے کے ٹکڑے کے اندر رکھ کر تاگہ کھینچ لو (تاگے کے سرے پر گرہ ضرور لگانا) اب دفتی اندر آجائے گی اور اس کے دونوں طرف کپڑا ہوگا۔ اس کی شکل ایسی ہو جائے گی۔ اب بیچ میں



پکا ٹانکا لگالو۔ اور سوئی توڑ کر اسی طرح اور سب ٹکڑے تیار کرو۔ جب سب تیار ہو جائیں تو ان کو آپس میں اس طرح جوڑلو پہلے ایک ٹکڑا لو پھر اس میں دو ٹکڑے اس طرح :-



جوڑو پھر ان دو میں تین :-



ایسے جوڑو۔ پھر چار جوڑو اور پھر پانچ ٹکڑے جوڑلو اسی طرح پندرہ ٹکڑوں سے دوسری طرف کا حصہ تیار کرلو۔ پھر ان دونوں کے اس شکل والے  حصے

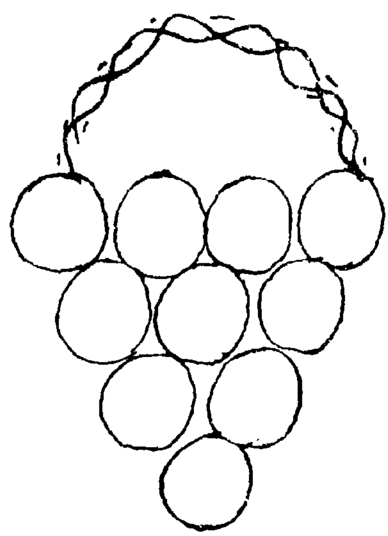
کو آپس میں جوڑ لو۔ اب کسی رنگ کا کپڑا لے کر اسی تھیلی کے برابر دو پیس کتر لو اور اُن کو سی کر تھیلی کے اندر رکھ دو اور تھیلی کے منہ پر ٹکلی کے دو ٹین ٹانک دو۔ ہینڈل کے لئے ایک پتلی دھجی لو اور اُسے دہرا کر کے سی کر الٹ لو۔ اور پھر اس میں اس طرح:-



تیلیاں بھر دو اور تاگہ کھینچ کر تھیلی کے منہ پر لگا دو اس ترکیب سے بڑی کوڑی اور چھوٹی تھیلی بھی بنا سکتی ہو

اگر تم چاہو تو ہر ٹکلی پر ایک ایک ستارہ بھی لگا دو۔ اور بھی خوش نما معلوم ہوگی۔

تھیلی کی شکل ایسی ہوگی۔



بیٹری کا نسخہ

جناب محمد عبد القدیر اعظم صاحب کا مضمون جو فروری کے پرچے میں بیٹری بنانے کے بارے میں تھا مجھے بہت پسند آیا۔ میری طبیعت ایسی چیزوں کو بہت قبول کرتی ہے اور میرا مشغلہ بھی یہی ہے۔ فرصت کے وقت میں ایجادوں کے بارے میں سوچتا رہتا ہوں یہی سبب ہے کہ میں نے بہت سی چیزیں ایجاد کی ہیں میں بیٹری کا نسخہ ڈھونڈھنے میں ایک عرصے سے کوشاں تھا آخر یہ مضمون میری نظر سے گذرا۔ میں نے جناب عبد القدیر صاحب کے نسخے پر عمل کیا اور مجھے ایک حد تک کامیابی بھی ہوئی۔ مجھے بھی ایک نسخہ مل گیا ہے۔ عبد القدیر صاحب کے نسخے پائیدار نہیں ہیں۔ میں اپنے نسخے لکھتا ہوں۔ مہربانی فرما کر اُن سے دریافت کر لیجئے کہ آیا یہ نسخہ پائیدار ہے یا نہیں اس میں تین گیس شامل ہیں:- (۱) ہرا گیس (۲) لال گیس (۳) کالا گیس

اس کے علاوہ نیلا تھوتھا اور گندھک کا تیزاب یہ پانچوں چیزیں ہموزن ہوں۔ ان گیسوں کو باریک پیس لیا جائے اور نیلے تھوتھے کو بھی۔ چار چوڑے منہ کی شیشیوں یا مرتبانوں میں ڈال کر کاربن کے ڈنڈے اور جست کے ڈنڈے ڈال دئے جائیں۔ اگر یہ نسخہ پائیدار ہو تو میں اس پر بھی عمل کروں۔ احقر

احمد عبد الحمید۔ علی گڑھ

بدھو، مرمت ہو چکی

رشید جہاں صاحبہ

بدھو اور سیتارام ایک ہی دن ، ایک ہی محلے اور ایک ہی دائی کے ہاتھ سے پیدا ہوئے تھے سیتارام لالہ سندر لال بنئے کے بیٹے تھے ۔ اور بدھو نرینا چمار کا لڑکا تھا۔ ساری دنیا کو معلوم تھا کہ یہ لڑکے بڑے ہو کر کیا کریں گے ۔ سیتارام لین دین کریں گے ۔ اور بدھو جوتیاں گانٹھے گا ۔ اب اس کی کسے فکر تھی کہ شاید بدھو بیوپار اچھا کر سکے اور سیتارام سے جوتیاں بھی نہ گٹھ سکیں۔ ایک بنئے کا بیٹا اور مال دار لڑکا تھا اس کے لئے تو دنیا کی ہر جگہ کھلی ہوئی تھی ۔ پر بدھو کے ماں باپ چاہتے بھی کہ پڑھ لکھ کر کہیں منشی ہی ہو جائے تو یہ کیسے ممکن تھا۔ نرینا کے پاس کھانے کو تھا نہیں لڑکے کو پڑھواتا کہاں سے۔

چمار کے لڑکے کو دنیا میں سوائے جوتیاں گانٹھنے کے اور کچھ کرنے کا حق ہی کیا ہے ؟ پچھلے جنم میں کچھ تو پاپ کیا ہی ہوگا جو چمار کے گھر پیدا ہوا، اس کو یہی شکر کرنا چاہیئے کہ بھنگی کے گھر پیدا نہ ہوا ورنہ میلا ہی اُٹھاتا۔

محلے کے لڑکے جمع ہو کر کھیلتے ، بدھو اور سیتارام بھی ہوتے ۔ کبھی کبڈی کبھی گلی ڈنڈا۔ جب تک چھوٹے رہے برابر کے ہو کر کھیلتے رہے ۔ جیسے جیسے بڑھتے گئے سیتارام کو اپنی بڑائی اور بدھو کو اپنی نیچائی کا احساس ہوتا گیا ۔ اب کبھی سیتارام گلی میں مل جاتے تو بدھو جھک کر سلام کرتا اور کبھی کبھار ہمت کرکے مزاج پوچھ لیتا۔

اسی طرح ہوتے ہوتے سیتارام اور بدھو شادی کے قابل ہو گئے ۔ سیتارام کے بیاہ پر بڑی دھوم دھام ہوئی ۔ مہینوں پہلے سے تیاریاں شروع ہوئیں ۔ اٹھارہ دن کھانا پینا ، دعوت رہی برات تو وہ سجی کہ سارا شہر واہ واہ بول اُٹھا ۔ دنوں تک لوگ لالہ سندر لال کی بڑائی کرتے رہے ۔ بہو رانی دس سال کی تھیں ۔ برسوں دلہن بنی پلنگ پر بیٹھی رہیں۔

بدھو کی شادی میں بھی چار پانچ ٹیاخے چھوٹے پانچ چھ دن محلے کی چماریوں نے مل کر گیت گائے ۔ بدھو کا باپ لالہ سندر لال کا ڈیڑھ سو کا قرض دار ہو گیا لڑکی خرید لائے تھے آٹھ سال کی تھی ۔ اس نے آتے ہی چکی پیسنی ، اُپلے پاتھنے ، کھانا پکانا اور ساس کی مار کھانا شروع کر دی ۔

بھگوان کا کرنا ایسا کہ بچے دونوں کے ساتھ ساتھ ہوئے ۔ ابھی بیس سال کے نہ تھے کہ باپ بن گئے ۔ اب لالہ سیتارام باپ کے ساتھ دوکان پر

بیٹھتے تھے اور بدھو باپ کے ساتھ چوراہے پر جوتیاں گانٹھتا تھا۔

ابھی تک لالہ ستیا رام اور بدھو زندہ ہیں۔ لالہ جی کی عمر پچاس سال کی ہے لیکن کون اُنھیں چالیس سے زیادہ کا کہے گا۔ بڑے نیک آدمی ہیں۔ صبح موٹر پر بیٹھ کر گنگا نہانے جاتے ہیں۔ دوکان پر چند گھنٹے کام کرتے ہیں اور مونسپلٹی کے ممبر ہیں۔ ہر طرف لوگ اُن کے قرض دار نظر آتے ہیں۔ باپ سے بھی زیادہ جائداد پیدا کر لی ہے۔

بدھو ابھی تک اسی چوراہے پر جوتیاں گانٹھتا ہے اور لالہ جی کا اسی طرح قرض دار ہے۔ پچہتر فی صدی سود دیتا ہے۔ کمر جھک گئی ہے۔ عمر کوئی ۶۰ سال کے قریب معلوم ہوتی ہے۔ اب اس کا جوان بیٹا زیادہ تر سڑک پر جوتیاں گانٹھتا نظر آتا ہے بدھو گھر گھر جا کر پرانی جوتیاں جمع کر لیتا ہے۔ جب کبھی روپے دو روپے کی ضرورت ہوتی ہے تو لالہ جی کے پاس جاتا ہے لالہ جی اس کی صورت دیکھتے ہی روپے کا تقاضا کرتے ہیں۔ "بدھو دیکھو اب کی ہم روپیہ نہ دیں گے تم کو پہلا اتنا دینا ہے۔ اب ہمارے پاس نہیں ہے۔"

لالہ جی کیا کروں گھر میں ناج نہیں ہے۔ روپے کی فکر میں ہوں۔ پانچ روپیہ پہلے دیئے تھے اور جو کچھ ملے گا۔ اگلے مہینے میں دوں گا۔"

"اس وقت تو نہیں ہیں۔ دوکان پر آنا پہلے اپنا حساب تو دیکھو کتنا ہے۔" لالہ جی نے کھنکار کر کہا۔"

بدھو اُٹھ کر بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ اصل سے دس گنا تو سود کھا چکے ہیں اور ابھی قرضے کا قرضہ باقی ہے اُن کے ساتھی تو سب ہی ہیں۔ سرکار، قانون، کچہری ہمارا کون ہے؟۔

پھر دوسرے گھر کے پاس جا کر زور سے آواز لگائی۔ "بوٹ مرمت، موچی"

مارچ کے پرچے میں چند پیامیوں کی تصویریں بے نام کے چھپ گئی تھیں۔ ان کے نام یہاں لکھے جاتے ہیں اوپر (بائیں طرف سے) کرشن رائے لال غافل اور ابرار الرحمٰن قدوائی بیچ میں اللہ نواز خاں۔ نیچے (بائیں طرف سے) محمد خضر خاں زبیری اور عبدالحبیب امید ہے کہ یہ بچے اس اتفاقی غلطی کو معاف کریں گے۔

پہیلیاں

پچھلی پہیلیوں کے جواب

(۱، ۲) گنا (۳) چراغ کی بتی (۴) ناڑ (۵) ترازو (۶) پتنگ (۷) اوس (۸) آکھ کے درخت کی بڑھیا۔

نیچے کی پہیلیوں کے جواب اگلے پرچے میں

(۱) ہری چپاتی مٹر کی دال
اس پر سالن سفید اور لال

(۲) ایک پیڑ کے دو تنے دو شاخیں دس پھلیاں
ایسا پیڑ کہیں نہ دیکھا، چھان ماری سب گلیاں

(۳) اوپر سے گری فاختہ منہ لال اور کلیجہ کانپتا

(۴) ایک پھل چکھا ہم نے دو طرح کا گودا
سفید ہی نہ لال، زرد ہی نہ اودا

ولایت فاطمہ ۔ علی گڑھ

(۵) چھوٹی سی ڈبیا ڈب ڈب کرے
مانگ موتی بھڑ بھڑ پڑے

(۶) اچک دانہ اُچک دانہ دانہ اوپر دانہ
چھجے اوپر مور ناچے عاشق ہے دیوانہ

(۷) گلشن میں اس شجر کو آرام ہی نہ چین
جامہ غم حسن ہی تو رنگت غم حسین

عقیلہ بانو

گدگدیاں

نسیمہ:۔ (ایک شریر لڑکی سے) تمھارا کیا نام ہی؟
آسما:۔ باجی، بے وقوف۔
نسیمہ:۔ نام تو بڑا اچھا ہی۔
آسما:۔ اگر پسند ہی تو اسے آپ رکھ لیں۔ میں کوئی دوسرا نام رکھ لوں گی۔

(کبری بیگم)

استاد:۔ (شاگرد سے) کیوں کس سوال نے پریشان کر رکھا ہی۔
شاگرد:۔ سوال نے تو نہیں۔ البتہ جواب نے پریشان کر رکھا ہی۔

(اقبال احمد)

بہن:۔ بھیا، اماں کو کیسے معلوم ہو گیا کہ تم نے غسل نہیں کیا ہی۔
بھائی:۔ میں صابن کو پانی سے بھگونا بھول گیا۔

استاد: ریل کے انجن کا سب سے خطرناک پرزہ کون سا ہوتا ہی
ایک لڑکا:۔ جناب ڈرائیور

محمد سعید جامعہ دہلی

ایک دفعہ میری چھوٹی بہن کہنے لگی بھائی جان جلدی جلدی کہئے "لڑکی لڑکی" میں نے بہت کوشش کی مگر بار بار اٹک جاتا۔ پیامی بھائی کوشش کریں۔ شاید کامیاب ہو جائیں

(منظر حسین جامعی)

خط کتابت

اس صفحے پر آیندہ وہی خط چھپیں گے جو بہت مختصر ہوں اور جن میں صرف کام کی باتیں لکھی گئی ہوں۔ خوش خط اور صاف ہوں ؛

میرے پاس سیلون، انگلینڈ اور فلسطین کے ٹکٹ ہیں۔ میں ان ٹکٹوں کے بدلے دیسی ریاستوں اور حیدرآباد سلور جوبلی کے ٹکٹ چاہتا ہوں۔ جس پیامی کو ضرورت ہو مجھ سے مبادلہ کرے احمد حسن، ۱۴۰ نبارسی باغ۔ لکھنؤ۔

میرے پاس نیچے کے ملکوں کے ٹکٹ بہت سے ہیں: رومانیہ (۴)، ہنگری۔ آسٹریا۔ جرمنی۔ زیکوسلویکیا۔ جاوا۔ انگلینڈ۔ امریکہ۔ بحرین۔ حیدرآباد۔ برما کے موجود اور حیدرآباد کی جوبلی اور ہندوستان کی جوبلی کے (۸ ردالے) اور ہندوستان کے نئے ٹکٹ۔ پیامی مبادلہ کرنا چاہیں تو میرا پتہ یہ ہے

حسن احمد قنوجی۔ جامعہ، دہلی۔

ٹکٹوں کے مبادلے کے سلسلے میں اکثر پیامیوں سے دوستی ہوگئی ہے۔ مجھے تعجب تو اس بات پر ہوتا ہے۔ کہ پیامی ہمیشہ کے لئے سلسلہ خط و کتابت کیوں جاری نہیں رکھتے۔ ایک مرتبہ خط لکھ کر خاموش کیوں ہو جاتے ہیں۔ کئی مرتبہ پیام تعلیم میں میرا پتہ شائع ہوچکا ہے۔ اکثر پیامی غلط پتہ لکھتے ہیں۔ جس سے خط ملنے میں دیر ہوتی ہے یا وہ گم ہوجاتے ہیں اور جواب دینے میں دیر ہوتی ہے۔ یا بعض دفعہ جواب ہی نہیں دیا جا سکتا۔ اور پھر الزام دھرا جاتا ہے مجھ پر کہ میں خطوط کے جواب دینے میں بہت سست ہوں بہرحال جو پیامی مجھ سے اب خط کتابت یا ٹکٹوں کا مبادلہ کرنا چاہیں انھیں میرا اور اپنا نام و پتہ درست لکھنا چاہیئے۔ پھر ایک بار اپنا پتہ درج کئے دیتا ہوں۔

مبشر احمد صدیقی ۹۰۲ سلطان بازار مارکٹ روڈ۔ حیدرآباد دکن

میں نے آپ کو ایک جگہ چند ممالک کے ٹکٹوں کو بیچنے کے بارے میں لکھا تھا۔ سو عرض ہے کہ میں اپنے ٹکٹ بیچنا نہیں چاہتا بلکہ مبادلہ کرنا چاہتا ہوں۔

امریکہ، فرانس، انگلینڈ اور جرمن کا ایک ایک ٹکٹ ارسال ہے ان ملکوں کے ٹکٹ میرے پاس بہت ہیں مجھے مبادلے میں ریاست حیدرآباد، بھوپال اور جے پور کے ٹکٹ درکار ہیں اور میں ٹکٹ بدلنا چاہتا ہوں۔ پیامی بھائی ریاستوں کے مطلوبہ ٹکٹ ۵۰۰ کی تعداد تک میرے ٹکٹوں سے بدلنے کے لئے بھیج سکتے ہیں۔

مبارک الدین۔ ہمدرد بوٹ ہاؤس۔ آگرہ

میں ٹکٹ جمع کرتا ہوں اگر کسی بھائی کے پاس اسلامی ممالک کے ٹکٹ زیادہ ہوں تو مجھ سے خط کتابت کریں میں ان کے عوض ہندوستانی ریاستوں کے اور غیر ملکوں کے ٹکٹ دوں گا۔

سید تقی احمد ہاشمی۔ گونمنی گلی۔ ٹپکاپور۔ کانپور

شاعرِ مشرق

پیامِ تعلیم چھپنے کے لئے تیار ہی تھا کہ ریڈیو سے یہ دکھ بھری خبر آئی کہ ڈاکٹر اقبال اس دنیا سے رخصت ہو گئے ۔ کون اقبال ۔ وہی جن کے شعروں نے بڑوں ہی کو نہیں گرمایا ننھے ننھے بچوں کے دلوں میں بھی گھر کر لیا تھا

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی ، یہ گلستاں ہمارا

کون بچہ ہے جو اس گیت کو نہ جانتا ہوگا ، اور نہ گنگناتا ہوگا ۔ دیس کے پریم کا یہ منتر اسی کا پڑھایا ہوا ہے جسے ہم تم کبھی نہیں بھول سکتے ۔ آؤ مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس اقبال کو جس نے دنیا کو پریم کا سبق سکھایا ، اپنے پریم کے سایے میں جگہ دے ۔ آمین ۔

اگلے پرچے میں بچوں کے لئے اقبال کی زندگی کا مختصر حال چھپے گا ؛

پیام برادری

آپا جان

عزیز بچو اور بچیو! یہ امتحان اور امتحان کی تیاری کا موسم ہے بچے اس سے فارغ ہو گئے ہوں گے بعض مشغول ہوں گے اور بعض ابھی تیاری کرتے ہوں گے خدا ان سب کو اچھے نمبروں سے پاس کرے اور سب کو کامیابی کی خوشی نصیب ہو۔ امتحان کے بعد تو گرمی کی چھٹیاں ہیں۔ پرائمری مدرسوں میں بھی کم سے کم ڈیڑھ مہینے کی چھٹی تو ہوگی ہی۔ ان چھٹیوں میں تم کھیل کود۔ سیر و تفریح اور دوسری دلچسپیوں میں مشغول رہو گے۔ چھٹیوں کا مقصد بھی یہی ہے۔ مگر بھی تمھیں اتنا موقع تو ضرور ملے گا کہ اپنی برادری کے لئے بھی کچھ کر سکو۔ پیامیوں کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ حیدرآباد میں بھی برادری کی شاخ قائم ہو گئی۔ میرٹھ اور حیدرآباد کے پہلے جلسوں کی رودادیں اسی پرچے میں چھپ رہی ہیں۔ لکھنو اور سیالکوٹ کے پیامی بھی ان دونوں جگہوں پر شاخیں قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دوسری جگہوں کے پیامی بھی اس فکر میں ہیں۔ اور ان کی کوششوں کا یہی حال رہا تو کامیابی بھی ضرور ہوگی۔ پر بھی ایک بات ہم ابھی سے صاف کر دیں وہ یہ کہ بس شاخ قائم کر لینا ہی کافی نہیں ہے۔ بات تو یہ ہے کہ اسے کامیابی کے ساتھ چلایا بھی جائے۔

اب کے تصویر میں پہلے سے زیادہ پیامیوں نے رنگ بھر کر بھیجا ہے ان کے نام یہ ہیں:۔

نجمہ خاتون (رودلی) منیر الدین قادری (جامعہ نگر اوکھلا) خلیل الرحمٰن (بارہ بنکی) عارف حسین (دہلی بعیت) سید انور علی شاہ (دہلی)۔ محمد سعید خاں (دہلی) ابو محمد غوث محی الدین (لکھنو)۔ نشاط فاطمہ (لکھنو) حمیرا خاتون (اعظم گڈھ) معین الدین احمد انصاری (حیدرآباد دکن) اظہر حسین رضوی (ناگپور) منیرہ عفت (لاہور) مرزا بشیر احمد (حیدرآباد دکن) شمس الاسلام علی خاں (تلہر) محمد زکریا (حیدرآباد دکن) طاہرہ بیگم (ساگر) امیر اللہ خاں (ساگر) خالد حسین قادری (آگرہ) محمد اکرم۔ (چھپا ملنی) اسلام فاطمہ (آگرہ) سید شاہ شرف عالم (بھاگل پور) محمد اسحاق طیب (بمبئی) احمد عبداللہ (حیدرآباد دکن) خواجہ محمد عالم (میدک) مرزا جمیل احمد (بمبئی) محمودہ بیگم (دہلی) غلام یزدانی (حیدرآباد دکن) عبدالکریم (ڈلیہ کیمپ)۔ محمد لطیف (کانپور) محمد نعمت علی خاں (بھوپال) کے ام احسان اللہ (کلکتہ) غوث محمد پیر محمد (احمد آباد) ملک علی امام (گیا) شوکت آرا بیگم۔ (فتح پور) ان میں مرزا جمیل احمد اول۔ کے ام احسان اللہ دوم اور سید منیر الدین سوم آئے اور معین الدین انصاری کو رعایتی انعام دیا گیا۔

آج کل گرمی بڑا بڑھ رہی ہے بہت سے بچوں کے شکایتی خط آ رہے ہیں۔ دہلی کا موسم بھی خاصا گرم ہو گیا ہے اور اس مہینے میں تو یہاں بہت سخت گرمی پڑے گی۔ اب تو بس بارش کا انتظار ہے۔ ہاں بھئی ان چھٹیوں میں ان دنوں تم ادھر ادھر کا سفر تو ضرور کرو گے ہمیں بھی اپنے مشغلوں کی خبر کرتے رہنا۔ اچھا اب خدا حافظ۔ تمھاری آپا جان

خطوں کے جواب

عزیزہ نسیم فاطمہ (لکھنؤ) سلمہا
کوپن مل گئے۔ سب بچیوں کے نام رجسٹر میں لکھ لئے گئے۔ اور کوپن بھجوا دئے گئے ہیں پہنچے ہوں گے۔ بیج کی قیمت بچے عموماً ٹکٹوں ہی کے ذریعے بھیجتے ہیں۔ تم جس میں سہولت سمجھو۔ تمہاری آپا جان

عزیزہ نزہت (بیلی بھیت)
تمہارا کوپن اور بیج کی قیمت وصول ہو گئی۔ اب تم برادری کی باقاعدہ ممبر ہو کبھی کبھی مجھے خط لکھتی رہا کرو
تمہاری آپا جان

عزیزہ طاہرہ (سالکر) کوپن اور تصویر دونوں چیزیں مل گئیں۔ تصویر نمائشی مقابلے میں شامل کر لی گئی۔ گرمی تو اب یہاں بھی آفت کی پڑ رہی ہے۔ بس اب یہی دعا ہے کہ بارش کا موسم جلد آئے۔ تمہاری آپا جان

عزیزہ انوار الحق (میانوالی) بیج کی قیمت پہنچ گئی۔ تمہاری تمنا جلد پوری ہو گی۔ انشاء اللہ۔ تمہاری آپا جان

عزیزی عبد الحبیب (حیدرآباد دکن)
مارچ کے پرچے میں تمہاری تصویر بے نام کے چھپ گئی۔ اس کا افسوس ہے۔ بیج تیار ہو جائے گا تو بھیج دیا جائے گا۔ خط ذرا تمیز سے لکھا کرو۔ تمہاری آپا جان

عزیزی جگناتھ (نظام آباد)
تمہارے ٹکٹ مجھے ملے۔ مجھے ٹکٹ جمع کرنے کا شوق ضرور ہے۔ مگر اتنا موقع کہاں نصیب۔ تمہارے ٹکٹوں کے بدلے میں دوسرے ملکوں کے ٹکٹ بھجوا دوں گی
تمہاری آپا جان

عزیزی راماننّد (سیالکوٹ)
تمہارا خط پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی اگر گنجائش ہوتی تو میں اسے رسالے میں ضرور شائع کر لیتی۔ تم قلمی رسالہ نکال رہے ہو۔ یہ بہت اچھی بات ہے۔ اچھا تم نے فیکٹری بھی کھولی ہے؟ یہ تو بہت ہی خوشی کی خبر ہے اپنی فیکٹری کی بنی ہوئی چیزیں نمونے کے طور پر ہمارے پاس بھی تو بھیجو۔ اگر سب لوگوں کے جی میں یہی سما جائے جو تمہارے جی میں سمائی ہوئی ہے تو ہندوستان کا آزاد ہونا کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ امتحان میں کامیابی مبارک ہو۔ بیماحل کرنے میں تم نے دس روپے انعام بھی حاصل کیا ہے؟ بہت خوب! اپنی برادری بڑھانے اور شاخ قائم کرنے کی ضرور کوشش کرو۔ پیام تعلیم کا دوسرے بچے بھی اسی طرح انتظار کرتے ہیں۔ انعام اب پہنچ جائے گا۔ تمہارے دلی نہ آنے کا افسوس ہے۔ خیر پھر کبھی سہی تمہارے

کارروائی جلسہ

شاخ پیام برادری

میرٹھ

پہلا جلسہ ۷ فروری ۱۹۴۷ء کو اندر کوٹ میں ہوا۔ وقار احمد صدر اور عثمان احمد سکریٹری چنے گئے۔

پہلے پیام برادری کا مقصد بتایا گیا (چھپے ہوئے قاعدے) پھر اس شاخ کے کھولے جانے کا مقصد اور فائدے بتائے گئے۔ اس شاخ کا نام لڑکوں نے "توسیع برادری" رکھا پھر آپس کے مشورے سے یہ باتیں طے ہوئیں۔

(۱) جلسوں میں تمام ممبران کو نیک مشورہ دینے کا پورا پورا حق حاصل ہوگا۔

(۲) ہر جلسے میں کسی خاص عنوان پر بحث کرنا ہو گی۔ عنوان کا انتخاب بھی ممبر خود کریں گے

(۳) بارہ سال تک کے ممبروں کے نیک کام ایک یا ایک سے زیادہ، جو انھوں نے اس مہینے میں کئے ہوں۔ ٹھیک ٹھیک بتانے ہوں گے جس کا کام انعام کا مستحق سمجھا جائے گا اُسے انعام دیا جائے گا۔

(۴) تقریر پر ہر ممبر کو نمبر دئے جائیں گے۔ جس کے نمبر زیادہ ہوں گے اسے انعام دیا جائے گا۔

بچا چھپنے کے دن آئے ہوں گے۔ میں اُردو پڑھ لیتی ہوں۔ کچھ کچھ لکھنا بھی سیکھ لیا ہے۔ جاپان کے کسی بچے کا پتہ مجھے معلوم نہیں۔ امید ہے کہ تم خیریت سے ہوگے

تمھاری آپا جان

عزیزی مصطفیٰ کمال (حیدرآباد دکن)

سلمہ۔ تم دلی آؤ تو مجھ سے ضرور ملنا۔ اب کے برس بھی کوئی خط آیا تو تمھارے پاس بھیجوں گی۔ علی گڑھ میں ممبر بنانے کی ضرور کوشش کرو۔ بیج جلد بھیجے جائیں گے۔

تمھاری آپا جان

عزیزی ابراہیم (علی گڑھ) تم نے انگریزی شروع کر دی؟ بہت اچھا کیا۔ خوب جی لگا کے پڑھو۔ سچے دل سے محنت کی جائے تو کامیابی کے راستے خود بخود نکل آتے ہیں۔ عزیزہ ذکیہ اور خلیل میاں کو میری دعا پہنچا دینا۔ اپنی بیگم صاحبہ سلام۔ دلی آؤ تو مجھ سے ضرور ملنا۔ اپنی تصویر بھی بھیج دو۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی التفات اکبر (لکھنؤ)

سلمہٗ۔ میاں تمھارے خط کا جواب تو میں بھیج چکی ہوں۔ تم برادری کی شاخ ضرور قائم کرو۔ لکھنؤ کے پتے ایک پیامی کو میں بھجوا چکی ہوں۔ تمھیں بھی لکھ بھیج

(۵) سال میں ایک بار پیامیوں کے جمع کیے ہوئے ذخیروں اور ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزوں کی نمائش ہوگی جس میں کئی انعام ہوں گے۔

(۶) ۱۲ سال تک کے ممبروں کو ہر تیسرے ماہ انعام دئے جائیں گے اور بڑے عمر کے لڑکوں کو ہر چھٹے ماہ۔ نیز کبھی کبھی مشاعرہ ہوگا۔

اس کے بعد محمد یامین صاحب نے تقریر کی جس میں یہ بتایا کہ اس شاخ سے ہم کو کیا کیا فائدے ہوں گے اور اس کو کامیاب بنانے کے لئے ہم کو کیا کیا کرنا چاہئے۔

اس کے بعد نعیم بادشاہ صاحب نے ایک کہانی گا کر سنائی۔ پھر کئی اور ممبروں نے چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور نظمیں سنائیں۔ پھر محمد یامین صاحب نے اپنی لکھی ہوئی نظم "مسلم اتحاد" سنائی۔

آئندہ جلسے میں تقریر کے لئے یہ مضمون چنے گئے:-

(۱) جنگ سے نقصان ہیں یا فائدے + ۱۲ سال سے زیادہ عمر کے ممبروں کے لئے (۲) ہم کو کیا کرنا چاہئے اور کیا نہیں کرنا چاہئے یا کوئی اپنی دلچسپ شرارت جس پر سزا بھی ملی ہو

آخر میں سب ممبروں کا شکریہ ادا کیا گیا۔ اور جلسہ ٹھیک چار بجے شام کو ختم ہو گیا۔

دوں گی۔ تمھاری آپا جان

عزیزہ ثروت (سہارنپور) سلمہا

خوشی کی بات ہے کہ تم بالکل اچھی ہو گئیں تم محنت تو کر رہی ہو نا؟ اللہ نے کیا تو ضرور کامیاب ہوگی۔ خدا اور سب بچیوں کو بھی کامیاب کرے۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی عبدالباری (حیدرآباد دکن)

سلمہٗ انجمن قائم ہونے کی خبر مجھے عزیزی مصطفیٰ کمال کے خط سے معلوم ہو گئی تھی اب منور حسین سلمہٗ کا خط بھی آگیا ہے۔ یہ اسی پرچے میں کہیں چھپ رہا ہے۔ میں اس کامیابی پر تم سب بچوں کو مبارک باد دیتی ہوں مجھے امید ہے کہ اب تم سب اسے کامیاب بنانے کی کوشش کروگے۔

تمھاری آپا جان

عزیزی اکرام الحق (پشاور) سلمہٗ

پیام برادری کی ممبری کے لئے رسالے کی خریداری ضروری نہیں ہے کوپن تمھارے پاس بھیج دئے گئے ہیں۔ انھیں ادھر والو اور نبدرہ بیس ممبر ہو جائیں تو شاخ قائم کر دو۔ شروع شروع میں ذرا زیادہ محنت اور کوشش کی ضرورت ہے

"تمھاری آپا جان"

عزیزی منظر الحق (میانوالی) سلمہٗ

عزیزی انور خاں ایرانی کو پیام برادری کا ممبر ضرور بناؤ ۔ اُن کی کہانی بھی لکھ بھیجو اگر چھپنے کے قابل ہوئی تو میں ایڈیٹر صاحب سے سفارش کردوں گی ۔ تم اپنے مضمون بھیج دیا کرو ۔ چھپنے کے قابل ہوں گے تو خیر ورنہ اصلاح کے بعد واپس کردئے جائیں گے ۔ تم اپنے دوستوں کو برادری کا ممبر ضرور بناؤ

"تمھاری آپا جان"

عزیزی معین الدین (حیدرآباد)

بھئی تم سب نے مل کر شاخ قائم کرہی لی حقیقت میں عزیزی منور حسین نے بہت کوشش کی ۔ میں تمھاری اس کامیابی سے بہت خوش ہوں ۔ خدا کرے اتنی ہی کامیابی سے تم اسے چلا بھی سکو ۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی غلام یزدانی (حیدرآباد دکن)

خوشی کی بات ہے کہ پیام تعلیم تمھیں پسند آیا اب رنگ بھرنے کی تصویر الگ ہی چھپا کرے گی ۔ معلومات کا صفحہ آئندہ مہینے سے بڑھادیا جائے گا ۔ ٹائٹل تو تمھارے سوا سب ہی بچوں نے پسند کیا ہے حیدرآباد کے فساد کی خبر اخباروں سے ملتی رہی ۔ شکر ہے کہ اب امن ہوگیا ۔ خدا اس لعنت کو ہمارے ملک سے جلد

کارروائی جلسہ

شاخ پیام برادری

(حیدرآباد دکن)

اچھی آپا جان ۔

بہت بہت سلام ۔ آپ کو یہ معلوم ہوکر بہت خوشی ہوگی کہ ہم لوگوں نے بھی انجمن قائم کرلی ہے ۔ آج انجمن کا پہلا جلسہ تھا ۔ اس میں عہدہ داروں کا انتخاب کیا گیا ۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ پورے پیامیوں نے اس میں شرکت نہیں کی ۔ تاہم جلسہ بہت کامیاب رہا ۔ میں اس کی مختصر سی روئداد آپ کو لکھتا ہوں :۔

آج بروز جمعہ ۶ بجے شام "رفعت منزل" میں جلسہ منعقد تھا ۔ میں نے صرف اس جلسے کی صدارت کے لئے معین الدین احمد صاحب انصاری کا نام پیش کیا ۔ رحیم الدین صاحب ظہیرآبادی نے (جو نئے ممبر ہوئے ہیں) اس کی تائید کی ۔ چنانچہ معین الدین احمد صاحب کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا ۔ سب سے پہلے صدر نے انجمن کے قیام اور اس کے مقاصد پر مختصر سی تقریر کی ۔ اس کے بعد عہدہ داروں کے انتخاب کے لئے رائیں لی گئیں ۔ چنانچہ رحیم الدین صاحب (ظہیرآبادی) صدر ۔ میں (منور حسین) معتمد ۔ معین الدین احمد نائب معتمد ۔ عبدالباری خاں سبحانی ۔ خزانچی

دور کردے

"تمھاری آپا جان"

عزیزی فضل امام (ورنگ آباد)

مضمون اور نظم دونوں چیزیں ایڈیٹر صاحب کے پاس بھجوادی گئیں ۔ خدا تمھیں امتحان میں کامیاب کرے اور تمھاری محنت وصول ہو ۔ اب خط کتابت کا سلسلہ جاری رکھنا

"تمھاری آپا جان"

عزیزی غوث محی الدین (عصمت محل لکھنو) خوشی کی بات ہے کہ تم اپنی برادری بڑھانے کی کوشش کررہے ہو ۔

عزیزی التفات اکبر (فیروز کوٹھی سے ضرور ملو ۔ فرنگی محل کے سب پیامیوں کو میری دعا پہنچا دینا ۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی آصف (علی گڑھ) برادری کے قاعدے اور کوپن تمھیں مل گئے ہوں گے ۔ ٹکٹوں کے مبادلے وغیرہ کے بارے میں براہ راست ایڈیٹر صاحب کو لکھا کرو ۔ تم نے اپنا کوپن بھر کر نہیں بھیجا ۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی لطافت فاطمہ (لکھنؤ)

تمھارا پچھلا خط مجھے نہیں ملا نہ مضمون شاید راستے میں کھو گیا ہو ۔ تمھارا یہ مضمون میں نے ایڈیٹر صاحب کے پاس بھجوا دیا ہے ۔ انھیں پسند آگیا تو خیر ورنہ اصلاح

کے بعد واپس کر دیں گے تم عزیزہ حسن آرا بیگم (امیر گڑھ) سے خط کتابت کرو۔ اپنی چھوٹی بہن کو میری بہت بہت دعا پہنچا دینا۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی شمس (ٹلھر) دونوں تصویریں ملیں۔ تمھاری بنائی ہوئی تصویر پیام تعلیم کے آرٹسٹ صاحب کو دکھائی گئی انھوں نے بہت پسند کی۔ ہاں عنوان غلط تھا۔ اُن کی تجویز کے مطابق یہ تصویر پیام تعلیم میں چھاپ دی جائے گی۔ بہت خوشی کی بات ہے کہ تم اپنی برادری کو چلانے اور اس کی شاخ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ پہیلیاں یا مضموں وغیرہ براہ راست ایڈیٹر صاحب کے پاس بھیجا کرو۔ بیج ایک قسم کا نشان یا علامت ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ تم فلاں انجمن یا برادری کے ممبر ہو۔ اب تم شاید سمجھ گئے ہوگے۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی فصاحت (دہلی) سلمہٗ تمھارے دو خط برادری کے قاعدوں اور کوپن کے لئے ملے اور دونوں بار یہ چیزیں بھیجی گئیں۔ پر تم نے کوپن بھر کے نہیں

مصطفےٰ کمال خاں صاحب شہزادی نائب خزانچی مقرر ہوئے

اس کے بعد چند ضروری تجویزیں پیش ہوئیں اور یہ طے پایا کہ :۔

(۱) ہر مہینے دو جلسے ہوا کریں۔

(۲) انجمن کا جلسہ چندہ اس وقت ہر مہینہ فی لڑکا ۱ر رکھا جائے۔

(۳) انجمن کا کام وہی رہے جو پیام برادری کے قواعد میں ہے۔

(۴) جگہ کے لئے مبشر احمد صاحب صدیقی نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کوئی مستقل انتظام کریں گے

(۵) چونکہ آج کل امتحان کا زمانہ ہے اور پھر اس کے بعد اسکول بند ہو جائے گا۔ اس لئے آئندہ جلسہ جون میں ہوگا۔

یہ سب باتیں طے پا جانے کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ اس میں چونکہ سب ممبروں نے شرکت نہیں کی تھی۔ اس لئے میں نے مبشر احمد صاحب کے ذریعے اس انجمن کا قیام اور پہلے جلسے کی روئداد ایک مقامی روزنامہ "مشیر دکن" میں بھیج دی ہے آپ بھی پیام تعلیم کے ذریعے پیامیوں کو مطلع کر دیجئے۔

ہم لوگ معین الدین احمد صاحب کے بہت ممنون ہیں کہ انھوں نے اس جلسے کے لئے اپنے مکان میں جگہ دی اور ہم لوگوں کی

بھیجا۔ کیا دوسری دفعہ بھی نہیں ملا۔ لکھو تو پھر بھیج دوں۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزی نعمت (بھوپال) تمھارے کوپن اور بیج کے دام مل گئے۔ بھوپال کے ممبروں کے پتے تمھیں بھجوا دوں گی

"تمھاری آپا جان"

عزیزی اقبال (سکھر) برادری کے قاعدے تو بھجوا چکی ہوں بیج کے بننے میں ابھی تھوڑی سی کسر ہے۔ جوں ہی آئے گا فوراً بھجوا دوں گی۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزی فیاض احمد (سہالی) تمھارے اور رضی احمد سلمہٗ کے کوپن مل گئے۔ بیج کے بارے میں کہیں اوپر لکھ آئی ہوں۔

"تمھاری آپا جان"

عزیزہ نجمہ خاتون (دہلی) رنگ بھری ہوئی تصویر مل گئی کوپن اور برادری کے قاعدے پہنچ گئے ہوں گے جلدی سے کوپن بھر کے بھیج دو تصویر کا بلاک کم سے کم سائز کا ڈیڑھ روپے میں بنے گا۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزی صلاح الدین (بسی پٹھانان) برادری کے ممبر تم بہت عرصہ سے ہو اور مجھے یاد آتا ہے کہ تمھارا نام بھی شائع ہو چکا ہے۔ تمھارا خط میں نے ایڈیٹر صاحب

لے معرفت امیر احمد صاحب اندر کوٹ

کو بھیج دیا تھا۔ کسی وجہ سے نہ چھاپ سکے ہوں گے۔ تمہاری آپا جانؔ

عزیزی زہرہ (اٹاوہ)

ماں بیٹی انسان کوشش کرے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ تم بھی کوشش کئے جاؤ۔ تصویروں کے انعامی مقابلے میں بس شرط یہ ہے کہ بچوں ہی کے ہاتھ کی کھنچی ہوئی ہوں۔ ڈولپ اور پرنٹ کرنا بچوں کے لئے ذرا مشکل ہے۔ اس لئے اس کی بھی پابندی نہیں ہے۔ تم اپنے ہاتھ کی کھنچی ہوئی تصویریں ضرور بھیجو۔ عزیزی منا سلمہٗ کی تصویر بھی بھیجو۔ میری طرف سے اسے پیار کر لینا۔ تمہارا خط مجھے بہت اچھا لگا۔ تمہارے خطوں کے جواب دینے میں مجھے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اپنی امی اور ابا کو میرا سلام پہنچا دینا۔ اب تو تم کوئٹے میں ہوگی۔

"تمہاری آپا جانؔ"

عزیزہ اسلام فاطمہ (آگرہ)

بیٹی مجھے بھی بہت افسوس ہے کہ اتنے دنوں تم یہاں رہ گئیں اور مجھ سے ملاقات نہ ہو سکی۔ خیر پھر سہی۔ خدا کرے تم امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیاب ہو۔ جلسے کی روئداد ضرور بھیجنا

خواہ مخواہ تواضع کی

مجھے امید ہے کہ آپ وقتاً فوقتاً ہم لوگوں کو اپنے مفید مشورے دیتی رہیں گی۔

اس وقت پیامِ تعلیم ملا۔ بہن آمنہ عمر کی انجمن کی روئداد دیکھ کر بہت خوشی ہوئی خدا ان کی اور ہماری انجمن کو دن دونی اور رات چوگنی ترقی دے۔ کاش حیدرآبادی بچیوں میں بھی اتنا جوش ہوتا! مجھے آپ سب پیامی بچیوں کے پتے بھی بھیج دیں تو اچھا ہو اور جتنے نئے ممبر ہوتے جائیں سب کے پتے بھیج دیا کیجئے۔ اس مہینے میں عبد الباری خاں صاحب نے چار ممبر بنائے ہیں۔ اب انشاء اللہ ہمارا ہر ایک ممبر بھی کوشش کرے گا۔ فقط۔ زیادہ حد ادب۔ منور حسین

معتمد شاخ پیام برادری (حیدرآباد دکن)

پچھلے پرچے میں انعامی مقابلے کے لئے میں نے کوئی عنوان نہیں دیا تھا۔ بہت سے بچوں کے شکایتی خط آئے تھے اچھا تو اس پرچے میں یہ عنوان رکھتی ہوں پالتو جانوروں میں سے کون سی جانور تم نے اپنے یہاں پالے ہیں تمہیں یہ کیوں پسند ہیں۔ اُن کا کچھ حال بھی لکھو۔ مضمون سو الفاظ سے زیادہ کا نہ ہو کاغذ کے ایک ہی طرف خوش خط لکھنا۔ اور بارہ مئی تک میرے پاس بھیج دینا۔ سرپرست یا استاد کی تصدیق ضرور کرا لینا۔ تمہاری آپا جان

تصویر مقابلے میں شامل کر لی گئی ہے۔ اپنے والد و والدہ اور بہنوں سے میرا سلام کہہ دینا۔ چھوٹوں کو دعا و پیار۔

تمہاری آپا جان۔

عزیزی عاشق (دہلی) تمہارا کوپن پہنچ گیا چھپنے کے لئے کوئی چیز بھیجنا ہو تو ایڈیٹر صاحب کے پاس بھیجو چھپنے کے قابل ہوگی تو ضرور چھپے گی۔ ورنہ واپس کر دی جائے گی۔

تمہاری آپا جانؔ

عزیزہ حفیظ النسا (سہارنپور روڈ)

خدا کا شکر ہے کہ تم اب اچھی ہو گئیں۔ مضمون کے بارے میں میں نے ایڈیٹر صاحب سے کہہ دیا ہے کہ وہ جیسا مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ مضامین کے متعلق تم اُن ہی سے خط کتابت کرو۔ تمہاری آپا جانؔ

عزیزی محمد انور (لائل پور) کوپن اور بیج کے دام وصول ہو گئے تم برادری کے باقاعدہ ممبر ہو۔ برادری کے قاعدے اور کوپن بھیج دئے گئے ہیں ملے ہوں گے فارم بھی بھر کر بھیج دو۔ اپنے دوستوں کو ممبر ضرور بناؤ۔ تمہاری آپا جانؔ

عزیزہ عقیلہ شاکر (میرٹھ)

دام پہنچ گئے ہیں اور خط بھیج دیا گیا ہے۔ جب آؤ تو مجھ سے ضرور ملنا۔ تمہاری آپا جانؔ

عزیزی وقار (میرٹھ) نہیں میاں کوئی بات نہیں۔ مجبوری تو کبھی مجبوری ہے۔ عزیزہ آمنہ نے جلسے کی روئداد بھیج دی تھی۔ اور اب وہ چھپ رہی ہے۔ روئداد بھیجنا عزیزی عثمان سلمہ کا کام ہے وہی تو سکریٹری ہیں نا؟ دوسرے جلسے کی روئداد اُن ہی سے لکھوا کر بھیجنا۔ "تمھاری آپا جان"

عزیزی احمد حسن سلمہ (لکھنؤ)، اب تم زو (عجائب خانہ) کے بالکل پاس آ گئے ہو یہ بھی اچھا کیا۔ اب کبھی لکھنؤ جانا ہو تو ملاقات میں آسانی ہو گی۔ اگر عقیل میاں نے ملنے میں پیش قدمی نہیں کی ہے تو تم خود جا کر اُن سے ملو آپس کی جھجک اسی طرح دور ہو گی

"تمھاری آپا جان"

عزیزہ آمنہ عمر (میرٹھ) یہ طریقہ اچھا ہے کہ جلسے کی روئداد چھپنے میں بہت دیر ہو جائے گی صرف عمر کی پابندی ضروری ہے اور کوئی پابندی لگانا میں اس وقت مناسب نہیں سمجھتی پیام تعلیم کا اشتہار اور نمونے اور بھجوا دیے ہیں مل گئے ہوں گے۔ میرٹھ آنے کا ارادہ تو اب تک ہے پر بیٹی فرصت ہی نہیں ملتی۔ مجھے بھی تم بچوں سے ملنے کا بہت شوق ہے خاص کر تم نے پیام برادری کے سلسلے میں میری بہت مدد کی ہے۔ بہت سے پیامیوں نے تمھاری تعریف کے خط لکھے ہیں۔ تمھارا بھائی کیا بیمار ہے۔ خدا کرے اب اچھا ہو گیا ہو اپنی والدہ اور والد کو سلام اور بہن بھائیوں اور پیام بچیوں کو میری دعا پہنچا دینا۔

تمھاری آپا جان۔

عزیزی امیر اللہ (ساگر) امتحان اب ختم ہو گیا ہو گا خدا تمھیں کامیاب کرے۔ میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے ساتھیوں میں اردو پڑھنے کا شوق پیدا کرو۔ عزیزی احسان اللہ اس سلسلے میں بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ بہت خوشی کی بات ہے کہ تمھیں اپنی برادری سے اتنی دلچسپی ہے اگر تم نے برادری کے کافی ممبر بنائے تو شاخ قائم کرنا کیا مشکل ہے

"تمھاری آپا جان"

عزیزی حمیرا (اعظم گڑھ) بیٹی مضمون یا کشیدہ کاری کی چیزیں ایڈیٹر صاحب کے پاس بھیج دیا کرو۔ رسالے میں گنجائش نہ ہو گی ورنہ تمھارے پھول ضرور شائع ہوتے تمھارے کوپن مجھے تو ملے نہیں۔ شاید راستے میں ضائع ہو گئے ہوں۔ تمھارا انعام بھیج دیا جائے گا۔ بھلا میں تم سے ناراض کیوں ہونے لگی تھی۔ میں تو بہت خوش ہوں کہ تم اپنے پرچے اور اپنی برادری کے لئے اتنی کوشش کرتی ہو۔ اپنی باجی کو آداب اور عزیزہ فاخرہ کو دعا پہنچا دینا۔

تمھاری آپا جان

عزیزی بشیر (حیدر آباد دکن) تمھاری تصویریں پہنچ گئیں۔ عزیزی شاہ جہاں کو بھیج دی جائیں گی۔ ابھی ابھی عزیزی ابرار قدوائی نے بھی چند تصویریں بھیجی ہیں۔ بہت خوشی کی بات ہے کہ تم نے تقریری مقابلے میں دوسرا انعام حاصل کیا۔ سگریٹ فیکٹری کے حالات تم ایڈیٹر صاحب کو بھیج دو۔ کوپن اور برادری کے قاعدے تمھیں مل گئے ہوں گے۔ خدا تمھیں امتحان میں کامیاب کرے۔ حیدر آباد میں شاخ قائم ہو گئی ہے۔ تم بھی اس میں شامل ہو جاؤ تصویر پر کسی سرپرست یا استاد کی تصدیق ہونا چاہئے

"تمھاری آپا جان"

عزیزی نصیر سلمہٗ - اپنی تصویر بھیج دو چھپ جائے گی - مضمون کے بارے میں براہِ راست ایڈیٹر صاحب سے پوچھ لو - عزیزہ رشیدہ بانو سے میری دعا کہہ دینا - مجھے بہت خوشی ہو گی - اگر وہ اپنے مدرسے کی بچیوں کو اپنی برادری میں شامل کرنے کی کوشش کرے گی -

"تمھاری آپا جان"

پیام برادری کے نئے ممبر

اسلام حسین - لکھنؤ
عقیلہ بانو - اجمیر شریف
محمد صالح - دہلی
محمد عظیم - کلکتہ
شیخ رحیم الدین حیدرآباد دکن
محمد یٰسین - حیدرآباد دکن
جلیل الرحمٰن - میرٹھ
اس، ظفر مہدی - دورالا - میرٹھ
ام ابن قریشی - میرٹھ
ام، یونس - میرٹھ
عاشق علی - دہلی
نثار احمد - میرٹھ
ظفر بانو - میرٹھ
شفیق فاطمہ - گلاوٹھی
محمد انور - لائل پور
یٰسین اے علی - شوالا عدن

سید اقبال حسین - حیدرآباد دکن
نرسنگ راؤ - حیدرآباد دکن
عطا کریم - موہ مرلے -
اقبال جہاں - حیدرآباد دکن
شوکت النسا بیگم حیدرآباد
رشیدہ بانو - بریلی -
سرتاج ولی خاں - بریلی
شمس الاسلام علی خاں - تلہر
مظہر الحق - میانوالی
انوار الحق - میانوالی -
زہرہ عبد المجید - اٹاوہ
سید محمد علی حسین آبادی - شیخوپورہ
نزہت کرمانیہ - پیلی بھیت
محمد اکرم - بیجا پطنی -
نعمت علی خاں - بھوپال

حسن آرا بیگم میرٹھ
اس، سبط علی دورالا میرٹھ
حبیب احمد - میرٹھ
فضل امام ملک گیا -
فیاض احمد - سہالی
آفاق زمانی - میرٹھ
قیصر بانو - میرٹھ
اسلام جہاں - بہرائچ
حسن او، اے شوالا - عدن
عتیق الرحمٰن قدوائی - بڑا گاؤں

بلقیس اقبال - میرٹھ
حسن الدین - میرٹھ
اس، ام مبین التوقیر - میرٹھ
ملک علی امام گیا -
وصی احمد - سہالی
مزمل بانو - میرٹھ
رفیعہ زمانی - میرٹھ
سید اظہر حسین رضوی - ناگپور
عبد اللہ ام المان - عدن
اکرم الرحمٰن قدوائی - بڑا گاؤں

رشکِ گلستاں۔ کشیدہ کاری کی مشین نما کتابیں

فن کشیدہ کاری سے دلچسپی رکھنے والی مستورات اور لڑکیوں کے لئے ایک نادر تحفہ

اس فن کے متعلق اب تک جتنی کتابیں تیار ہو چکی ہیں۔ ان سب میں صرف معمولی کاغذ پر مختلف ڈیزائن چھپے ہوتے ہیں۔ جنھیں کپڑے پر اتارنے میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اصل نمونے بھی دو تین مرتبہ ڈیزائن اتارنے کے بعد بالکل بے کار ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہماری اس ایجاد نے ان تمام مشکلات کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ہماری ان کتابوں میں تمام ڈیزائن اسٹینسل کے ذریعے بنائے گئے ہیں۔ جو ڈیزائن اتارنا ہو اس کا اسٹینسل کپڑے پر رکھ کر ہماری روشنائی برش کے ذریعے اس پر پھیر دیجئے۔ کپڑے پر ڈیزائن اتر آئے گا۔ نیز ڈیزائن اتارنے میں آپ کا ایک منٹ سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوگا۔ خوبی یہ ہے کہ ایک اسٹینسل سینکڑوں بار استعمال کرنے پر بھی خراب نہیں ہوتا۔

اب تک اس سلسلے کی ہم چھ کتابیں شائع کر چکے ہیں جن میں کئی سو کی تعداد میں مختلف قسم کے ڈیزائن ہیں۔ مثلاً چھوٹے بڑے چکن کے بوٹے۔ ہر قسم کے پھول، رومال، میز پوش، چادروں اور پردوں کے کونے اور سینٹر۔ جمپر کے گلے اور مونڈھے کی بیلیں، تکیوں کے لئے اشعار، شلوار کے پائنچوں اور ساڑھی کی بیلیں۔ مختلف قسم کی سین سینریاں جنھیں کاڑھنے کے بعد فریم کرایا جا سکتا ہے۔ الغرض ہر ضرورت کی چیز موجود ہے۔

ان چھ کتابوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

حصہ اول۔ (کم عمر لڑکیوں کے واسطے)

(۱) گل بہار نمبر ۱ لعہ (۲) گنگا جمنی نمبر ۲ لعہ (۳) باغ بہار نمبر ۳ ۸ر = کل مبلغ عہ (محصول ڈاک معاف)

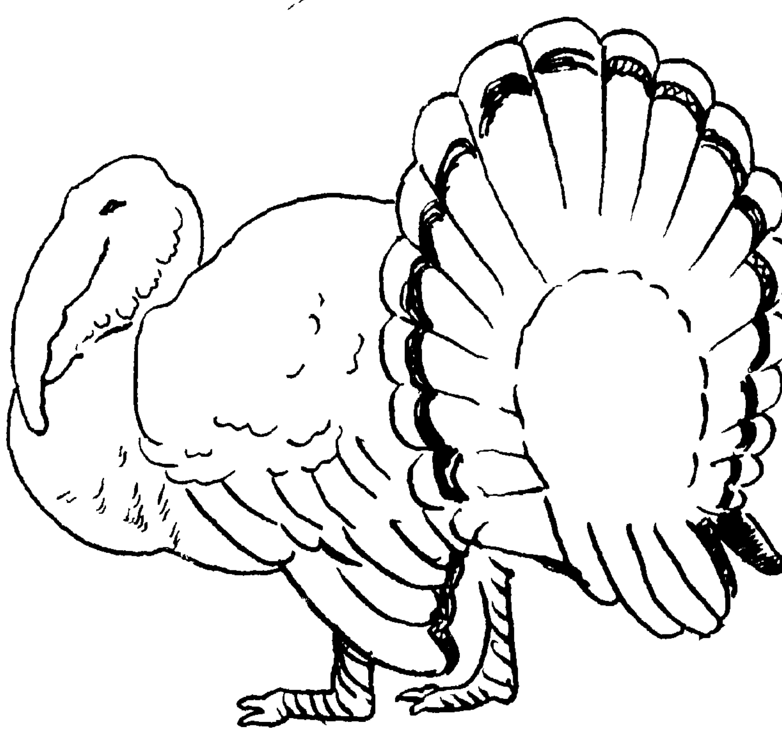
حصہ دوم (بڑی لڑکیوں اور مستورات کے لئے)

(۱) بیگم پسند نمبر ۱ ۱۶ر (۲) فلاور نمبر ۲ ۱ر (۳) آرائش نمبر ۳ ۱۲ر = کل مبلغ ۸عہ

جو خریدار دونوں حصے مکمل ایک ساتھ طلب کریں گے انھیں سات آنے محصول ڈاک کی رعایت کے علاوہ صرف دو روپے میں مکمل سٹ دیا جائے گا۔ اس طرح خریدار کو کل ۱۵ر کی کفایت ہو جائے گی

دی گلوب ٹریڈنگ کمپنی۔ قرول باغ۔ نئی دہلی

رنگ بھرو



نام .... عمر .... درجہ ....

پورا پتہ ....

تصدیق ....

مذہبی کتابیں

عقائد اسلام یہ رسالہ مسلمان بچوں کو اسلامی عقائد سکھانے کے لئے اختصار کے ساتھ سلیس اردو میں لکھا گیا ہے۔ ۱ر

ارکان اسلام اس رسالے میں اسلام کے پانچوں ارکان آسان زبان میں سمجھائے گئے ہیں۔ قیمت ۲ر

قرآن کیا ہے اور اس نے کیا کر دکھایا؟ بچوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ قرآن کیا ہے۔ کیسے اترا۔ کس پر اترا اور اس نے لوگوں پر کیا اثر کیا۔ قیمت ۲ر

چالیس حدیثیں یہی چالیس حدیثیں درج کی گئی ہیں جو خاص طور پر بچوں کے لئے سبق آموز ہیں۔ قیمت ۲ر

آخری نبیؐ آسان زبان میں آنحضرتؐ کی زندگی کے حالات لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۲ر

ہمارے نبیؐ ہمارے پیارے نبیؐ کی پاک زندگی کا حال کہانی کے انداز میں آسان اور دلچسپ زبان میں لکھا گیا ہے ۲ر

آں حضرتؐ رسول پاک کی زندگی کے حالات بہت آسان اور دلچسپ زبان میں۔ قیمت ۴ر

ہمارے رسولؐ یہ کتاب سرور عالم صلعم کی پاک سیرت پر ذرا بڑے بچوں کے لئے لکھی گئی ہے جس کے پڑھنے سے رسول کی محبت اور سنت کی پیروی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے ۵ر

سرکار کا دربارؐ سرور کائنات صلعم کے حالات، بچوں، عورتوں اور عام مطالعے کے لئے بہت مقبول و مشہور کتاب۔ آٹھواں ایڈیشن۔ قیمت ۶ر

سرکار دو عالم نسبتاً بڑے لڑکوں کے لئے سیرت پاک بہت ہی صاف ستھری اور آسان زبان میں چھاپی گئی ہے۔ قیمت ۸ر

چار یار حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم کے نصیحت آمیز اور دلچسپ حالات۔ تیسرا ایڈیشن ۲۰۰ صفحے۔ قیمت ۲ر

خلفائے اربعہ اس کتاب میں حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے حالات زندگی، خدمت اسلام، محبت رسول، عام عادات و اخلاق سہل زبان میں ذرا بڑے لڑکوں کے لئے لکھے ہیں اور بتایا گیا ہے کہ خلفائے اربعہ کے عہد میں عرب کی کیا حالت تھی اور اسلام نے کیا ترقیاں کیں۔ حجم ۱۴۴ صفحات۔ قیمت ۸ر

دس جنتی حضرت زبیر، طلحہ، عبد الرحمٰن، سعد، ابو عبیدہ اور سعید کے حالات تفصیل سے اور باقی چار یار رضی اللہ عنہم کے مختصر حالات۔ قیمت ۵ر

نبیوں کے قصے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام نبیوں کے حالات آسان زبان میں لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۵ر

اچھی باتیں ان آیات قرآنی کی عام فہم تفسیر جو پند و نصائح پر مبنی ہیں۔ قیمت ۳ر

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

دلچسپ معلومات اور ڈرامے

تاریخ ہند کی کہانیاں سینکڑوں برس پہلے کے ہندوستان کی تاریخی کہانیاں ایسی آسان اور پیاری زبان میں لکھی گئی ہیں کہ کوئی بچہ بغیر ختم کئے نہیں چھوڑ سکتا۔ پہلے حصے میں قدیم ہندی باشندوں کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں مسلمانوں کا۔

قیمت حصہ اول ۸ر۔ حصہ دوم ۱۰ر

اسلامی تاریخ کی کہانیاں اس کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں اسلامی تاریخ کی بہت کم مختصر کہانیاں چھوٹے بچوں کے لئے جمع کر دی گئی ہیں اور حصہ دوم میں ذرا بڑی کہانیاں ہیں۔ قیمت حصہ اول ۱۰ر۔ حصہ دوم ۱۲ر

کائنات سورج، چاند، ستارے اور ہماری یہ دنیا کیا چیز ہے، دن رات کیسے ہو جاتے ہیں گرمی جاڑا کیوں ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کو دلچسپ مثالوں کے ذریعے بچوں کو سمجھایا گیا ہے۔ ۱۴ر

دنیا کے بسنے والے عرب، افریقہ، جاپان، سوئزرلینڈ اور ہندوستان کے باشندوں کے حالات درج ہیں بہت دلچسپ۔ ۶ر

دنیا کے بچے دنیا کے چودہ مختلف ملکوں کے بچوں کے حالات بہت آسان زبان اور اچھوتے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ کتاب بہت مقبول ہوتی ہے۔ قیمت ۶ر

تعلیمی کھیل اس کتاب میں اول جماعت سے لے کر چھٹی جماعت تک کے لئے ایسے کھیل درج ہیں جن سے بچوں میں حساب، انگریزی اور ڈرائنگ وغیرہ کی استعداد بڑھتی ہے۔ قیمت ۳ر

دہلی دہلی کی خاص خاص عمارتوں کا دلچسپ بیان خاص طور پر بچوں کے لئے لکھا گیا ہے۔ بلاک کی چھ تصاویر اور دو نقشے۔

قیمت ۱۴ر

بچوں کے لئے ڈرامے

دیانت۔ ڈاکٹر ذاکر حسین	قیمت	۲ر
شریر لڑکا۔ ڈاکٹر سید عابد حسین	"	۳ر
قوم پرست طالب علم۔ محمد عبدالغفار مدہولی	"	۳ر
بچوں کا انصاف	" "	۳ر
اسکول کی زندگی	" "	۳ر
محنت	" "	۱۰ر

مکتبہ جامعہ

دہلی، نئی دہلی، لاہور

پیامِ تعلیم

دہلی

پیام تعلیم۔ یوپی، سی پی، برار، میسور اور حیدرآباد
کے محکمہائے تعلیم کی طرف سے سرکاری طور پر منظور کیا گیا ہے۔ منیجر

ایڈیٹر محمد حسین حسان ندوی (جامعی)

قیمت سالانہ عہ۔ فی پرچہ ۳ر

نمبر ۶	جون ۳۸ سنہ ۶	جلد ۲۱

فہرست مضامین

پرنٹر پبلشر ڈاکٹر سید عابد حسین ایم اے۔ پی ایچ ڈی محبوب المطابع برقی پریس دہلی

بچوں سے باتیں

اس مرتبہ پیامِ تعلیم میں تم ایک خاص تبدیلی اور ترقی محسوس کروگے۔ ہمارے ننھے پیامیوں کو شکایت تھی کہ اُن کی دلچسپی کے مضمون کم ہوتے ہیں۔ بات اصل میں یہ تھی کہ گنجائش کی کمی کی وجہ سے ہم اکثر مضمون باریک خط میں چھپواتے تھے۔ ننّھے باریک خط کے مضمون یہ سمجھ کر نہیں پڑھتے تھے کہ یہ بڑے لڑکوں کے لئے لکھوائے گئے ہیں۔ اب ہم نے یہ طے کیا ہے کہ بچوں کی دلچسپی کے مضمون موٹے خط میں لکھوائے جائیں اور تمام مضمونوں کی ترتیب اس طرح رکھی جائے کہ پہلے بچوں کے لیے مضمون ہوں، پھر بڑی عمر کے لڑکوں کے لئے اور پھر لڑکیوں کے لئے۔ آخر میں خط کتابت ٹکڑوں کی خبریں اور پیام برادری وغیرہ۔

اس طرح کی ترتیب سے رسالے کی گنجائش میں اور بھی کمی ہوگئی اس مشکل کا حل سوائے اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ صفحے بڑھا دئے جائیں اور تمھیں یہ سُن کر خوشی ہوگی کہ منیجر صاحب نے ۱۰ صفحوں کا مستقل اضافہ منظور کرلیا ہے (اس پرچے میں ۲۰ صفحے ہیں) ان صفحوں کے بڑھانے کی وجہ سے قیمت میں کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اس عرصے میں پیامیوں نے اپنے پرچے کے بہت سے خریدار بڑھائے ہیں اس سے منیجر صاحب کی ہمت بہت بڑھ گئی ہے اور انھیں یقین ہوگیا ہے کہ اپنے پرچے کی ترقی کے لئے جو کوشش اور محنت بچے کرسکتے ہیں بڑوں سے مشکل ہے۔

اس پرچے میں دو نظمیں چھپ رہی ہیں تتلی اور مرغی یہ پیامِ تعلیم کے خاص شاعر جناب شفیع الدین صاحب نیر نے بھیجی ہیں۔ نیر صاحب ماڈرن ہائی اسکول میں اردو کے استاد ہیں یہ نظمیں انھوں نے اپنے درجے کے بچوں سے لکھوائی ہیں اور ان میں بہت کم اصلاح کی ہے۔ ان میں ایک خاص بات یہ ہے کہ بچے کے دل میں جو بات آئی ہے اسی کو اس نے سیدھے سادھے لفظوں میں نظم کردیا ہے اور یہ بھی ہے کہ بچوں کے منہ پر وہی باتیں پھبتی ہیں جو ان کی عمر کے مناسب ہوں بڑی باتیں تو کچھ بڑوں ہی کے لئے مناسب ہیں۔ دوسرے پیامی بھی ہمیں اس طرح کی نظمیں بھیجیں گے تو ہم انھیں خوشی سے چھاپیں گے مگر وہ پہلے انھیں اپنے اُستاد کو دکھالیں پھر بھیجیں۔

اگلے سال گرہ نمبر کی تیاریاں ابھی سے شروع ہوگئی ہیں اس مرتبہ کا سال گرہ نمبر عجیب و غریب ہوگا ایسا کہ دیکھ کر تم حیرت میں رہ جاؤگے۔ اب کے اس میں ایسی چیزیں کم ہوں گی جنھیں تم بس ایک دفعہ پڑھ کر رسالہ الماری میں رکھ دو اور ایسی چیزیں زیادہ ہوں گی جن کی وجہ سے سال بھر تک رسالہ تمھارے ہاتھوں میں رہے گا تفصیل اگلے پرچے میں بتائی جائے گی۔

اس پرچے میں ہمارے پچھلے امیرِ جامعہ ڈاکٹر انصاری مرحوم پر ایک مضمون چھپ رہا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا انتقال اسی مہینے میں ہوا تھا اپنے ایک محترم بزرگ کی یاد تازہ کرنے کے لئے محترمہ صالحہ عابد حسین سے یہ مضمون خاص طور پر لکھوایا گیا ہے۔ امید ہے کہ تم اسے غور سے پڑھوگے اور اس سے مفید سبق حاصل کروگے۔

مئی کے پرچے میں صفحہ ۱۷۱ پر ایک کارٹون چھپا ہے۔ یہ کارٹون عزیزی غلام یزدانی نے بھیجا تھا۔ مگر کاتب کی غلطی سے معین الدین احمد انصاری کے نام سے چھپ گیا ہمیں اس غلطی کا افسوس ہے۔ بچے اپنے اپنے پرچوں میں ٹھیک کرلیں ۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات

الطاف فاطمہ لکھنؤ

جس وقت یہ خبر ملی کہ ڈاکٹر اقبال کا انتقال ہو گیا تو یقین نہ آتا تھا۔ لیکن جب اخباروں سے اس کی تصدیق ہوگئی تو انتہائی افسوس ہوا۔

مولینا حالی کے بعد یہی تھے جنھوں نے مسلمانوں کی حالت درست کرنے کے لئے نظمیں لکھیں اسی لئے اُن کی نظمیں ہر ایک شخص پسند کرتا تھا چند نظمیں تو ہر خاص و عام کو یاد تھیں۔ مثلاً ترانہ ہندوستان ہمارا، چین و عرب ہمارا۔ بچے کی دعا۔ میرا وطن وہی ہے۔ ہندوستان میں بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں خاص کر شاعر جن کی زندگی میں بھی ویسی ہی قدر ہو جس قدر مرنے کے بعد یہ فخر اقبال ہی کو حاصل تھا۔ بڑے بڑے لوگوں کی موت کا رنج صرف بڑوں ہی کو ہوتا ہے۔ لیکن ڈاکٹر اقبال کی موت کا رنج بچوں اور بڑوں کو یکساں ہوا۔ واقعی ہندوستانی خاص کر پنجابی اور پنجاب میں لاہور والے اپنے اس جلیل القدر فلسفی اور شاعر پر جتنا بھی فخر کریں کم ہے اور اُن کی موت پر جس قدر بھی رنج کریں بے جا نہ ہوگا۔

خیال کیجئے کس قدر خوش نصیب جگہ ہوگی جہاں پر مسلمانوں کا یہ بے مثل شاعر آرام کی نیند سو رہا ہوگا۔ میرے دل میں اقبال کی انتہائی قدر ہے۔ مجھے بچپن ہی سے جبکہ میری عمر پانچ برس کی تھی اُن کی نظمیں اچھی لگتی ہیں۔ اُن کو دیکھنے کا مجھے کس قدر شوق تھا یہ میں نہیں بتا سکتی مگر افسوس میرا شوق پورا نہ ہوا آؤ اپنے خدا سے دعا کریں کہ وہ ہمارے پیارے شاعر کو جنت میں جگہ دے اور اُن کی قبر پر رحمت کی بارش ہو۔ اُن کے لڑکے جاوید اقبال کو بھی ان ہی کی طرح بنائے اور ہم کو اقبال کی طرح اور شاعر دے (آمین)



تِتلی

وشنو دیال۔ ماڈرن ہائی اسکول ۔ نئی دہلی
(عمر ۱۱½ سال)



اُڑتی اُڑتی تتلی آئی تتلی آئی تتلی آئی
گھومتی آئی جھومتی آئی پھولوں کا منہ چومتی آئی
اس سے ہیں گلشن کی بہاریں اُڑتی ہیں تتلیوں کی قطاریں
باغوں سے یہ اُڑکر آتی میرا ہی یہ دل بہلاتی
رنگ برنگے پر ہیں اس کے اچھے اچھے پر ہیں اس کے
یہ لڑکوں کے پاس ہے آتی اُن کو ہی اپنا کھیل دکھاتی
اُڑتی اُڑتی جاتی ہے یہ
اپنے پر پھیلاتی ہے یہ

•<>•

آئینہ

سید محمد شمیم صاحب (جامعی)

(ایک جاپانی قصہ)

شہر سے بہت دور ایک جنگل میں دو میاں بیوی رہتے تھے۔ اُن کے کوئی بال بچہ نہ تھا۔ اس وجہ سے بہت دُکھی تھے۔ بہت سے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کی اُن کے سامنے سر رگڑا۔ آخر خدا خدا کر کے ایک بچی پیدا ہوئی۔ بہت خوب صورت۔ باپ ماں نے اس کا نام موتوسویاما رکھا۔ لڑکی حیثیت کے موافق بڑے لاڈ پیار سے پلنے لگی اور روز چاند کی طرح بڑھنے لگی۔

ایک دفعہ اس کے باپ کو کسی ضروری کام سے بہت دور کیوتو شہر جانا پڑا۔ جانے سے پہلے اس نے بیٹی کو گود میں لے کر خوب پیار کیا۔ پھر کہا "موتوسویاما، میری بچی! دیکھو اپنی ماں کی دیکھ بھال کرنا۔ اور خوب اچھی لڑکیوں کی طرح رہنا ہم جلدی واپس آئیں گے۔ ہم تمھارے لئے ایک ایسی چیز لائیں گے کہ تمھاری آنکھیں چکا چوند ہو جائیں گی۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور چلا گیا اور جب تک آنکھوں سے اوجھل نہ ہو گیا ماں بیٹی دروازے پر کھڑی آنسو بھرے آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتی رہیں۔

کئی مہینے بعد وہ شہر کیوتو سے واپس آ گیا۔ ماں بیٹی نے مل کر اس کے کھڑاؤں کھولے، پاؤں دھوئے اور پنکھا جھلنے لگیں۔ وہ چٹائی پر بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔ بہت دور سے گھوڑے پر آیا تھا نا! پھر اپنی بانس کی ٹوکری کھول کر اس نے پہلے ایک بہت بڑا کھلونا نکالا موتوسویاما کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ وہ پھولی نہ سمائی۔ پھر ٹوکری سے ایک چمک دار آئینہ نکالا اس پر کنارے کنارے چڑیوں اور پھول پتیوں کی تصویریں بنی تھیں۔ اس کو اپنی بیوی کے ہاتھ میں دے کر کہا "دیکھو، کیسی دلچسپ چیز ہے۔"

ایک تو غریب کی بیوی، پھر جنگل میں رہتی

تھی۔ اس سے پہلے آئینے میں کبھی اپنا چہرا نہیں دیکھا تھا اسی لئے جب اپنی صورت اس میں دیکھی تو سمجھی کہ کوئی دوسری عورت آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھ رہی ہے۔ اُسے ڈر بھی معلوم ہوا اور تعجب بھی ہوا۔ اُس کے منہ سے کوئی آواز نہ نکلی۔ اس کا شوہر سمجھ گیا۔ اس نے کہا "دیکھو! یہ بہت قیمتی چیز ہے، حفاظت سے رکھو"

کچھ دنوں کے بعد موتوسویاما کی ماں بہت سخت بیمار پڑی، جنگل میں وید یا حکیم کا ملنا تو مشکل تھا اسی لئے کچھ دنوں تک بغیر دوا دارو کے پڑی رہی اور مرگئی۔ مرنے سے پہلے بیٹی کو بلایا سینے سے لگاکر پیار کیا، پھر کہا "دیکھو بیٹی، اب ہم جارہے ہیں۔ میرے جانے کے بعد اپنے باپ کی خبر گیری کرنا۔ اُن کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ میرے بعد تمہارا کیا حال ہوگا! بہت روؤگی؟ رونا دھونا مت۔ جب میرے لئے جی گھبرانے لگے تو اس آئینے میں دیکھنا۔ اسی میں مجھے دیکھو گی" اس کے بعد وہ اور کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کی زندگی کی چڑیا اُڑگئی۔

اُف! موتوسویاما کس قدر روئی چپ ہی نہیں ہوتی تھی۔ آنسو تھمتا ہی نہ تھا۔ سسک سسک کر روتی تھی۔ آخر جب کسی طرح آنسو نہ تھمے تو ایک کونے میں بیٹھ کر آئینے میں دیکھنے لگی۔ اپنا چہرہ نظر آیا یہ وہ سمجھی اس کی ماں ہے۔ جنت میں جاکر بہت خوبصورت ہوگئی ہے اور سن بھی کم ہوگیا ہے۔ آئینے میں دیکھتے دیکھتے اس کا دکھ کچھ کم ہوا۔ وہ پھر کبھی نہ روئی جب اس کا جی گھبراتا تو آئینے میں دیکھتی اور سمجھتی کہ اس کی ماں قریب ہی ہے۔

اس کے باپ نے کچھ دنوں کے بعد دوسری شادی کی۔ اس کی نئی بیوی اچھی عورت نہ تھی موتوسویاما اس کو ایک آنکھ نہ بھائی ذرا ذرا سی بات پر اس کو ڈانٹتی دونوں وقت ہزاروں گالیاں دیتی۔ موتوسویاما چپکے چپکے روتی اور کونے میں بیٹھ کر آئینہ دیکھتی اور سمجھتی کہ اس کی ماں اس کو تسلی دے رہی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں۔ وہ اپنے ہی عکس سے چپکے چپکے جانے کیا کیا کہتی۔ وہ سمجھتی کہ اپنی ماں سے دل کا حال کہہ رہی ہوں لیکن اس کو اس کا بہت رنج ہوتا تھا کہ ماں جواب کیوں نہیں دیتی۔ پھر اپنے کو سمجھاتی کہ شاید

جنت میں آدمی کی طرح بات چیت نہیں کرسکتے ہیں۔
ایک دن اس کی سوتیلی ماں نے دیکھا کہ موتوسویایا ایک کونے میں پڑی کسی چیز کو دیکھ رہی ہے اور نہ جانے کیا بڑبڑا رہی ہے۔ اس کی سوتیلی ماں کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کے ہاتھ میں کیا چیز ہے آخر وہ بھی تو غریب تھی اس نے بھی کبھی آئینہ نہیں دیکھا تھا سوتیلی بیٹی سمجھ کر اس کو موتوسویایا پر غصہ آتا تھا اور سمجھتی تھی کہ ضرور لڑکی بھی اس سے نفرت کرتی ہے۔ اسی لئے وہ سمجھی کہ لڑکی اس کو مارنے کے لئے کوئی جادو ٹوٹکا کررہی ہے۔ ڈری کہ شاید یہ ڈائن ہے۔ بس کیا تھا ہن ہناتے ہوئے غصے میں شوہر کے پاس گئی اور خوب بڑھ چڑھ کر موتوسویایا کی شکایت کی "تمھاری پیاری بیٹی میرے مارنے کا سامان کررہی ہے آنکھیں ہوتیں تو تم دیکھتے! یا تو تم اس کو نکال باہر کرو یا ہم ہی گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ اس عمر میں ہم مرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور وہ بھی ڈائن کے ہاتھ سے۔"

اس کا باپ بن ماں کی بیٹی کو بہت پیار کرتا تھا۔ جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتا تھا اسی لئے ان کو ان باتوں پر ذرا بھی اعتبار نہ آیا لیکن بیوی کی بات بھی رکھنا تھی۔ گھر میں فساد کا ڈر تھا۔ اس کی بیوی کیسی لڑاکا اور جلادھی! اسی لئے وہ چپکے چپکے لڑکی کے پاس گیا۔ باپ کی آہٹ پاتے ہی لڑکی نے آئینہ چھپا لیا اب تو باپ کو سچ مچ غصہ آگیا۔ بات جھوٹی ہوتی تو وہ چھپاتی کیوں؟ بیوی نے جو کچھ کہا تھا وہ سب موتوسویایا سے کہا پھر پوچھا "اچھا سچ سچ بتاؤ کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟ ذرا بھی چھپایا تو کاٹ کر پھینک دوں گا"

کیسی مصیبت تھی! اس پر اتنا بڑا الزام لگایا گیا تھا۔ حالانکہ وہ بالکل بے قصور تھی اس کو اپنی بے عزتی پر بڑا رونا آیا اور رو کر کہنے لگی "نہیں ابا نہیں۔ آپ نے جو کچھ سنا بالکل غلط ہے۔ جھوٹ ہے جھوٹ۔ آپ نہیں جانتے میں کتنا آپ کو پیار کرتی ہوں؟ آپ اماں کو کتنا پیار کرتے ہیں۔ پھر میں کیسے اُن کے مارنے کا خیال کرسکتی ہوں"

باپ کا غصہ بہت کچھ دور ہوگیا۔ لیکن ایک بات کا شک رہ گیا۔ اس نے پوچھا "تو پھر تم نے چھپایا کیا ہے؟"

اس وقت موتوسویایا کو خیال ہوا کہ اگر

صاف صاف بات کہہ دوں گی تو آپا کا غصہ کم ہو جائے گا۔ کوئی شک شبہ نہ رہے گا۔ اسی لئے اس نے کہنا شروع کیا "یہ وہی آئینہ ہے جو آپ نے اماں کو کیولتوسے لاکر دیا تھا" "یہ اماں نہیں پہلی اماں" جواب جنت میں ہیں مرتے وقت یہ آئینہ وہ مجھے دے گئی ہیں۔ جب میں اس میں دیکھتی ہوں تو ماں کا خوب صورت چہرہ نظر آتا ہے۔ آج کل جب نئی اماں مجھے گالی دیتی ہیں۔ جب لال لال آنکھوں سے مجھے اس طرح دیکھتی ہیں جیسے مجھے کھا جائیں گی تو مجھے بہت دکھ ہوتا ہے اور میں کونے میں بیٹھ کر آئینہ دیکھتی ہوں۔ اس میں میری اماں ہنستی ہوئی نظر آتی ہیں۔ میں سب دکھ بھول جاتی ہوں۔ میرا جی ہلکا ہو جاتا ہے۔"

باپ کے آنکھ میں آنسو آ گئے۔ بیٹی کو چوما اور بہت پیار کیا۔ اس کو بہت افسوس ہوا۔ ابھی تک وہ اپنی ماں کو نہیں بھولی ہے اس کی ماں کی عزت اس کے دل میں اور بڑھ گئی ہے۔ سوتیلی ماں نے جب یہ باتیں سنیں تو اُسے بہت شرم آئی۔ اس نے بے جانے جو کچھ کہا یا جو بُرا سلوک کیا تھا اس کے لئے معافی مانگی۔ اس کے باپ نے بھی اس کی غلطی نہ بتائی کہ آئینے میں اس کا عکس نظر آتا ہے۔ اس نے خیال کیا کہ اچھا ہے اس بھول سے اس کو تسکین تو ملتی ہے۔ مونو سویا مانے بھی ماں کا سب قصور معاف کر دیا۔ دل سے سب غصہ نکال دیا۔

اس دن سے تینوں ہنسی خوشی اپنے جھونپڑے میں رہنے لگے ٭

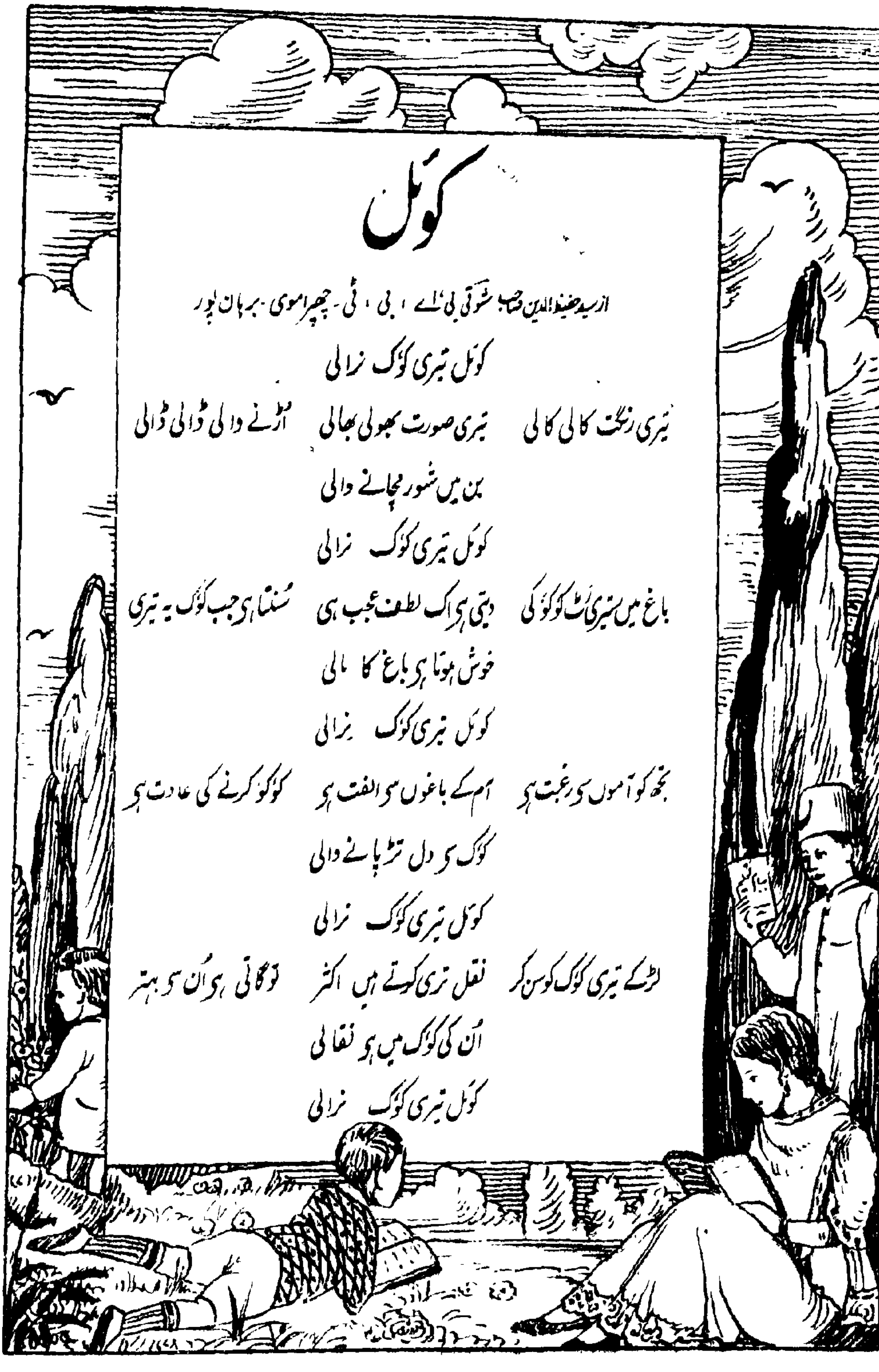


برسات کی بہار

(حکیم بدیع الزماں قمر نعمانی سہسوانی)

جھوم کے اٹھیں کالی گھٹائیں ٹھنڈی ٹھنڈی آئیں ہوائیں
اب یہ پانی برسائیں گی اب یہ ٹھنڈک پھیلائیں گی
اُجلے نیلے کالے بادل کردیں گے دنیا میں جل تھل
گاؤں کے رسیا خوش ہوتے ہیں کھیتوں میں دانے بوتے ہیں
بگلوں کی جاتی ہیں قطاریں جیسے چمکیں نور کی دھاریں
ندی نالے جو سوکھے تھے بہتے ہیں اب جھاگ اڑاتے
ڈالی ڈالی جھوم رہی ہے پھولوں کے منہ چوم رہی ہے
شبنم موتی رول رہی ہے بلبل میٹھی بول رہی ہے
کوئل بھی اترانی آئی راگ خوشی کے گاتی آئی
کیوں نہ کریں تعریف اس رب کی جس نے ایسی نعمت بخشی

آؤ گیت ہم اس کے گائیں
شکر کے سجدے میں جھک جائیں



کوئل

از سید حفیظ الدین صاحب شوقی بی اے ، بی ، ٹی - چھپراموی - برہان پور

کوئل تیری کوک نرالی

تیری رنگت کالی کالی
تیری صورت بھولی بھالی
اڑنے والی ڈالی ڈالی
بن میں شور مچانے والی
کوئل تیری کوک نرالی

باغ میں تیری کوکو کی
دیتی ہی اک لطف عجب ہی
سنتا ہی جب کوک یہ تیری
خوش ہوتا ہی باغ کا مالی
کوئل تیری کوک نرالی

تجھ کو آموں سے رغبت ہی
آم کے باغوں سے الفت ہی
کوکو کرنے کی عادت ہی
کوک سے دل تڑپانے والی
کوئل تیری کوک نرالی

لڑکے تیری کوک کو سن کر
نقل تری کرتے ہیں اکثر
تو گاتی ہی اُن سے بہتر
ان کی کوک میں ہی نقالی
کوئل تیری کوک نرالی

گوریلا



تم نے چڑیا گھر میں شیر، شیرنیاں
چیتے اور قسم قسم کے عجیب و غریب اور
خوفناک جانور دیکھے ہوں گے۔ پر گوریلا
بھی دیکھا ہے؟ ہندوستان کے عجائب
خانوں میں تو ہمیں نظر آیا نہیں۔ سنتے ہیں
کہ حیدر آباد میں ہے۔ گوریلا اور تمام دوسرے
جانوروں کی بہ نسبت آدمی سے بہت ملتا
ہے۔ پورا گوریلا ایک آدمی کے برابر ہوتا
ہے۔ اس کے دم نہیں ہوتی، دانت بھی
مقدار میں اتنے ہی ہوتے ہیں جتنے ہمارے
صرف ذرا بڑے ہوتے ہیں۔ ہاتھ بھی ہماری
ہی طرح ہوتے ہیں۔ لیکن گھٹنوں سے
نیچے ہوتے ہیں۔ سر بھی ہمارے سر سے
ملتا ہوا ہوتا ہے۔ جسم پر بال ہوتے
ہیں۔

گوریلا یہ درخت پر رہتا ہے مگر زیادہ
اونچا گھر نہیں بناتا اس لئے کہ اس کا جسم
بھاری ہوتا ہے۔ یہ سیدھا کھڑا ہو کر زیادہ
دور نہیں جاسکتا مگر گھٹنوں کے بل زیادہ
تیز دوڑتا ہے۔ گوریلا بہت خوفناک جانور
ہے۔ مگر یہ کبھی آدمی پر حملہ نہیں کرتا جب تک
کہ وہ خود خطرے میں نہ ہو۔ جب کبھی شکاری
اس گوریلا پر بندوق چلانے کا ارادہ کرتا
ہے تو یہ اس کی حفاظت کرنے کے لئے کھڑا
ہو جاتا ہے اور جب وہ دور نکل جاتی ہے تو
یہ دونوں ہاتھوں سے اپنے پیٹ کو پیٹتا ہے جس سے
ڈھول کی سی آواز نکلتی ہے اور شکاری کی
طرف آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اگر اسے فوراً بندوق
سے نہ مار ڈالا جائے تو یہ آدمی کو جان سے مار ڈالتا
ہے اور بندوق کی نالی اس طرح چبا ڈالتا ہے جیسے ہم نلکے کو

تصویریں جمع کرنا

محمد نور کھکھٹے ممبر پیام برادری

پیام تعلیم میں اب تک بہت سے مشغلوں کے بارے میں مضمون چھپ چکے ہیں۔ آج میں تصویریں جمع کرنے کے بارے میں کچھ لکھوں گا۔ یہ بھی بہت اچھا مشغلہ ہے۔ اور اگر آپ اس میں لگ جائیں تو یقین جانئے آپ اسے سب سے دلچسپ پائیں گے۔ اچھا اب آپ یہ کیجئے کہ بازار سے ایک موٹی سی ڈرائنگ بک خرید لائیے۔ ایک چھوٹی سی بوتل ولائتی گوند کی بھی ضرور خرید لیجئے۔ اس ڈرائنگ بک پر لکھئے "لوگوں کی تصویریں" اچھا اب چند صفحات پر لکھئے :۔ " ناموران ہند" اور ان صفحات پر ہندوستانی لیڈروں کی تصویریں چپکائیے۔ چند صفحات پر لکھئے "شاہان اسلام" اور اس عنوان کے ماتحت مسلمان بادشاہوں کی تصویریں لگائیے۔ چند صفحات پر لکھئے "اردو ادیبوں کی تصویریں" اور ان پر اردو زبان کے مشہور زندہ اور مرے ہوئے ادیبوں کی تصویریں لگائیے۔ اسی طرح دوسرے عنوانات لکھتے جائیے اور ان عنوانات کے مطابق تصویریں چپکاتے جائیے۔

ہر قسم کی تصویریں آپ کو انگریزی اردو ہندی اور دوسری زبانوں کی کتابوں، اخباروں اور رسالوں سے مل جائیں گی۔ دیکھئے کسی کام کی کتاب یا اخبار کو ہاتھ نہ لگائیے گا ورنہ سزا ملنے کا اندیشہ ہے۔

جس اخبار یا رسالے میں آپ کو کاپی میں چپکانے کے لائق تصویر ملے سب سے پہلے ابا میاں سے یا کسی اور بڑے آدمی سے پوچھئے کہ اس تصویر کے نکالنے سے کوئی حرج نہیں ہوگا اگر وہ اجازت دیں تو وہ تصویر احتیاط سے کاٹئے پھر تصویر کی پشت پر کونے میں ذرا سا گوند برش سے لگائیے اور جس عنوان کے نیچے لگانے کے قابل ہو لگا دیجئے اس طرح رفتہ رفتہ آپ کی کاپی بھر جائے گی اور پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مشغلہ بھی ٹکٹ جمع کرنے اور دوسرے مشغلوں

سے کسی طرح کم دلچسپ نہیں ہے۔

یہ تصویریں بہت بڑی نہ ہوں بس اتنی ہونی چاہئیں۔

آپ ہر قسم کی تصویروں کی علیحدہ علیحدہ کاپیاں رکھئے۔ مثلاً جانوروں کی تصویروں کی الگ کاپی رکھئے۔ مشہور عمارتوں کی تصویروں کی الگ کاپی رکھئے۔ اور اس طرح سے مختلف قسم کی تصویروں کی الگ الگ کاپیاں رکھئے۔

ٹکٹوں کی طرح آپ تصویروں کا مبادلہ بھی کرسکتے ہیں۔ مثلاً آپ کے پاس مصر کے بادشاہ کی تصویریں فالتو ہیں تو آپ اُن کے بدلے البانیہ یا اور کسی ملک کے بادشاہ کی تصویریں جو آپ کے پاس نہیں ہیں مانگ سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی کے پاس سرسید کی تصویر فالتو ہے تو آپ اس کو مولانا محمد علیؒ کی تصویر دے کر وہ تصویر لے سکتے ہیں

تصویر جمع کرنے کے متعلق جتنی باتیں لکھنی تھیں لکھ چکا۔ اگر کوئی بات پوچھنی ہو تو پیام تعلیم کے ذریعے پوچھئے گا۔ میں اس کا جواب پیام تعلیم ہی کے ذریعے دے دوں گا

اچھا اب رخصت!

اقبال

محمد مسیح الدین خاں بشیر آباد

ڈاکٹر سر محمد اقبال [illegible] میں سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی آپ کے استاد شمس العلما مولانا میر حسن صاحب اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ اقبال نے فارسی اور عربی علامہ موصوف ہی سے پڑھی۔ مولانا ممدوح اپنے ہونہار طالب علم اقبال سے نہایت محبت و شفقت سے پیش آتے تھے۔ اور بہت توجہ سے پڑھاتے تھے۔ اقبال نے انگریزی ہائی اسکول سے انٹرنس پاس کیا اس کے بعد انھوں نے گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کا اور ۲ سال کے بعد فلسفے میں ایم اے کا امتحان دیا

اقبال کو شروع سے شعر کہنے کا چسکا تھا۔ شروع شروع میں اقبال اس زمانے کے مشہور شاعر داغ سے اپنے شعروں پر اصلاح لیتے تھے۔ تھوڑے ہی دنوں میں وہ ایسے اچھے شعر کہنے لگے کہ جناب داغ نے فرمایا کہ اب تمھارے شعروں میں اصلاح کی بالکل ضرورت نہیں۔ یہ بھی کہا میں اقبال جیسے شاگرد پر جس قدر ناز کروں کم ہے۔ سر محمد اقبال نے [illegible] میں نالۂ یتیم کے نام سے ایسی اچھی نظم لکھی کہ پڑھنے کے بعد ناممکن ہے کہ آنکھوں سے آنسو نہ نکل آئیں۔ سر محمد اقبال نے ۳۲ سال کی عمر میں بیرسٹری پاس کرنے کے علاوہ۔ فارسی، عربی سنسکرت اور یورپ کی زبانوں میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ اقبال کے ایک ترانے نے:

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا ہم بلبلیں ہیں اس کی وہ گلستاں ہمارا

بچوں، بوڑھوں، جوانوں سب کے دل میں وطن سے محبت کی ایک نئی روح پھونک دی۔ لیکن افسوس اب کہاں ہے وہ اقبال جو گھر کے ایک کونے میں بیٹھا اپنے پیارے نغموں سے دیس والوں کے دلوں کو ابھار رہا تھا۔ اب کہاں ہے وہ اقبال جس کی شاعری اور فلسفے کی شہرت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ آؤ ہم سب مل کر اپنے اچھے شاعر کے لئے بخشش کی دعا کریں۔ خدایا تو ہمارے ملک اور ہماری قوم میں بہت سے اقبال پیدا کر۔ (کل من علیها فان[1])

[1] ہر ایک کے لئے فنا (موت)

مچھلی کا شکار

از محمد ابراہیم نیلی چھتری علی گڑھ

ایک دفعہ ہفتے کے دن عزیز میاں خوش خوش گھر میں گھسے اور آتے ہی مجھے آواز دی۔ میں نے کہا جی۔ کہنے لگے ذرا میری کتابیں تو رکھ آؤ۔ ایسی بات بتاؤں کہ خوش ہو جاؤ۔" میں کتابیں رکھ کے آیا تو کہنے لگے۔ "ارے آج ہفتہ ہے اور کل اتوار" میں نے کہا "جی"۔ کہنے لگے "جی کیا پھر کیا ہوگا" میں بولا "چھٹی"۔ کہنے لگے "جی کل صبح ہی صبح مچھلی کے شکار کو جائیں گے"۔

شکار کا مجھ کو ہمیشہ سے شوق ہے۔ اس لئے خوش ہو گیا۔ لیجئے پھر کیا ہے خلیل میاں سے بھی مشورہ ہو گیا۔ رات ہی کو بیگم صاحبہ سے پوچھ لیا اور صبح صبح میں نے جلدی سے خلیل میاں اور عزیز میاں کو جگایا جب تک وہ لوگ تیار ہوئے میں نے ناشتہ ٹھیک کیا اور پھر ہم سب ایک ٹفن ٹوکری اور ایک جھولی جس میں مچھلی پکڑنے کے لئے آٹا۔ کانٹے اور ڈور وغیرہ تھی۔ لے کر چل دئے۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک جھیل کے کنارے پہنچے۔ ہم تینوں نے اپنی اپنی بنسیاں پانی میں ڈالیں تھوڑی ہی دیر کے بعد خلیل میاں کی بنسی میں ایک مچھلی اٹک گئی۔ مچھلی کافی بڑی سی تھی۔ تھوڑی دیر ہم لوگوں نے دوسری مچھلی کا انتظار کیا۔ مگر نہ ملی دھوپ تیز ہو گئی تھی۔ اس لئے گھر جانے کی سوجھی مگر ہمارے عزیز میاں کو جلال آگیا کہ واہ ہم خالی ہاتھ جائیں گے۔ پھر کیا تھا لگے زور کرنے۔ بس نہیں چلتا تھا کہ کود کر ایک مچھلی پکڑ لائیں۔ مگر مچھلی نہ ملنا تھی نہ ملی۔ اور دھوپ کافی تیز ہو گئی۔ آخر تنگ آکر تینوں آگے چلے۔ راستے میں کچھ تو دھوپ کی تیزی اور کچھ غصے کی گرمی سے عزیز میاں کو پیاس لگی میں نے کہا "چلئے سامنے کے باغ میں چلیں امرود لے کر کھائیں گے اور پانی پئیں گے"۔ اللہ کی قدرت کہ وہ راضی ہو گئے۔ ہم لوگ باغ میں پہنچے۔ امرود مول لے کر کھائے مگر پانی نہ ملا۔ باغ والے سے

کہا کہ "ذرا اپنا ڈول اور رسی دے دو"۔ اس نے کہا "ڈول تو ہے مگر رسی نہیں"۔ بڑی مشکل سے اس نے اپنا ساقہ دیا۔ ہم لوگ کنویں پر پہنچے۔ اب یہ بحث شروع ہوئی کہ پانی کون نکالے۔ عزیز میاں کی ضد تھی کہ میں نکالوں گا۔ آخر تنگ آکر خلیل میاں بولے ابراہیم چھوڑ دو۔ ان کا جو جی چاہے کریں۔ انھوں نے جیسے ہی ڈول ڈالا۔ بس پھسل پڑے۔ خیر خدا کا شکر ہے کہ خود تو بچ گئے مگر ڈول ساقہ سمیت گر گیا۔ باغ والے نے ہماری سائیکل رکھ لی اور ہم تینوں کو پکڑ لیا۔ اب کیا کریں۔ خلیل میاں نے عزیز میاں کو ڈانٹنا شروع کیا کہ چلے ـــــ پانی نکالنے۔ چلو ابراہیم ہم تم چلیں۔

ہمارے عزیز میاں کو کہاں ان سب باتوں کی تاب تھی۔ لیجیے پھر کیا تھا ایک چھوٹی موٹی جنگ شروع ہو گئی۔ میں بیچارا کھڑا دیکھ رہا رہا تھا۔ اتنے میں خلیل صاحب کو یہ سوجھی کہ مچھلی کے کانٹے جوڑ کر نکالو۔ فوراً کانٹے جوڑے گئے اور ڈول نکالنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈول اوپر آنا شروع ہوا۔ اب ہم لوگوں کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد اس مصیبت سے چھٹ جائیں گے۔ مگر ایک سُتلی ٹوٹی اور ڈول مع ساقہ اور کانٹوں کے پھر گر گیا۔ اب کی عزیز میاں دور ہی سے تماشا دیکھ رہے تھے اب آگے بڑھے اور خلیل صاحب سے لڑنا شروع کیا کہ اب کی تو آپ کی عقل مندی تھی۔ بڑے عقل مند بنتے ہیں۔ دیکھا کیا ہوا۔ میں تو اپنا کانٹا لوں گا۔ اور مجھ پر بھی خفا ہونا شروع کیا۔ ایک طرف تو میں اور خلیل صاحب دوسری طرف عزیز میاں اور پھر وہی جنگ شروع ہو گئی۔ آخر ہم لوگ تنگ آکر بیٹھ گئے اور کسی راہگیر کا انتظار کرنے لگے۔

اتنے میں دو لڑکے آتے ہوئے دکھائی دئے۔ وہ اپنی بکریاں چرا رہے تھے۔ ہم نے اُن کو چار آنے دئے اور کہا کہ ہم تمھاری بکریوں کو دیکھتے ہیں اور تم ہم کو گاؤں سے ڈول نکالنے کا کانٹا لا دو۔ وہ بیچارے تھوڑی دیر میں لے آئے اور ڈول ساقہ مع کانٹوں کے نکال بھی دیا۔ اور ہم لوگ اس مصیبت سے چھٹے۔

اب شام کافی ہو چکی تھی۔ جلدی جلدی گھر

کی طرف لوٹے ۔ گھر آکر بھی ڈانٹ پڑی کہ تھوڑی دیر کو کہہ گئے تھے اور دن بھر باہر رہے ۔

اس بات کو بہت دن گذر گئے ۔ مگر ہمارے عزیز میاں کو اب تک دعویٰ ہے کہ اگر کوئی اور پانی نکالتا تو ڈول کے ساتھ خود بھی گرتا ۔ وہ تو وہی ایسے بہادر تھے کہ ڈول ہی پر خیر ہوئی ۔ حالانکہ اس قصے کو بہت دن ہوگئے ہیں ۔ اب بھی جب کبھی عزیز میاں سیر کے لئے جانے کو کہتے ہیں تو کہہ دیتا ہوں کہ بھائی ذرا اچھی طرح پانی پی کر یا ڈول نکالنے کا کانٹا لے کر چلئے ۔

بھائی شبلی

شبلی افغانی کی تصویر دیکھ کر حسن آرا بیگم (میرٹھ) نے اپنے بھائی سے یہ نظم لکھوائی ۔

(ایڈیٹر)

ابھی چترال کے بھائی کا فوٹو ہم نے دیکھا ہے　　ہمارے شبلی اعظم[ف] کا یہ ہم نام اچھا ہے
ابھی کم عمر ہے یہ نظم لکھتا ہے بہت اچھی　　جوانی میں بہارِ شاعری آئے گی شبلی کی
بلال اور خالدہ اور زاہدہ کو تنگ کرتا ہے　　یہ چھوٹے بھائیوں بہنوں سے وہ ہر دم جنگ کرتا ہے
اسے یہ چاہئے جنگل میں شیروں سے لڑے جاکر　　کوئی کمزور سے لڑکر نہیں ہوتا ہے نام آور
ذہانت ہے عیاں آنکھوں سے ۔ یہ لکھنے کا شائق ہے
اسے ہے شوق نظموں کا، یہ ہم بچوں سے فائق ہے

ف مولانا شبلی نعمانی جو ہندوستان کے بہت اچھے مورخ، فلاسفر اور ادیب تھے ۔

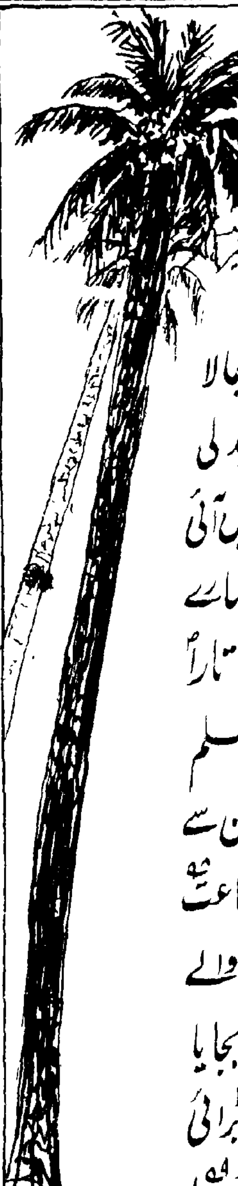
مرغی



غلام حیدر خاں۔ درجہ دوم، ماڈرن ہائی اسکول نئی دہلی (عمر ۱۰ سال)

کُٹ کُٹ کرتی مرغی آئی　　بچّوں کو وہ ساتھ ہی لائی
سارے بچّے ہیں بھولے بھالے　　رنگ ہیں اُن کے کالے کالے
اوپر سے جب چیل ہی آتی　　مرغی پروں کو ہی پھیلاتی
بچّوں کو اپنے پاس بُلاتی　　اپنے پَروں میں اُن کو چھُپاتی
پیار کیا کرتا ہوں میں اُن کو　　دانا دیا کرتا ہوں میں اُن کو
اک دن پیچھے سے بلّی آئی　　مرغی دیکھ اُسے گھبرائی
جلدی سے میں وہاں پر آیا　　اور بلّی کو مار بھگایا

جب میں نے یہ تماشا دیکھا
تب میں نے اس نظم کو لکھا



صلّی اللہ علیہ وسلم

مولوی محمد شفیع الدین صاحب نیر

سورج ایک عرب میں چمکا　　پھیل گیا ہر سمت اُجالا
باغِ جہاں کی رنگت بدلی　　دنیا بھر کی حالت بدلی
رحمتِ[1] باری جوش میں آئی　　خلقت ساری ہوش میں آئی
نیند کے ماتے جاگے سارے　　پاپ جہاں سے بھاگے سارے
سورج کون؟ محمدؐ پیارا　　دونوں جہاں کی آنکھ کا تارا
ذاتِ[2] گرامی، فخرِ[3] دوعالم　　صلّی[4] اللہ علیہ وسلم
فیض کا چشمہ جاری اُن سے　　ظاہر قدرتِ باری اُن سے
بہرِ[5] دنیا آیۂ[6] رحمت　　بہرِ عقبیٰ[7] وجہِ شفاعت[8]
سیدھی راہ دکھانے والے　　اچھی بات سکھانے والے
نیکی کا دربار سجایا　　امن و اماں کا ساز بجایا
سب کو بنایا بھائی بھائی　　کیسی چھٹائی کیسی بُرائی
ملّت ایک نئی کی پیدا　　شانِ خدا کی جس سے ہویدا[9]



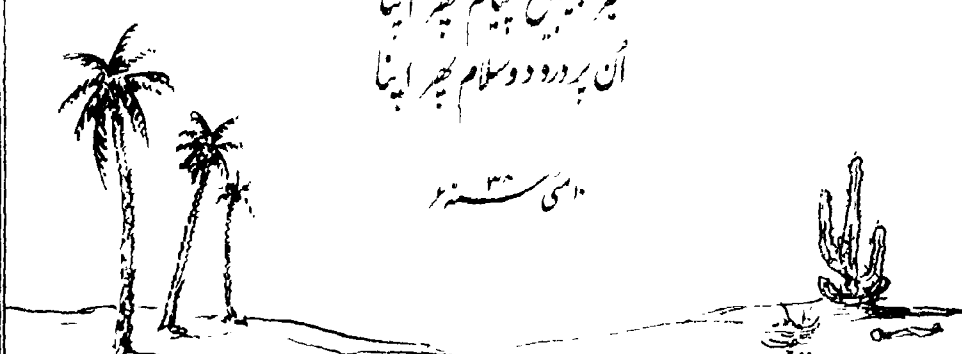
[1] خدا کی رحمت [2] بزرگ ہستی [3] دین اور دنیا کے لئے فخر [4] اللہ تعالیٰ کا اُن پر درود و سلام
[5] واسطے [6] نشانی [7] آخرت [8] بخشش [9] ظاہر

کام سب اچھے کرنے والی — صرف خدا سے ڈرنے والی
ملت کے سب فرد نرالے — جرأت والے ہمت والے
یوں ہونے کو تھے وہ انساں — لیکن کہلاتے تھے مسلماں
دل میں بسی ہر اک کی بھلائی — ساری خدائی کے شیدائی
حق کی راہ میں مرنے والے — خلق کی خدمت کرنے والے
علم و ہنر کے طالب سارے — حسنِ عمل میں غالب سارے
شمع ملت کے پروانے — سب سیانے اور سب فرزانے
سب سے خلق نرالا اُن کا — بول جہاں میں بالا اُن کا

آؤ یومِ رسولؐ منائیں — میٹھے میٹھے گیت سنائیں
آپس کے جھگڑوں کو مٹا دیں — قوم کو پھر اک بار جگا دیں
پھر دنیا میں اُجالا کر دیں — بول اسلام کا بالا کر دیں

نبیؐ کو بھیجیں پیام پھر اپنا
اُن پر درود و سلام پھر اپنا

۱۰ مئی سنہ ۳۰ء



لے - اچھے کام کے دن

بڑی عمر کے لڑکوں کے لئے

ڈاکٹر انصاری مرحوم

محترمہ صالحہ عابد حسین

میرے بچپن میں اکثر میری والدہ دہلی علاج کے لئے آیا کرتی تھیں۔ اس زمانے میں دو ڈاکٹروں کے نام ہمارے کان میں پڑتے تھے ایک ڈاکٹر رحمان دوسرے ڈاکٹر انصاری ہم سمجھتے تھے کہ دہلی میں بس یہی دو ڈاکٹر ہوں گے۔ کئی سال بعد جب میری والدہ زیادہ بیمار ہوئیں اور ہم لوگ ہر قسم کے علاج سے مایوس ہو گئے تو انھیں پہاڑ سے دہلی لے کر آئے۔ ہمارے چچا ابا نے کہا کہ دہلی میں ڈاکٹر انصاری کو دکھائیں گے۔ خدا جانے کیوں میرے مایوس دل میں یہ امید بندھ گئی کہ ڈاکٹر انصاری کے دیکھتے ہی یہ اچھی ہو جائیں گی۔ مگر خدا کی مشیت میں کون دخل دے سکتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر مایوسی کا اظہار کر دیا اور کچھ برائے نام دوا دیتے رہے اور میں بچپن کی ناسمجھی سے اس امید میں رہی کہ اب تو میری اماں ضرور اچھی ہو جائیں گی کہ ناگہاں ایک شب یہ امید کا طلسم ٹوٹ گیا اور میری اماں دنیا سے رخصت ہو گئیں

اس کے بعد کئی سال تک ہمارے ہاں کسی کو ڈاکٹر انصاری کے علاج کا سابقہ نہیں پڑا۔ سنہ [illegible]ء میں جب شادی کے بعد دہلی آئی تو ڈاکٹر صاحب کا نام اکثر سنتی تھی یہ مجھے پہلے بھی معلوم تھا کہ وہ امیر جامعہ ہیں مگر اس کا اندازہ نہیں تھا کہ اُن کے کارکنانِ جامعہ سے کس قدر عزیزانہ تعلقات ہیں۔ عابد صاحب اکثر ان کا ذکر بڑی محبت اور عقیدت سے کیا کرتے تھے۔ اس عرصے میں میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تو مجھے ڈاکٹر انصاری کے پاس دکھانے کو لے گئے۔ ڈاکٹر صاحب کے ہاں ہمیشہ مریضوں کا ہجوم رہتا تھا پہلے سے وقت مقرر کرائے جانے کے باوجود کئی کئی گھنٹے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ڈاکٹر صاحب کسی ذاتی کام میں مشغول رہتے تھے بلکہ وہ مریض کو کم سے کم گھنٹے سوا گھنٹے دیکھتے تھے اور اسی وجہ سے دوسرے مریضوں کو انتظار کرنا پڑتا تھا۔ پہلی مرتبہ جب مجھے بہت انتظار کرنا پڑا تو بڑی کوفت ہوئی۔ کئی گھنٹے بعد جب ڈاکٹر صاحب کے معائنے والے کمرے میں گئی تو انھوں نے حسب عادت بہت تپاک سے خیر مقدم کیا۔ "اوہو ہمارے ڈاکٹر صاحب آئے ہیں، کیوں بھئی عابد الٹے کیا تکلیف ہے؟ اور بیٹی تم مجھ سے پردہ کیوں کرتی ہو ارے تم تو میری بیٹی ہو تمہارے والد میرے بڑے دوست تھے۔" میں خاموش سر جھکائے بیٹھی رہی مگر ان کی شیریں آواز بہت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ غرض ایک گھنٹے تک حال پوچھتے رہے۔ خوب دیکھ بھال نسخہ لکھا اس کے استعمال کا طریقہ، کھانے پینے غرض ہر چھوٹی بڑی بات کے متعلق بڑی خندہ پیشانی سے مفصل ہدایتیں دیتے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب انھیں اور کسی کو دیکھنا یاد اور کوئی

کام ہی نہیں۔ اُن کی صورت دیکھنے کا مجھے پہلی مرتبہ اتفاق ہوا تھا ان کی بڑی بڑی آنکھیں جو دل میں اُترتی معلوم ہوتی تھیں اور اُن پر گہری سیاہ خوب گھنی بھویں اور پلکیں اُن کے چہرے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جس نے ایک بار بھی ڈاکٹر صاحب کو دیکھا ہو اُن کی گہری آنکھیں، جن میں محبت اور شفقت کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور دلاسا دینے والا چہرا کبھی نہیں بھول سکتا

اگلے سال میں علی گڑھ میں بہت سخت بیمار ہو گئی زندگی کی کوئی امید نہ تھی علی گڑھ کے سب اچھے اچھے ڈاکٹر دیکھ چکے تھے اور علاج کر رہے تھے مگر ان سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنتا تھا اس زمانے میں بہت سردی پڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر انصاری کی طبیعت کچھ خراب تھی اس لئے وہ مجھے دیکھنے علی گڑھ نہ آسکے اگرچہ انھوں نے بہت کہا کہ میں خود جاکر دیکھوں گا مگر عابد صاحب نے انھیں اصرار سے روک دیا کہ کہیں اس شدید سردی میں خود آپ کی طبیعت زیادہ خراب نہ ہو جائے پھر بھی وہ دلی ہی سے علی گڑھ کے ڈاکٹروں کو ہدایات دیتے رہے انھیں معلوم تھا کہ کمزوری حد سے زیادہ ہے اس وجہ سے انھوں نے بجائے "آٹو ویکسین" کے انجکشن کے خاص طور پر اس کی ٹکیاں بنوا کر کھانے کے لئے بھیجیں۔ جب کئی مہینے گذر گئے اور میرے مقامی معالج باوجود ایکس رے کے یہ نہ سمجھ سکے کہ کس قسم کا درد ہے تو ذرا سنبھلنے پر مجھے دلی لایا گیا۔ اگرچہ سفر میں حد سے زیادہ احتیاط برتی گئی تھی مگر پھر بھی ریل کے ہچکولوں نے اپنا رنگ دکھایا اور اسی دن پہلے سے کہیں زیادہ شدید درد اُٹھا۔ ڈاکٹر انصاری کو اطلاع کی گئی اور وہ اسی وقت تشریف لائے۔ آکر دیکھا اور کہا کہ گردے میں پھوڑا ہے۔ اس بات پر بہت خفا ہوئے کہ علی گڑھ کے ڈاکٹر اسے نہ سمجھ سکے اور الٹا علاج کرتے رہے مگر میرے سامنے یہ کچھ نہ کہا بلکہ تسلی دیتے رہے کہ بیٹی گھبراؤ نہیں اچھی ہو جاؤ گی۔ میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب سب ڈاکٹر ایسا ہی کہتے ہیں مگر اچھا کوئی نہیں کرتا" کہنے لگے "نہیں نہیں تم اچھی ہو جاؤ گی" میں نے کہا "میرا تو ڈاکٹروں پر سے بالکل اعتقاد اُٹھ گیا۔ اصل میں کر کچھ بھی نہیں سکتے بس کہا ہی کرتے ہیں" میرے چچا خواجہ غلام السیدین نے کہا "تم ڈاکٹر صاحب سے لڑ رہی ہو" میں نے کہا "جی نہیں میں تو اپنا خیال بیان کر رہی ہوں کہ ڈاکٹر محض اٹکل پچو علاج کرتے ہیں اُن کے بس میں کچھ نہیں ہوتا۔" اس پر ڈاکٹر انصاری خوب ہنسے اور بولے "بھئی خواجہ صاحب یہ لڑکی تو ڈاکٹری اور علاج کے فائدے ہی کی منکر ہو گئی۔ اب تو اسے اچھا کرنا اور ڈاکٹری علاج کا قائل کرنا ہی پڑے گا"، اس کے بعد جب ڈاکٹر ظفر یاب صاحب کو نسخہ لکھانے لگے تو جو دوا ڈاکٹر صاحب لکھاتے میں کہتی "ڈاکٹر صاحب یہ دوا تو میں پی چکی ہوں اس کا پلاسٹر لگ چکا ہے اس سے کچھ نہ ہوگا۔" کوئی دوسرا ڈاکٹر ہوتا تو بگڑ جاتا مگر وہ ہنس ہنس کر تشفی دیتے رہے اس کے بعد انھوں نے دلی کے متعدد ڈاکٹروں کے نام خط لکھوائے کہ فلاں آئے خون کا معائنہ کرے، فلاں ایکس رے کرے، فلاں قارورہ دیکھے۔ ایسا معلوم

ہوتا تھا کہ ایک بادشاہ ہے جو اپنی رعایا یا ماتحت افسروں کو احکام دے رہا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ڈاکٹر انصاری دہلی کے کل ڈاکٹروں کے بادشاہ تھے کس ڈاکٹر کی مجال تھی ڈاکٹر صاحب کے حکم کے خلاف کرے یا جس کے متعلق وہ منع کر دیں اس سے فیس لے بہت سے ڈاکٹروں کے پاس وہ اپنے مریض بھیجتے تھے اور وہ اُن کے ممنون احسان تھے مگر اصل میں اُن کے کمالِ فن اور حسنِ اخلاق نے سب کو گرویدہ کر رکھا تھا۔

ڈاکٹر صاحب کی زبان میں کچھ ایسی تاثیر تھی کہ سخت سے سخت مریض کو بھی ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ڈاکٹر انصاری اس کی آدھی بیماری لے گئے ہیں۔ جب ڈاکٹر صاحب چلے گئے تو میرے دل کو اطمینان ہوگیا کہ اب میں ضرور اچھی ہو جاؤں گی۔ پندرہ بیس دن کے علاج کے بعد میرے درد میں بہت کچھ کمی ہوگئی اور یا تو کروٹ لینا مشکل تھا یا اُٹھ کر تھوڑی دور چلنے بھی لگی مگر ڈاکٹر صاحب جانتے تھے کہ یہ افاقہ عارضی ہے اور آپریشن کی ضرورت ہوگی۔ وہ بھوپال جاتے وقت ڈاکٹر ظفر یاب سے کہہ گئے کہ پھر درد ہو تو ڈاکٹر جوشی کو دکھانا چنانچہ پھر درد کا شدید دورہ پڑا ڈاکٹر جوشی نے دیکھ کر فوراً آپریشن کرانے کا مشورہ دیا۔ میرا اصرار تھا کہ پہلے ڈاکٹر انصاری آجائیں تب فیصلہ ہو۔ اسی عرصے میں ڈاکٹر صاحب بھوپال سے آگئے۔ خود ڈاکٹر جوشی کو لے کر آئے دیر تک اُن سے مشورہ کرتے رہے اور اُن سے کہا کہ آپ اس کا علاج بہت توجہ سے کیجئے گا اور اسے میری بیٹی سمجھئے گا"۔ میں نے کہا کہ اگر آپ آپریشن کے وقت موجود ہوں تو مجھے بڑی تقویت رہے"تو مجھے تسلی دی کہ تم پریشان نہ ہو۔ ڈاکٹر جوشی بہترین سرجن ہیں۔ میں اپنی صحت کی خرابی کی وجہ سے یورپ جا رہا ہوں مگر میرے بدلے ظفر یاب تمہارے پاس رہیں گے" ڈاکٹر صاحب کے یورپ جانے کے بعد مجھے پھر اپنی صحت سے مایوسی ہوگئی۔

چھ مہینے بعد یورپ سے تشریف لائے تو پہلی فرصت میں مجھے دیکھنے آئے میں جوشی اسپتال میں تھی۔ میں نے بہت شکایت کی کہ ڈاکٹر صاحب میں اب تک اچھی نہیں ہوئی کہنے لگے" اطمینان رکھو۔ مہینہ بھر میں بالکل اچھی ہو جاؤ گی" میں نے کہا نہ ہوئی تو میں ستیاگرہ شروع کر دوں گی" خوب ہنسے کہا ضرور کر دینا مگر یقیناً اس کی نوبت ہی نہ آئے گی"۔ عابد صاحب سے الگ کہا کہ ڈاکٹر جوشی جو کچھ کر رہے ہیں ٹھیک ہے اس کے سوا کوئی علاج نہیں۔

نہیں کہہ سکتی کہ ڈاکٹر صاحب کی زبان میں کیا تاثیر تھی کہ پھر مجھے اپنی صحت کی قوی امید بندھ گئی

کچھ عرصے بعد میرٹھ میں میرے بہنوئی کا آپریشن ہوا اور چالیس گھنٹے کے بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ سارا خاندان تڑپتا تھا کہ کاش ڈاکٹر انصاری کو دکھا لیتے تو وہ بچ جاتے۔ میری باجی کو تو آج تک حسرت ہے۔ انھیں یقین ہے کہ اگر ڈاکٹر انصاری کا علاج ہوتا تو وہ یوں بے بسی میں نہ ختم ہو جاتے۔

مئی کے شروع میں میں میرٹھ میں تھی کہ ۱۱ جون

کہاں تک ۔ اتنے میں میرا بھانجہ آیا اور کہا باجی ابھی میرے ایک دوست نے کہا کہ ڈاکٹر انصاری کا انتقال ہوگیا ۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ زور سے کسی نے سینے پر مکہ مارا ۔ گھبرا کر ہم دونوں بہنیں کھڑی ہوگئیں اس سے تفصیل پوچھی تو اس نے کہا مجھے اور کچھ نہیں معلوم یہ سنا ہے کہ مسوری سے آتے ہوئے ریل میں دل کی حرکت بند ہوگئی ۔ مگر ہمیں یقین نہیں آیا ۔ سمجھے کہ لڑکا لونہی بک رہا ہے یا اس کو کسی نے بہکا دیا ہے ۔ مگر دل بے چین تھا ۔ بلا مبالغہ تمام رات میں اور باجی جاگتی رہے اور دعا مانگتے رہے کہ خدایا یہ خبر جھوٹ ہو مگر آہ ۔ سب دعائیں بے کار ہو چکی تھیں وہ ہم سے دور بہت دور بہتر مقام پر جا چکے تھے ۔

کسے خبر تھی کہ وہ مشہور و معروف ہستی جس کے ہاتھ سے ہزاروں مریض اچھے ہوئے ۔ جس کے پاس مایوس بیمار اس یقین کے ساتھ آتے تھے کہ اگر اچھا ہونا ہے تو بس ڈاکٹر انصاری ہی کے ہاتھ سے ہوں گے خود اس طرح کس مپرسی کی حالت میں ریل کے ایک خالی ڈبے میں چند منٹ کے اندر ختم ہو جائے گا ڈاکٹر صاحب نے زندگی بھر دوسروں کی خدمت کی تھی ان کو گوارا نہ ہوا کہ اُن کی وجہ سے کسی ایک آدمی کو بھی تکلیف ہو اس لئے انھوں نے رحلت کرنے کی بھی نئی جگہ تلاش کی ۔ کل من علیہا فان ۔[1]

یہ بات تو سب ہی جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم سینکڑوں کا علاج مفت کیا کرتے تھے ۔ اور بہت کم لوگوں سے فیس لیتے تھے ۔ لوگ ان کی فیاض طبیعت سے اچھی طرح واقف تھے اور صرف غریب ہی نہیں بلکہ امیر بھی اس سے فائدہ اُٹھاتے تھے ۔ جامعہ ملیہ کے تو کل استاد اور طالب علم گویا اُن کے اپنے ہی تھے ۔ پھر کانگرس سے جو اُن کا تعلق تھا اس کی وجہ سے بہت سے لوگ آکر مہینوں اُن کے مکان پر ٹھہرتے اور علاج کراتے ۔ ڈاکٹر صاحب کے دوستوں کا حلقہ بہت بڑا تھا ۔ پھر دوستوں کے عزیز اور اُن کے دوست سب مفت علاج کراتے تھے ۔ سنا ہے کہ بعض لوگ تو آتے ان ہی کے ہاں ٹھہرتے ، علاج کراتے اور اپنے خرچ کے لئے روپیہ بھی لیا کرتے تھے ۔

غریبوں کا علاج تو وہ ہمیشہ ہی مفت کرتے تھے ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب ایک مریض کو معائنہ کرکے ہٹے اور جب مریض اچکن پہننے لگا تو اس کی جیب سے کچھ چنے گر پڑے ۔ پوچھا تو معلوم ہوا کہ بے چارا غریب آدمی ہے ۔ دق کا مرض ہے اس لئے ڈاکٹر صاحب سے علاج کرا رہا ہے اور پیسہ پاس نہ ہونے کی وجہ سے چنے کھا کر گذارا کرتا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب کو یہ سن کر بہت رنج ہوا اسی وقت غالب صاحب (پرائیوٹ سکرٹری) کو بلا کر پوچھا کہ یہ شخص کتنی مرتبہ آچکا ہے ۔ انھوں نے بتایا کہ پانچ چھ مرتبہ ۔ اُن سے کہا کہ فوراً اس کی دی ہوئی کل فیس واپس کردو ۔ اور پھر بیس بائیس روپے اپنے پاس سے اسے دئے ۔ ایسے واقعات ایک نہیں بیسوں ہوتے تھے ۔ اکثر لوگ دور دور سے خط بھیج دیتے کہ ہم کانگرس کے والنٹیر ہیں

[1] ہر جان دار کے لئے فنا اور موت ہے ۔

مسلمان ہیں، پیسہ پاس نہیں کچھ امداد کیجئے ڈاکٹر صاحب فوراً روپیہ بھیجتے تھے۔

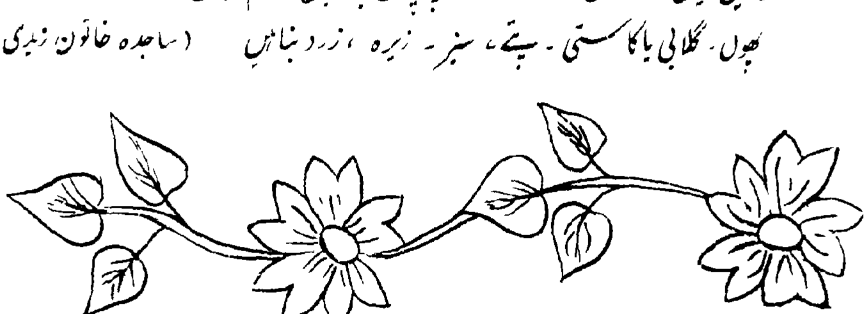
اکثر ایسا ہوا کہ جامعہ ملیہ والے ان کے پاس پہنچے کہ فلاں کام کے لئے اس وقت اتنے روپے کی سخت ضرورت ہے۔ ڈاکٹر صاحب پہلے تو کہتے کہ میں کیا کروں میرے پاس کہاں ہیں اور پھر یا تو رقم اپنے پاس سے دے دیتے اور نہ ہوتے تو وعدہ کر لیتے اگر کبھی یہ معلوم ہو جاتا کہ کوئی جامعہ کا رکن اُن سے خفا ہے (ان لوگوں کی خفگی کیا ہوتی تھی گویا اُن سے ناز کرتے تھے) تو فوراً موٹر لے کر پہنچتے۔ کبھی سنیما لے جاتے کبھی اُن کی دعوت کرتے اور ان لوگوں کو منا لیتے تھے۔ اکثر لوگوں کو ڈانٹتے بھی تھے اور سختی سے ڈانٹتے تھے مگر اُن کی ڈانٹ میں وہ شفقت اور پیار ہوتا تھا جو ماں کی ڈانٹ میں ہوتا ہے۔

آہ .... سنہ ۳۶ء کیسا منحوس سال تھا یہ ہمارے ملک کے کیسے کیسے دُر بے بہا چن کر لے گیا افسوس اس نے ڈاکٹر انصاری کو بھی نہ چھوڑا وہ غریبوں کے مددگار دوستوں کے سچے دوست ڈاکٹروں کے بادی قوم کے رہنما اور سچے ہمدرد تھے مجسم اخلاق اور حد درجہ فیاض تھے۔ اُن کی ہماری قوم کو ملک کو اور ہم سب ہی کو سخت ضرورت تھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اچھے آدمی کو خدا بھی اپنے پاس بلانے میں جلدی کرتا ہے۔

میری دعا ہے کہ خدا ہمارے ملک کے ہر بچے اور بڑے کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ وہ ڈاکٹر انصاری کی سیرت کو اپنے سامنے رکھے اور اُن کے نقش قدم پر چلے۔

ایک بیل

یہ بیل قمیض کے دامن۔ شلوار کے پائچوں پر اچھی معلوم ہوگی پھول۔ گلابی یا کاسنی۔ پتے، سبز۔ زیرہ، زرد بنائیں (ساجدہ خاتون زیدی)



ہندوستان سے امریکہ

از جناب سعید انصاری صاحب بی اے جامعہ ۔ ایم اے کولمبیا

لو بھئی سعید صاحب نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ۔ اپریل کے پرچے میں ہم نے اُن کے اس وعدے کا ذکر کیا تھا ۔ سعید صاحب جب تک امریکہ میں رہے ہماری درخواستوں کو خوب ٹالتے رہے ۔ ہم بھی مجبور تھے ۔ دور کا معاملہ تھا ہزاروں میل دور کا ۔ پر اب تو وہ فردل فارغ آ گئے ہیں ۔ اپنے گھر ۔ اس لئے ہماری گذارشوں پر توجہ نہ کرنا اب ذرا اُن کے لئے مشکل ہی ہے ۔ یہ مضمون کئی نمبروں میں شائع ہوگا ۔ اس نمبر میں دلی سے بمبئی تک کا حال ہے ۔ اس کے پڑھنے سے تمھیں اندازہ ہوگا کہ ہمت ، استقلال اور پکے ارادے کے آگے سب مشکلیں ہیچ ہیں ۔ (ایڈیٹر)

سفر کی تیاری

باہر جانے کا خیال مجھے سب سے پہلی بار سنہ ۲۲ء میں پیدا ہوا ۔ جب کہ میرے کئی ساتھی جرمنی میں پڑھ رہے تھے ۔ اس وقت جرمنی کی زندگی بہت سستی تھی اور لوگ بہت کم خرچ میں وہاں رہ سکتے تھے ، اس لئے میں بھی جرمنی جانے کے خیال میں مست ہو گیا ۔ لیکن یہاں ــــ وہی نہیں جس پر میاں چڑھیں ۔ جرمنی جاؤں تو کیسے جاؤں ۔

میں نے بچپن میں ایسپؔ[1] کی کہانیوں میں ایک گاڑی والے کا قصہ پڑھا تھا جس کا پہیہ کیچڑ میں پھنس گیا تھا ۔ وہ رو رو کر چلا رہا تھا کہ " اے خدا! اگر یہ سچ ہے کہ تو سب کی مدد کرتا ہے تو آ اور میری اس گاڑی کو کیچڑ سے نکال " ۔ تھوڑی دیر میں وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک نورانی شخص آیا اور اس سے بولا کہ " ارے بھئی ، اگر تو چاہتا ہے کہ تیری گاڑی اس کیچڑ سے نکل آئے تو ذرا خود بھی تو ہاتھ لگا اور پھر دیکھ ، خدا تیری مدد کرتا ہے " ۔ یہ کہنا تھا کہ اس نے ایک ہاتھ پہیے میں لگایا اور دوسرے سے بیلوں کو ہانکا اور اتنے میں اس کی گاڑی یہ جا وہ جا ، کیچڑ سے باہر نکل آئی ۔

میں نے بھی یہ سوچا کہ اگر مجھے جرمنی جانا ہی ہے تو سب سے پہلے خود کچھ کرنا چاہئے ، جب کہیں اوپر سے مدد آئے گی یوں بیٹھے بٹھائے کوئی کچھ نہیں

[1] ایسپ یونان کا ایک بہت بڑا عالم گذرا ہے جس نے بہت اچھی اچھی سبق آموز کہانیاں لکھی ہیں ۔

کر دے گا۔ چنانچہ دس سال تک مسلسل میں برابر اس کوشش میں رہا، جب کہیں جاکر امید کی کوئی صورت نظر آئی۔

اس دس سال کے عرصے میں ایک بات اور ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے جرمنی کے خیال کو چھوڑ کر امریکہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ جرمنی سے میرے بہت سے ساتھی پڑھ کر آچکے تھے، میں نے سوچا کہ کوئی نئی راہ اختیار کرنی چاہیے اور وہ بھی ایسی کہ جس سے میں دوسروں کو بہت سا فائدہ پہنچا سکوں۔ میں نے دیکھا کہ تعلیم کی طرف بہت کم لوگ گئے ہیں، اور وہ بھی چھوٹے بچوں کی تعلیم کی طرف تو بہت کم لوگوں نے توجہ کی ہے۔ میں نے یہ بھی سنا تھا کہ امریکہ میں اس کا آج کل سب سے اچھا انتظام ہے۔ اس لیے میں نے امریکہ جانے کا پورا فیصلہ کر لیا۔

اپنے ملک سے باہر جانے کے سلسلے میں ایک چیز جو سب سے پہلے کرنی پڑتی ہے، وہ پاسپورٹ کا انتظام ہے۔ پاسپورٹ ایک اجازت نامہ ہوتا ہے جو اپنی حکومت سے کسی دوسرے ملک میں جانے کے لئے لینا پڑتا ہے۔ اگر اپنی حکومت سے اس ملک کی لڑائی نہیں ہے تو اس اجازت نامے کے ملنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی۔ لیکن اگر حکومت کو کوئی خطرہ ہوتا ہے تو پھر پاسپورٹ ملنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

لیکن امریکہ کے معاملے میں ایک خاص قباحت ہے وہاں جانے کے لئے ایک اور اجازت نامہ لینا پڑتا ہے جسے ویزا (VISA) کہتے ہیں۔ یہ خود امریکی قنصل دیتا ہے جو کلکتہ یا بمبئی میں رہتا ہے۔ چنانچہ اس کے لئے مجھے کلکتے جانا پڑا۔ اس میں خاص دشواری یہ پیش آتی ہے کہ وہ اس وقت تک 'ویزا' نہیں دیتے جب تک یہ اطمینان نہیں کر لیتے کہ تمھارے پاس اتنا کافی روپیہ ہے کہ جب تک تم وہاں رہو گے اپنے خرچ پر رہو گے۔ وہ اس کے ساتھ اور بھی دو ایک چیزوں کی چھان بین کرتے ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہے کہ تم کس غرض سے جا رہے ہو؟ دوسرے یہ کہ تمھیں کوئی ایسی بیماری تو نہیں جو دوسروں کو لگ جائے۔

بات اصل یہ ہے کہ وہ اپنے ملک کو ہر طرح سے محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے ملک کے اندر کوئی ایسا شخص نہ آئے جو ان کی دولت میں حصہ دار ہو، کوئی ایسا نہ آئے جو کوئی نئی بیماری یا مرض لائے اور اسی لئے وہ ویزا دینے میں اس قدر سختی کرتے ہیں۔ خوش قسمتی سے میرے سب معاملے سے انھیں اطمینان تھا اور مجھے 'ویزا' کے ملنے میں کوئی خاص زحمت پیش نہیں آئی۔

کلکتے میں 'ویزا' کے لئے جب میں ٹھہرا تھا تو میں نے سوچا کہ لاؤ کچھ اور ضروری چیزیں بھی خرید لوں جن کی مجھے ضرورت پڑے گی۔ چنانچہ میں نے دو سوٹ بنوا لئے، ایک ہیٹ خریدی، کچھ ٹائیاں لیں۔ ان باتوں کی مجھے کچھ تمیز نہ تھی۔ لیکن کلکتہ میں مجھے ایک دوست مل گئے جنھوں نے بڑی احتیاط سے یہ چیزیں مجھے خرید دیں۔ مجھے اور سب باتوں سے زیادہ ایک بات پر اب تک بے اختیار ہنسی آتی ہے اور وہ یہ کہ جب سامان خریدنے میں ریزر اور بلیڈ کی باری

آئی تو میرے دوست نے مجھ سے پوچھا کہ بلیڈ کتنے لے دوں، میں نے اپنے جی میں حساب کیا کہ دو سال رہنا ہی دو کافی ہوں گے اور اُن سے کہا دو دے دیجئے۔ لیکن جہاز پر سوار ہونے کے چند ہی دن بعد معلوم ہوا کہ میرا وہ اندازہ بالکل غلط تھا۔

غرض ان سب تیاریوں کے بعد میں اعظم گڈھ آیا جو میرا وطن ہے۔ یہاں چند دن قیام کر کے اپنے عزیزوں اور دوستوں سے رخصت ہوا۔ یہاں ہندوستان سے باہر لوگ صرف حج کے لئے جایا کرتے ہیں۔ اس لئے میرا امریکہ جانا لوگوں کو عجیب سا معلوم ہوا۔ لیکن جب انھیں یقین ہوگیا تو انھوں نے پھر اسی طرح رخصت کیا جس طرح حج کے جانے والوں کو کیا کرتے ہیں۔

اعظم گڈھ سے میں دہلی آیا جو میرا تعلیمی وطن ہے۔ یہاں مجھے جامعہ اور احباب جامعہ سے رخصت ہونا تھا۔ جامعہ کے لوگ جب اپنے یہاں سے کسی کو رخصت کرتے ہیں تو اس کی اتنی دعوتیں کرتے ہیں۔ اتنی دعوتیں کرتے ہیں کہ وہ بیمار سا ہو جاتا ہے اور اسٹیشن پر اس طرح جوق جوق چھوڑنے آتے ہیں جیسے بارات جا رہی ہو۔

غرض اس اہتمام سے میں دہلی سے رخصت ہوا۔ اسٹیشن پر میں گاڑی چھوٹنے سے چند منٹ پہلے پہنچا اور اس جلدی میں میرے ساتھیوں نے سامان تیسرے درجے کے ایک چھوٹے سے ڈبے میں رکھ دیا جو بظاہر خالی نظر آ رہا تھا گاڑی چلی تو اس میں دو پولیس کے سپاہی بھی آ کر بیٹھ گئے میں نے سوچا کہ چلو رات آرام سے بسر ہوگی میں سوتا رہوں گا اور ان کی وجہ سے کوئی اس ڈبے کے اندر آنے نہ پائے گا۔

ابھی گاڑی چند اسٹیشنوں پر ٹھہری ہوگی کہ ایک اسٹیشن پر یہ سپاہی کسی کو پکڑ لائے اور اسے مار پیٹ کے بعد اس ڈبے میں بند کر دیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ بھئی یہ کیا بات ہے، اس نے کہا "صاحب! کیا پوچھتے ہو۔ چوری کے الزام میں ہم کو پکڑ کر یہاں لائے ہیں، میں بہت ڈرا کہ کہیں یہ رات میں کسی وقت میرا سامان نہ پار کر دیں۔ کچھ تو جامعہ کی دعوتوں کا اثر اور کچھ اس الجھن میں مجھے رات بھر نیند نہیں آئی۔ صبح ہوئی تو دیکھا کہ نہ وہ چور ہے اور نہ سپاہی۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ وہ حصہ دیسی ریاستوں کا علاقہ ہے جہاں کی حالت بہت خراب ہے۔ لوگ گاڑیوں سے چیزیں اچک لے جاتے ہیں اور یہ سپاہی اُن کی تاک میں رہتے ہیں کوئی مل گیا تو مار پیٹ کر کچھ وصول کر لیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں۔

رات کی یہ کوفت تو تھی ہی، دن کا سفر بھی کچھ زیادہ دلچسپ نہ تھا شمالی ہندستان کی طرح جلد جلد بڑے بڑے اسٹیشن نہیں آئے جس سے کوئی چہل پہل پیدا ہو۔ رستے میں نہ کوئی بڑا دریا آیا اور نہ کوئی پہاڑ بلکہ گاڑی یکساں میدانی علاقوں سے گذرتی چلی جا رہی تھی۔ شمالی ہند سے جنوب میں سفر کرنے کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا۔ اور مجھے افسوس ہے کہ اس کا مجھ پر کچھ اچھا اثر نہیں پڑا۔ غرض دو راتیں اور ایک دن گذرنے کے بعد علی الصبح میں بمبئی پہنچا۔ جہاں سے میرا سمندری سفر شروع ہونے والا تھا۔

(باقی آئندہ)



چین کی کہانی

چوتھا باب

محمود علی خاں صاحب جامعی

چاؤ خاندان

چوسن کا خاتمہ کرنے کے بعد جب وانگ بادشاہ ہوا تو اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ چوسن کے جمع کئے ہوئے اناج کو غریبوں میں تقسیم اور دولت کو رعایا کے کاموں میں خرچ کیا۔ محل میں جتنی عورتیں جمع تھیں سب کو آزاد کرکے اُن کے گھروں کو واپس کر دیا۔ لڑائی کے گھوڑوں کو جنگل میں چھڑوا دیا۔ اور تمام ہتھیاروں اور لڑائی کے سامان کو بند کروا دیا۔ رعایا کی تعلیم پر بہت زور دیا اور حکم دے دیا کہ کوئی سرکاری عہدہ وراثت کے طور پر باپ کے بعد بیٹے کو نہیں ملے گا بلکہ جو شخص قابل اور اس عہدے کے لایق ہوگا اسی کو دیا جائے گا۔ ان باتوں سے اس کی شہرت بہت بڑھ گئی۔ غرض اس نے بڑی اچھی طرح ملک کا انتظام کیا۔

سلطنت کے معاملے میں اس نے ایک بہت بڑی غلطی کی یعنی ملک بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آگے چل کر حکومت کمزور پڑ گئی اور ریاستوں کے زور پکڑ جانے سے ملک میں بہت گڑبڑ رہی۔ یہاں تک کہ اس کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔

وانگ کا باپ بہت قابل شخص تھا اور اس کا بھائی چوکنگ بھی بڑا زبردست عالم تھا۔ کہتے ہیں کہ قطب نما اسی کی ایجاد ہے۔ اس نے حکومت کرنے کے طریقوں کے بارے میں ایک زبردست کتاب لکھی ہے جس کا نام چولی ہے۔ اس کتاب میں رعایا کے پیشوں کے لحاظ سے انھیں ۹ حصوں میں تقسیم کیا ہے اور سلطنت کا کاروبار چھ وزیروں کے سپرد کیا ہے اُن کے کام بھی علیحدہ علیحدہ لکھ دئے یہ انتظام ایسا اچھا تھا کہ اس وقت سے لے کر ابھی ۱۹۱۱ء تک برابر اسی طرح چلتا رہا۔

وانگ کے بعد چین کی بادشاہت اسی کے خاندان میں رہی جو چاؤ خاندان کے نام سے مشہور ہے۔ اس خاندان نے چین کے تمام شاہی خاندانوں کے مقابلے میں زیادہ مدت تک حکومت کی یعنی کوئی ۸۰۰ برس اس کا راج رہا اور اس عرصے میں ۳۵ بادشاہ ہوئے

اس خاندان کے چوتھے بادشاہ چو وانگ نے شکار کھیلتے میں رعایا کے کھیتوں کو روند ڈالا اس پر رعایا نے اسے پکڑ کر دریا میں ڈبو دیا۔ اس کے بعد مووانگ تخت پر بیٹھا۔ اس نے اپنی آٹھ گھوڑوں کی گاڑی پر بیٹھ کر بہت دور دور کا سفر کیا اور اس زمانے میں جتنی دنیا معلوم تھی اس کا کونا کونا چھان مارا۔

چاؤ خاندان کا بارھواں بادشاہ یو وانگ تھا

یہ ایک عجیب مذاق کیا کرتا تھا۔ یعنی بیٹھے بٹھائے یہ خبر کرادیا کرتا تھا کہ باہر سے دشمن نے حملہ کیا ہے۔ بس فوراً تمام ریاستوں کے سردار اپنی اپنی فوجیں لے کر بھاگے چلے آتے تھے۔ جب محل پر پہنچتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ یہ تو بادشاہ کا مذاق تھا۔ ایک دفعہ سچ مچ دشمن آن پہنچا۔ اب جو اس نے خبر کرائی تو سب نے مذاق سمجھا اور کوئی اس کی مدد کو نہ آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مارا گیا۔

اس کے بعد بادشاہت دن بدن کمزور ہوتی گئی اور ریاستیں زور پکڑتی گئیں۔ ان میں سے چِن کی ریاست سب سے طاقت ور تھی۔ اسی کے سردار نے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ۲۵۶ برس پہلے چاؤ خاندان کے آخری بادشاہ نان وانگ کے انتقال پر اس کے وارث کو قید کرلیا اور ۷ برس بعد خود بادشاہ بن بیٹھا۔

چاؤ خاندان کا آخری زمانہ بہت خراب گذرا ہے۔ سارے ملک میں گڑبڑ پھیلی ہوئی تھی۔ اور حکومت کا سارا انتظام تتر بتر ہوگیا تھا۔ لیکن ایک عجیب بات ہے کہ اسی گڑبڑ کے زمانے میں چین میں بہت بڑے بڑے عالم پیدا ہوئے۔ جن میں سے لاوزے اور کنفیوشس بہت مشہور گذرے ہیں۔ کنفیوشس حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے چھ سو (۶۰۰) برس پہلے پیدا ہوئے تھے چین والے انھیں مہاتما سمجھتے ہیں اور مذہب کے معاملے میں اپنا پیغمبر مانتے ہیں۔ انھوں نے شوکنگ کے نام سے تاریخ پر دنیا کی سب سے پہلی کتاب لکھی۔ جس میں یاؤ بادشاہ سے لے کر چاؤ خاندان کے شروع زمانے تک کا سب حال لکھ دیا۔

کنفیوشس جس زمانے میں پیدا ہوئے اسی زمانے میں دنیا میں کئی مذہبوں کے بانی پیدا ہوئے۔ ہندوستان میں بودھ مذہب کے بانی مہاتما بودھ اور جین مذہب کے بانی مہابیر پیدا ہوئے اور ایران میں پارسی مذہب کے بانی زرتشت پیدا ہوئے۔

پانچواں باب

چِن خاندان ریاست چِن کے رئیس وین نے چاؤ خاندان کے آخری بادشاہ وانگ کے مرنے کے بعد اس کے وارث کو قید کرلیا پھر سات برس تک ملک میں گڑبڑ مچی رہی۔ کیوں کہ ملک میں کوئی بادشاہ نہ رہا تھا۔ آخرکار حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ۲۴۹ برس پہلے وین خود بادشاہ بن گیا اور بادشاہت چِن خاندان میں چلی آئی۔ اس خاندان نے چین کے سارے شاہی خاندانوں کے مقابلے میں سب سے کم زمانے تک حکومت کی یعنی صرف ۵۰ برس تک اس کا راج رہا اور صرف ۵ بادشاہ ہوئے۔

اگرچہ اس خاندان نے سب سے کم حکومت کی لیکن یہ کئی باتوں کے لئے بہت مشہور ہے۔ ایک تو اس خاندان کے زمانے سے چین کی پوری پوری تاریخ لکھی ہوئی مل جاتی ہے۔ دوسرے اسی خاندان کے زمانے میں ساری ریاستیں مل کر چین ایک ملک بنا اور اس کا یہ نام پڑا جو اب تک مشہور ہے۔ تیسرے اسی خاندان کی حکومت میں چین کی مشہور دیوار بنی۔

اس خاندان کا بانی وین بڑی بڑی مصیبتیں اٹھا کر اس درجے کو پہنچا تھا۔ ایک زمانے میں تو اس کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ بے چارا بھیک مانگ مانگ کر گذارا کرتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی سن لی اور اپنی محنت اور ایمان داری کی وجہ سے وہ فقیر سے چین کا بادشاہ بن گیا۔

چن خاندان کا چوتھا بادشاہ بہت مشہور گذرا ہے۔ جس زمانے میں ہندوستان میں اشوک کا راج تھا اسی زمانے وہ چین کا بادشاہ ہوا اس کا اصلی نام چینگ تھا وہ تیرہ برس کی عمر میں تخت پر بیٹھا اور ہوانگ تی کا لقب اختیار کیا اس کے معنی ہیں "پہلا شہنشاہ" اور سچ پوچھو تو وہ تھا بھی پہلا شہنشاہ۔ کیوں کہ اس نے سب سے پہلے چین کی تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو توڑ کر ملک کو ایک کیا اور اس کا نام اپنے خاندان چن کے نام پر "چین" رکھا۔ پھر اس سارے ملک پر ایک حکومت قائم کی۔ ایک قانون جاری کیا۔ ایک سا انتظام کیا۔

چین کے اتر پچھم کی طرف تاتاری قوم آباد تھی یہ قوم بہت لڑنے والی تھی۔ اکثر چین پر حملے کیا کرتی تھی اور چین والوں کو پریشان کرتی تھی۔ چین والے ہمیشہ سے امن کو پسند کرتے ہیں لڑائی سے انھیں نفرت ہے تمھیں یہ سن کر ہنسی آئے گی کہ چین میں لڑائی اور فتح کے بارے میں ایک عجیب رواج تھا۔ یعنی جب دو آدمی لڑتے تھے تو فتح اسی کی سمجھی جاتی تھی جو پہلے بھاگ کھڑا ہو تاتاریوں سے ملک کی حفاظت کرنے کے خیال اور لڑائی سے نفرت ہونے کی وجہ سے چن بادشاہ نے ایک ترکیب نکالی۔ اس نے سرحد پر ایک بہت بڑی دیوار بنوا دی تاکہ تاتاری ادھر نہ آسکیں۔ یہ "دیوارِ چین" کے نام سے مشہور ہے اور دنیا کے عجائبات میں سمجھی جاتی ہے۔ اس کی لمبائی چودہ سو میل، اونچائی بیس فٹ اور اور چوڑائی تیرہ فٹ ہے۔ دیوار کے اوپر سڑک بنی ہے اور دو گاڑیاں برابر برابر آسانی سے اس پر جا سکتی ہیں۔ سو سو گز پر خوبصورت مینار بنے ہیں۔

اس بادشاہ نے ایک عجیب حرکت کی۔ کچھ لوگ اس حرکت کو بہت برا سمجھتے ہیں اور اس کو بددماغ اور پاگل کہتے ہیں۔ اور کچھ اس بات کو اچھا سمجھتے ہیں اور بادشاہ کو اصلاح اور ترقی کرنے والا کہتے ہیں۔

اس نے حکم دیا کہ جوتش۔ دوا علاج اور کھیتی باڑی کی کتابوں کے علاوہ باقی سب کتابیں جلا دی جائیں وہ خاص کر کنفیوشس کی اور تاریخ کی کتابوں کا سخت دشمن تھا۔ جس کسی کے پاس یہ کتابیں نکلتی تھیں اسے بال بچوں سمیت قتل کرا دیتا تھا۔

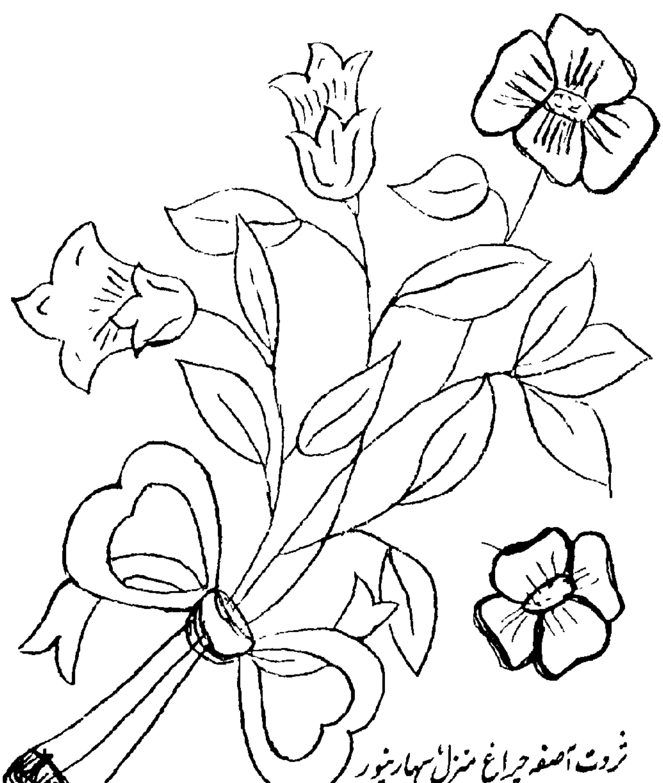
اس کے مخالف یہ کہتے ہیں کہ وہ بہت مغرور تھا اور یہ چاہتا تھا کہ دنیا اسی کو چین کے ملک۔ اس کی حکومت اور اس کی تہذیب کا بانی اور سب سے پہلا شہنشاہ سمجھے اس لئے وہ پچھلوں کا نشان بالکل مٹا دینا چاہتا تھا لیکن اس کے طرف دار یہ کہتے ہیں کہ وہ چین کی ترقی چاہتا تھا۔ پرانے خیال کے لوگ ترقی کرنے والے کی ہمیشہ مخالفت کرتے ہیں۔ بات بات میں پرانی کتابوں کا حوالہ دیتے ہیں اور جو باتیں ان میں لکھی ہوں اس کے خلاف کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے بزرگوں کے گیت گایا کرتے

ہیں لیکن خود کچھ نہیں کرتے یعنی اُن لوگوں کی نظر مستقبل (آنے والے زمانے) کی طرف نہیں بلکہ ماضی (گذرے ہوئے زمانے) کی طرف ہوتی ہے ۔ آگے نہیں بلکہ پیچھے دیکھا کرتے ہیں ۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ اگر اللہ میاں یہ چاہتے کہ انسان اپنے سامنے نہیں بلکہ پیچھے کی طرف دیکھا کرے تو وہ آنکھیں سامنے نہیں بلکہ پیٹھ کی طرف لگاتا چونکہ اللہ میاں نے سامنے آنکھیں لگائی ہیں اس لئے ہمیشہ ہمیں ماضی کی طرف نہ دیکھنا چاہیے بلکہ نظر مستقبل پر رہنا چاہیے ۔

شی بادشاہ ملک کو آگے لے جانا چاہتا تھا اس لئے وہ ماضی کا خاتمہ کر دینے پر تل گیا تاکہ لوگ پیچھے مڑ کر نہ دیکھ سکیں اور آگے بڑھنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو ۔

خیر ۔ کچھ بھی ہو لیکن یہ بادشاہ تھا بہت زبردست ۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ارہ تخت پر بیٹھا لیکن وہ نالائق نکل گیا ۔ اور اس کی نالائقی کی وجہ سے سلطنت بھی چن خاندان کے ہاتھ سے نکل گئی جب سلطنت کی حالت ابتر ہونے لگی تو ایک معمولی سپاہی کاؤ سو اُٹھ کھڑا ہوا اور حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش سے ۲۰۶ برس پہلے اس نے چین کے تخت پر قبضہ کر لیا ۔

خوبصورت پھول



یہ پھول کشن کے کولوں پر زیادہ موزوں رہے گا ۔ بہنیں سی آئی اڈی کی لچھیوں سے کاڑھیں اور حسب پسند رنگ استعمال کریں ۔

ثروت آصفہ چراغ منزل سہارنپور

کیڑے مکوڑوں کی کہانی

بیگم بشیرالدین صاحبہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔

کیڑے مکوڑے کس قدر ناچیز اور حقیر ہوتے ہیں پر جب تم اُن کی کہانی سنوگے تو حیران رہ جاؤ گے۔ دنیا کا کوئی حصہ نہیں ہے جہاں کیڑے نہ پائے جاتے ہوں اُن کی کثرت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ اگر ایک ترازو بنائی جائے جس کے ایک پلّے میں دنیا کے سارے کیڑے رکھ دئے جائیں اور دوسرے پلّے میں دنیا کے سارے انسان تو کیڑوں والا پلّا جھک جائے گا۔ بعض کیڑے زمین کے نیچے بلوں میں رہتے ہیں بعض ہوا میں اُڑتے ہیں بعض برف کی چٹانوں میں زندہ رہتے ہیں۔ بعض کھولتے ہوئے پانی کے چشموں میں پائے جاتے ہیں اور بعض آتش فشاں پہاڑوں کے دہانوں میں رہتے ہیں۔ بعض گوشت کھاتے ہیں اور بعض نباتات پر گذارا کرتے ہیں۔ بعض تمباکو سگریٹ اور سگار پسند کرتے ہیں اور بعض زہر کھا کر زندہ رہتے ہیں۔ بعض سرخ مرچ کھاتے ہیں اور بعض انسان اور حیوان کے خون کے سوا کچھ نہیں کھاتے۔

کیڑوں کی قسمیں بے شمار ہیں۔ اب تک بس تین ہی لاکھ قسموں کا پتہ چلا ہے۔ کیڑے بہت جلد اور کثرت سے بڑھتے ہیں مثلاً ایک روکھ جوں (درخت کا کیڑا) اکیلا ساٹھ کروڑ انڈے دے ڈالتا ہے اور اس کی دس نسلوں میں اتنی روکھ جوئیں پیدا ہو سکتی ہیں کہ دنیا کے سارے درخت چٹ کر جائیں۔ مگر فطرت اپنا توازن قائم رکھنے کے لئے اپنا انتظام کرلیتی ہے۔ ایک کیڑا انڈے دیتا ہے تو دوسرا کیڑا اس گھات میں رہتا ہے کہ انھیں کھا جائے اس لئے ان کی تعداد اتنی نہیں بڑھنے پاتی کہ انسان کے لئے بلا ہو جائے۔

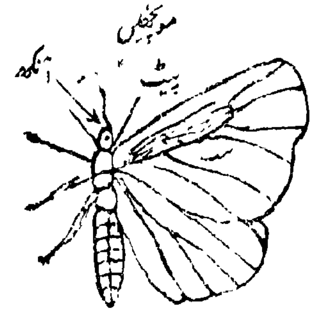
گو ان کی قسمیں لاتعداد ہیں پر ان کے جسم کی بناوٹ میں بعض باتیں عام ہیں ہر کیڑے کے چھ پاؤں ہوتے ہیں۔ مونچھیں ہوتی ہیں اُن کا جسم کئی پھانکوں



سے جڑا ہوتا ہے کیڑے سانس لیتے ہیں لیکن اُن کے پھیپھڑے نہیں ہوتے بلکہ ان کے جسم کی پھانکوں میں باریک سوراخ ہوتے ہیں جن میں سے نلیاں نکل کر سارے جسم میں پھیلی ہوتی ہیں۔ سوراخوں کے ذریعے آکسیجن گیس (جس کے بغیر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا) نلیوں میں سے ہوتی ہوئی اُن کے جسم میں پہنچتی ہے۔

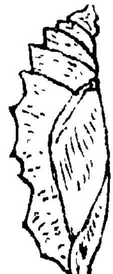
گو یہ بہت ہی ناچیز ہوتے ہیں لیکن ان میں

سے بعض کی دستکاری کے نمونے اگر تم دیکھو تو تمھیں معلوم ہوگا کہ یہ کسی ماہرفن کی محنت کا نتیجہ ہو ان میں سے بعض بڑھئی کا کام کرتے ہیں اور بعض معمار کا۔ بعض کاغذ بنانے کا۔ بڑھئی کا کام سنئے۔



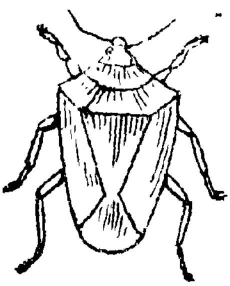
شہد کی مکھی دیکھی ہوگی مگر معلوم ہو یہ انڈے کہاں دیتی ہو اور بچے کیسے نکلتے ہیں اگر تم نے میز یا الماری میں سے دبی ہوئی آواز نکلتی ہوئی سنی ہوگی اور اس میز یا الماری کے نیچے برادہ پڑا دیکھا ہوگا تم نے کبھی غور بھی کیا ہو کہ یہ آواز کس کی ہو اور یہ برادہ کہاں سے نکلتا ہو درصل اس میز یا الماری میں شہد کی مکھی بنا رہی ہو جس میں وہ انڈے دے گی۔ یہ مکھی سخت اور مضبوط لکڑی میں گھر بناتی ہو پہلے یہ ایسی لکڑی ڈھونڈ لیتی ہو پھر اس میں سوراخ بنانا شروع کرتی ہو جب یہ سوراخ ایک انچ گہرا ہو جاتا ہو تو لکڑی کی سطح کے برابر اس جانب جدھر لکڑی کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ کترنے لگتی ہو۔ کترتے وقت اس بات کا خیال رکھتی ہو کہ لکڑی کی دھاریوں کے خلاف نہ کترے۔ غرضکہ کئی ہفتوں کے بعد ایک فٹ کے قریب لمبا سرنگ تیار ہو جاتا ہو۔ اپنے کام کے دوران یہ مکھی کچھ دیر کے لئے باغوں اور جنگلوں کے درختوں میں چکر لگاتی ہو اور پھولوں سے شہد جمع کرتی ہو اس شہد کو نشاستے کی شکل میں تبدیل کر دیتی ہو پھر نشاستے کو سرنگ کے آخری حصے میں رکھ کر اس پر ایک انڈا دے دیتی ہو۔ اس حصے کو ایک باریک لکڑی کے گول ٹکڑے سے بند کر دیتی ہو اور اس ٹکڑے کے پاس پھر نشاستہ رکھ کر اس پر انڈا دے دیتی ہو اور پھر اس حصے کو بھی پہلے کی طرح ایک لکڑی کے ٹکڑے سے بند کر دیتی ہو۔ اس طرح اس ایک فٹ کے سرنگ میں کئی خانے بنا کر ہر خانے میں تھوڑا شہد اور ایک انڈا رکھ کر اس کا منہ ایک لکڑی کے ٹکڑے سے بند کر دیتی ہو۔ اب اس مکھی کا کام ختم ہوا اور وہ وہاں سے اڑ جاتی ہے۔

اب سرنگ کے اندر کا حال سنئے سب سے آخری خانے میں (جس میں سب سے پہلے شہد اور انڈا رکھا گیا تھا) انڈا کچھ دن کے بعد پھٹتا ہو اور اس میں سے ایک ننھا اور سفید منجھ روپ نکلتا ہو اور شہد کو



چٹ کر جاتا ہو جب اس کا پیٹ بھر جاتا ہو تو گول مول لپٹ کر سو جاتا ہو۔ اس درمیان میں اس کا نرم پوست سخت ہو جاتا ہو جب وہ پوری طرح سخت اور بھورے

رنگ کا ہو جاتا ہی تو اس میں سے ایک مکھی نکلتی ہی اور اُڑنا چاہتی ہی۔ مگر سامنے تو دروازہ بند ہی اب یہ اس دروازے کو اپنے ننھے ننھے دانتوں سے کُتر کر گرا دیتی ہی" اور دوسرے خانے میں پہنچتی ہی اس خانے میں اپنے بھائی اور بہن کو سوتا پاکر انتظار کرنے لگتی ہی جب یہ بھائی بہن اپنے اصلی روپ میں آتے ہیں تو دونوں مل کر دوسری دیوار کو گرا دیتے ہیں۔ غرضکہ جب آخری خانے والا بھی اپنے اصل روپ سے نکلتا ہی تو سب کے سب مل کر آخری دیوار گرا دیتے ہیں اور باہر مکھیوں کی شکل میں اُڑ جاتے ہیں اور پھلوں سے شہد اکٹھا کرنے لگتے ہیں کچھ دنوں میں یہ بھی انڈے دے کر اپنی نسل قائم رکھنے میں مصروف ہو جائیں گے۔



اگلے نمبر میں تمھیں کیڑوں کے دوسرے دلچسپ کارنامے سناؤں گی ❊

مکتبہ جامعہ میں ڈپٹی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن یوپی کی تشریف آوری

۱۲ رمئی ۱۹۳۸ء کو ڈاکٹر آر این دھار صاحب۔ یوپی کے ڈپٹی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن تشریف لائے تھے۔ مکتبے کے تمام شعبوں کو دیکھ کر انھوں نے بہت خوشی ظاہر کی اور معائنے کی کتاب میں یہ رائے لکھی جو شکریے کے ساتھ درج کی جاتی ہے:

"جامعہ کے شعبۂ تصنیف و تالیف کو دیکھ کر مجھے بہت مسرت ہوئی مکتبہ جامعہ کی معیاری کتابیں دیکھ کر میں حیرت میں رہ گیا۔ یہ کتابیں واقعی قدر کے قابل ہیں۔ خوشی کی ایک بات یہ بھی ہی کہ یہ ادارہ آپ اپنے پاؤں پر کھڑا ہے۔ تمام اسکولوں اور تعلیمی اداروں کو چاہئے کہ مکتبہ جامعہ کی کتابیں خرید کر ہمت افزائی کریں۔ میری دعا ہے کہ خدا مکتبے کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے۔

آر۔ این۔ دھار

ڈپٹی ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن، یوپی

مورخہ ۱۲ رمئی ۱۹۳۸ء

ہونہار لڑکا

جناب احسن عثمانی صاحب سابق ایڈیٹر انصاری

ایک لڑکا جس کی تھی عمر آٹھ سال — لوگ کہتے تھے اُسے احمد جمال
لکھنے پڑھنے کا بہت شائق تھا وہ — سب کی نظروں میں بہت لائق تھا وہ
گھر میں تھا ماں باپ کی آنکھوں کا نور — اور بہنوں کے لئے دل کا سرور
عمر تھی چھوٹی مگر باتیں بڑی — اور مسلسل جیسے موتی کی لڑی
جو سبق اُستاد سے اس کو ملا — کرلیا یاد اور دیا فر فر سُنا
گھر میں جب احمد نے کچھ پڑھ لکھ لیا — باپ نے اسکول میں داخل کیا
روز وہ اسکول جاتا وقت پر — کام پورا کرکے آتا وقت پر
سیکھنے کی دھن میں رہتا صبح شام — پڑھنے لکھنے سے ہی تھا دن رات کام
لوگ کہتے تھے یہی بے اختیار — ہوگا یہ لڑکا بہت ہی ہونہار
جسم میں پھرتی توانا تندرست — کام میں مشّاق اور کھیلوں میں چُست
ذہن اچھا اور محنت بے حساب — ہوگیا ہر امتحاں میں کامیاب
ہر برس ہر دفعہ یہ دیکھا گیا — اپنے درجے میں وہی اول رہا

چونکہ تھا وہ صاحبِ عقل و تمیز اس کو سب استاد رکھتے تھے عزیز
شوق اور محنت سے احمد بڑھ گیا تھوڑے عرصے میں بہت کچھ پڑھ گیا
ساتھیوں میں نام بھی حاصل کیا بارہا انعام بھی حاصل کیا

علم کے میداں کا بن کر شہسوار وہ بنا ملکِ عمل کا تاجدار
علم سے کچھ کام لینے کے لئے قوم کی کشتی کو کھینے کے لئے
آگیا میدان میں احمد جمال بڑھ کے دکھلایا شجاعت کا کمال
ظلم کا تختہ الٹ کر رکھ دیا اژدہے کے سر پہ پتھر رکھ دیا
بھائی سے بھائی گلے ملنے لگا پھر گلستانِ وطن کھلنے لگا
اس نے اپنے ملک کی خدمت جو کی ملک کو اس سے محبت ہوگئی
جس کے آگے غیر کا سر خم ہوا سب وزیروں سے وہی اعظم ہوا
اب تو ہر اک کہہ اٹھا بے اختیار
واہ کیا نکلا وہ لڑکا ہونہار

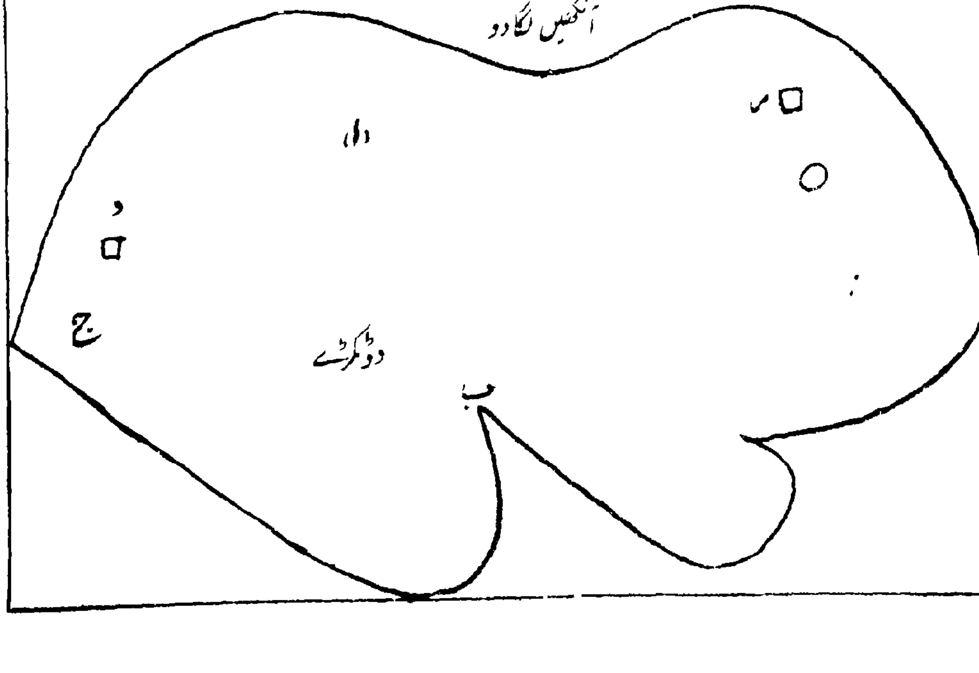
کپڑے کا خرگوش

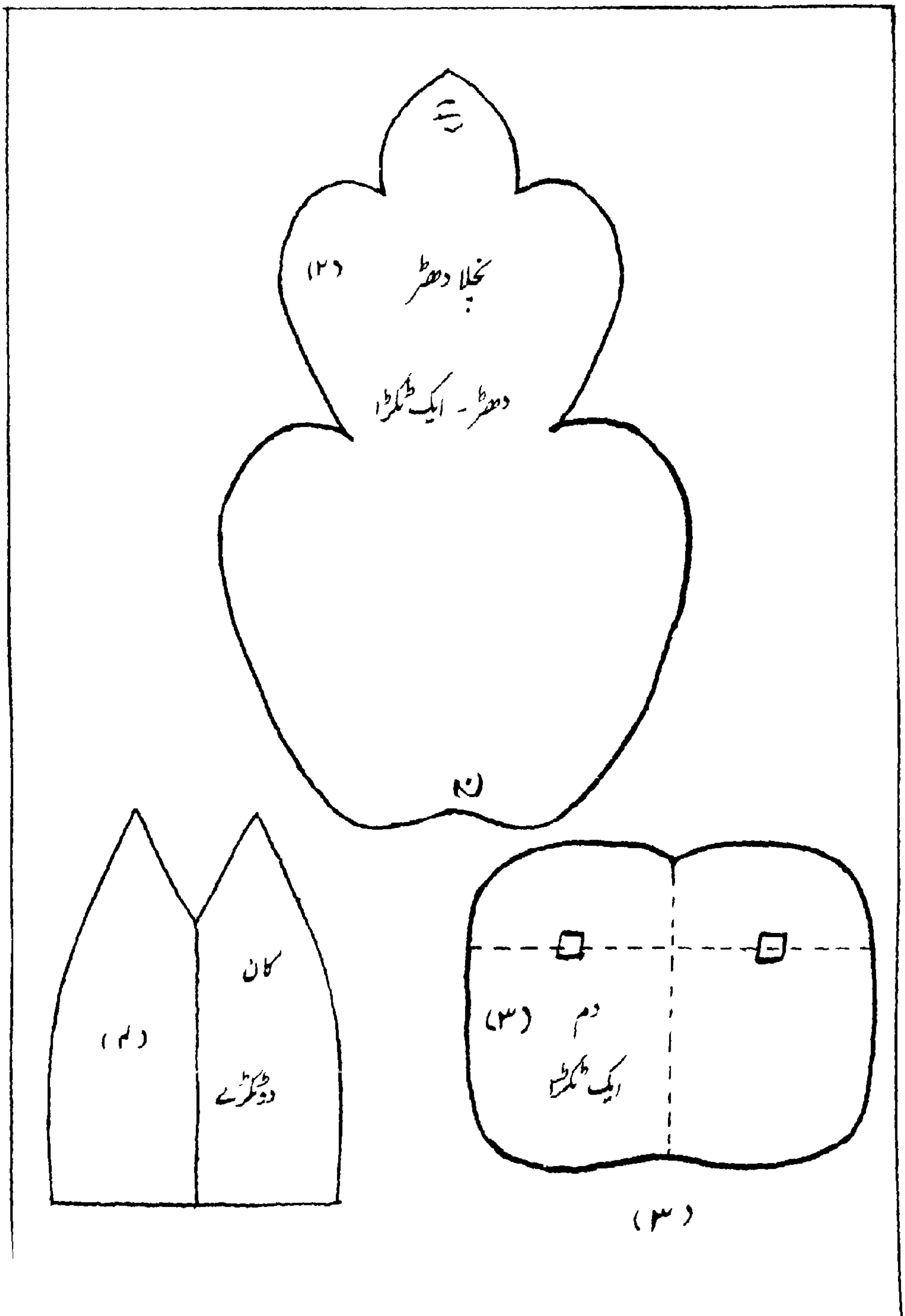
از مریم بیگم، معلمہ مسلم گرلز اسکول۔ پانی پت

آج میں پیامی بچیوں کو ایک خوب صورت خرگوش بنانے کی ترکیب بتاتی ہوں۔ اس خرگوش کے لئے نیچے کے سامان کی ضرورت ہوگی۔

(۱) سفید کھدر کریپ یا کوئی روئیں دار کپڑا۔ بارہ۱۲ انچ چوڑا۔ بیس۲۰ انچ لمبا (۲) روئی دھنکی ہوئی تین چھٹانک
(۳) سُرخ و سفید دھاگا (۴) سُرخ رنگ کے ہیرا نما بٹن دو عدد (۵) بارہ انچ باریک ربن
(۶) ایک گھنگرو۔

پہلے خاکے کو موٹے کاغذ پر یا کاربن پیپر رکھ کر گتے پر اتارلو اور نشان کے برابر کاٹ لو۔ جب خاکہ تیار ہو جائے تو کپڑے پر الٹی طرف رکھو اور ۱/۲ انچ سلائی کا حق چھوڑ کر کپڑا کاٹ لو۔ اس بات کا خیال ضروری ہے کہ اگر کپڑا روئیں دار ہو تو اس کے روئیں کا رخ دُم کی طرف ہو پھر الف ۱ کو الف ۲ سے ب ۱ کو ب ۲ سے۔ ج ۱ کو ج ۲ سے ملا کر کچا کرو۔ پھر مشین یا ہاتھ سے پکا کرو۔ د کو جوڑتے وقت د سے ج تک کھلا رہنے دو خول کو سیدھا کر کے روئی بھر دو۔ لیکن روئی برابر اور ٹھکی ہوئی ہو۔ اب دُم اور کان علیحدہ علیحدہ سی لو۔ کان میں استر گلابی رنگ کا لگانا چاہیئے۔ دم کو د ال سے ج تک اندر داخل کر کے سی دو۔ کان کو رکے نشان پر لگا دو۔ ناک اور منہ سُرخ رنگ کے دھاگے سے بناؤ۔ اور آنکھیں لگا دو




سر
(۲)
نچلا دھڑ
دھڑ۔ ایک ٹکڑا
دم
کان
(۴)
دو ٹکڑے
(۳) دم
ایک ٹکڑا
(۳)

ہنڈکلیا



خشخاش کا حلوا

خشخاش ایک پاؤ۔ شکر ایک پاؤ۔ گھی آدھ پاؤ
سوجی ایک چھٹانک۔ بادام، پستہ، کشمش، زعفران
کیوڑہ ضرورت کے مطابق

ترکیب

پہلے خشخاش کو بھگودو۔ دو گھنٹے بھیگنے کے بعد اسے باریک پیس لو اور پھر سوجی کو تھوڑے سے گھی میں بھون لو۔ جب سوجی بھن جائے تو اسے کسی برتن میں نکال لو۔ اس کے بعد باقی گھی کڑکڑا کر اس میں پسا ہوا خشخاش چھوڑ دو اور اس کو بھون لو جب ہلکا ہلکا بھن جائے تو اس میں بھنی ہوئی سوجی اور شکر ڈال کر پھر بھونو۔ جب حلوا اچھی طرح بھن جائے تو اس میں بادام، پستہ، کشمش ڈال دو اور اتار لو اس کے بعد زعفران پیس کر کیوڑے میں ملالو اور حلوے میں ڈال کر ڈھک دو۔ جب خوشبو اچھی طرح آجائے تو اسے پلیٹوں میں نکال کر اس پر چاندی کے ورق لگادو۔

ذکیہ خاتون۔ جماعت ہفتم
(پانی پت)

پیٹھے کے کباب

پیٹھا آدھ سیر (اندر کا مصالحہ) لونگیں گیارہ۔ کالی مرچیں نو۔ الائچیاں بڑی تین۔ ادرک پاؤ چھٹانک۔ سرخ مرچیں ۷۔ پیاز ایک عدد۔ انڈا ایک عدد۔ دھنیا اور زیرہ تھوڑا سا۔

(باہر کا مسالہ) لہسن سات جوے۔ پیاز ایک گٹھی۔ مرچیں سرخ پانچ۔ دھنیا تھوڑا سا

ترکیب

پہلے پیٹھے کو چھیل کر ابال لو اور ٹھنڈا کرکے نچوڑ لو۔ اور پھر تمام مسالہ۔ آدھ سیر گھی کڑھائی میں ڈال کر کڑکڑا لو اور پیٹھے کے گولے بنا کر تل لو۔ اور پھر مسالہ گھی میں بھون لو اور تھوڑا سا شوربا کر لو۔ جب پک جائے تو اوپر سے تھوڑا سا گرم مسالہ چھڑک دو

حبیبہ خاتون۔ جماعت چہارم
(پانی پت)

پہیلیاں

(۱) کالا ہے کاگ نہیں
بل میں رہتا ہے سانپ نہیں
پتلی کمر ہے چیتا نہیں
لمبی گردن ہے اونٹ نہیں
کلّے بھاری ہیں شیر نہیں

(۲) آٹھ پاؤں کی نارنگی دھرتی ملواں جائے
راجہ سے رانی پوچھے اے راجہ کون جانور جائے

محمد سعید خاں جامعہ تعلیمی مرکز (۱)

---

(۳) آگے خر پیچھے کان، میرا مسئلہ جو نہیں بوجھے سو حیوان۔

(۴) ایک جانور ایسا جس کے بدن پر لاکھوں پیسہ۔

سید حبیب حسن استھانوی

---

(۵) اتنا سا فقیر اس کے پیٹ میں لکیر

(۶) ایک قلعے میں نو، دس پریاں۔ سب سر جوڑے کھڑیاں جب قلعے کے کھولے پٹ جی میں آیا کہ کر جاؤں چٹ۔

(۷) ایک جانور ہفت رنگی، گول گردن پونچھ لمبی (نصیر الدین حسن)

لطیفے

باپ:- بیٹا یہ کتاب تم نے کہاں تک پڑھی ہے۔
لڑکا:- جہاں تک میلی ہے۔

ماسٹر:- کرشن۔ پانچ اور دو کتنے ہوتے۔
کرشن:- چپ چاپ کھڑا رہا۔
ماسٹر:- دیکھو میں تمھیں پانچ گولیاں الگ اور دو گولیاں الگ دوں تو تمھارے پاس کتنی گولیاں ہو جائیں گی۔
کرشن:- آٹھ
ماسٹر:- کیسے۔
کرشن:- ایک گولی میرے پاس پہلے سے ہی موجود تھی

باپ:- رمیش تمھیں اسکول میں پڑھتے ہوئے اتنے سال ہو گئے۔ لیکن ابھی تک تم نے بل بنانا نہ سیکھا
بیٹا:- جی ہاں اگر آپ کہیں تو میں سینکڑوں گز لمبا بل کھود کر دکھا دوں۔

استاد:- (لڑکے سے) تم نہیں جانتے کہ الّو کیسا ہوتا ہے
لڑکا:- خاموش سر جھکائے کھڑا رہا۔
اُستاد:- سامنے میری طرف دیکھو۔

شاہد علی خاں

خط کتابت

اس صفحے پر . . . . . وہی خط چھپیں گے جو بہت مختصر ہوں اور جن میں صرف کام کی باتیں لکھی گئی ہوں۔ خوش خط اور صاف ہوں

میرے پاس ریاست گوالیار کے ٹکٹ کافی تعداد میں موجود ہیں اگر کوئی پیامی بھائی بدلنا چاہیں تو مملکت اسلامیہ اور دوسری ریاستوں پٹیالہ، جیند وغیرہ سے بدل سکتے ہیں اور میں غیر ممالک کے ٹکٹ بھی دے سکتا ہوں۔ خالدحسن قادری۔ معرفت مولوی حاجی حامدحسن صاحب قادری سکندر منزل حکیموں والی گلی آگرہ

میں ریاستوں کے ٹکٹوں سے مبادلہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو صاحب بھوپال یا دوسری ریاستوں کے ٹکٹ بدلنا چاہتے ہوں، وہ مجھے لکھیں۔ سید احمد تقی
محلہ اشراف۔ سندیلہ۔ ہردوئی

میرے پاس رومانیا، اٹلی، اسٹریا، ہالینڈ سوئٹزرلینڈ، بلجیم، جرمنی، ڈنمارک، چین، جاپان، فن لینڈ، مصر، عراق وغیرہ کے ٹکٹ کافی تعداد میں ہیں اور میں افغانستان، بھوپال، برما، کینیڈا، افریقہ ٹرکی، آسٹریلیا اور اے بے سینیا، بلغاریا، مالٹا، البانیا، یونان، پرتگال اور اسلامی ممالک اور ہندوستانی ریاستوں کے ٹکٹوں سے مبادلہ کرنا چاہتا ہوں اور اگر کسی صاحب کے پاس جارج ششم کے ۱۲/ والے ٹکٹ ہوں تو میں دوسرے ٹکٹوں سے بدل یا خرید سکتا ہوں

ایم، علی امام مظفری کیوروی
بتوسط جناب مظفرالدین ملک صاحب اسے، آئی، ایچ -)
سب انسپکٹر پولیس - تھانہ و ڈاک خانہ اورنگ آباد گیا

میرے پاس ہر قسم کے ٹکٹوں کا ذخیرہ ہے مبادلہ بھی کرسکتا ہوں اور بیچ بھی سکتا ہوں۔ وحید احمد معرفت علی احمد ٹھیکے دار قرول باغ کھجور روڈ۔ دہلی

میرے پاس حیدرآباد کے عام ٹکٹ اور سلور جوبلی کے ٹکٹ نیز تقریباً ہر ملک ایران، افغانستان، کوچین، برطانیہ، ٹراونکور وغیرہ کے ٹکٹ موجود ہیں آپ کو ضرورت ہو تو اس پتے پر خط کتابت کریں۔ محمد نصر اللہ ضیائی برکت منزل محلہ جامع مسجد ناندیڑ (حیدرآباد دکن)

میں ریاست حیدرآباد کے ۱۲۰ ٹکٹ روانہ کر رہا ہوں آپ مجھے بھائی احمدحسن لکھنؤ سے فلسطین اور سیلون اور بھائی مبارک الدین آگرہ سے امریکہ اور ہندوستان کی تمام دیسی ریاستوں کے ٹکٹ بھجوایئے۔ حیدرآباد کے علاوہ بھی میرے پاس بہت ٹکٹ ہیں۔ کوئی صاحب مبادلہ کریں تو جوابی لفافہ ضرور روانہ کریں۔ میں ٹکٹ فراہم بھی کرسکتا ہوں۔ جو پیامی بھائی مجھ سے زیادہ خط وکتابت جولائی کے مہینے تک کریں گے انہیں میں حیدرآباد کے ۱۰ ٹکٹ اور غیر ممالک کے ۵ ٹکٹ دوں گا۔ مرزا بشیر احمد جہادی نادعلی بیگ مکان نمبر ۶/۹/۶ پیلا پھاٹک حیدرآباد دکن۔ بنو

پیامی ٹکٹ آدھے آدھے احسن میاں اور عزیزی مبارک الدین سلمہ کو بھیجے جاتے ہیں یہ دونوں مبادلے میں براہ راست بھیج دیں۔ آئندہ یہ سلسلہ براہ راست ہی ہونا چاہیے۔ ایڈیٹر

تصویروں کا انعامی مقابلہ



(پہاڑی پگڈنڈیاں کوئٹہ) آبشار (دوسرے کا تیسرا انعام)



اسکول ماسٹر
(سرخوی رام سیالکوٹ) (پہلا انعام)



(درختوں کا جنگل سیالکوٹ) پہاڑی سڑک (دوسرے کا انعام)



معین الدین احمد صاحب ... (دوسرا انعام)

[illegible] کے چند [illegible]



[illegible]



[illegible]



ساجد علی [illegible] جامعہ [illegible]



انور علی شاہ جامعہ دہلی

پیام برادری

عزیز بچو اور بچیو! افسوس ہے کہ اس مرتبہ تمھاری آپا جان تمھاری محفل میں شریک نہیں ہیں وہ بیمار ہو گئی ہیں اور مجبئی علاج کی غرض سے تشریف لے گئی ہیں۔ ابھی وہ کچھ دنوں تک ٹھہریں گی۔

آپا جان کی خواہش تو یہی تھی کہ وہ تمھاری محفل میں رہیں۔ وہ یہی کہا کرتیں تو دیکھ لیں کہ [illegible] اضطرار نے انھیں مجبور کر دیا

پچھلے پرچے میں شاعر مشرق علامہ اقبال کے انتقال کی خبر شائع ہوئی تھی۔ [illegible] ہندوستان بلکہ دنیا کے بڑے آدمی تھے [illegible]

ان کے پیام اور ان کے فلسفے کو [illegible] انھوں نے بچوں کے لئے بھی نظمیں لکھی ہیں [illegible]

انتقال کی خبر ملتے ہی آپا جان نے برادری کی سب شاخوں کو ہدایت کر دی تھی کہ اقبال کی موت کے غم [illegible]

نے جلسے کئے اور ان کی رودادیں اس پرچے میں چھپ رہی ہیں۔ ان رودادوں کی وجہ سے عام جلسوں کی کارروائیاں اور خطوط کے جواب بھی نہ چھپ سکے۔

اکثر مدرسوں میں امتحان کے نتیجے شائع ہو گئے ہیں اور خوشی کی بات ہے کہ سبھی پیامی کامیاب ہوئے ہیں۔ بہت سے پیامی [illegible] آئے ہیں [illegible] سب کو یہ کامیابی مبارک ہو

پچھلے پرچے کی تصویر میں ان بچوں نے رنگ بھر کر بھیجا ہے :-

صلاح الدین، جامعہ نگر اوکھلا۔ فقیہ حسن، جامعہ نگر اوکھلا۔ ریاض احمد انصاری، جامعہ نگر اوکھلا۔ ابوبکر، جامعہ نگر [illegible] عبدالوہاب، جامعہ نگر اوکھلا۔ سید حسن، جامعہ نگر اوکھلا۔ ظہور الحق، تعلیمی مرکز نمبر ۱ جامعہ دہلی۔ نشاط فاطمہ، لکھنؤ [illegible] حیدرآباد دکن۔ عبدالکریم ڈاک کلب، محمد تقی، کلکتہ۔ احسان الحق، جامعہ دہلی۔ ام احسان اللہ، کلکتہ۔ محمد ظہور الحق [illegible] صلاح الدین جہلم۔ ملک علی امام، کیورہ۔ سید منصور حسن، تعلیمی مرکز جامعہ دہلی۔ محمد انور، گھنگھٹے [illegible] تاج السالکین، دہلی۔

ان میں سید حسن کی تصویر سب سے اچھی سمجھی گئی۔ ابوبکر کا دوسرا نمبر ہے اور ظہور الحق (جامعہ دہلی) کا تیسرا۔ [illegible] انعامی [illegible]

مضمون آئے ہیں۔ اس لئے مضامین کی تاریخ بارہ جون تک بڑھا دی گئی ہے۔ آپا جان نے مقابلے کے لئے ایک عجیب چیز [illegible]

لکھو اور اس میں یہ لفظ کھپاؤ "لڑکا، کتاب، قلم، دوات، مدرسہ، گھر، لڑکی، آدمی، ہندوستان، موٹر کرسی، ڈاکیہ، خط، جیب [illegible] پتے، کاٹھی [illegible] ریل [illegible] ان دونوں صفحوں میں آ جائے [illegible]

دفتر میں پہنچ جائے۔ عزیزی [illegible] نے اپنے ایک افریقی دوست کا پتہ بھیجا ہے [illegible] - AL BERTYA ROAD MUIZENBERG. S. AFRICA. اسی طرح عزیزی محمد اقبال [illegible]

[illegible] HAROLD HEATHE CLYDE WILTATA VICTORIA. AUSTRALIA.

[illegible] FRANCOOK 39 SIMPSON STREET KENYTON. AUSTRALIA.

بہت خوشی کی بات ہے کہ پیام برادری کا کام دن بدن بڑھ رہا ہے اور پیامیوں کی کوشش [illegible]

ہندوستان میں ہماری شاخیں قائم ہو جائیں گی اور ہم ان کے ذریعے اپنے پیامیوں کی مفید خدمت کر سکیں گے [illegible]

۵) پیامی ان بچوں [illegible] براہ راست خط و کتابت کریں۔

اقبال کا ماتم

(۱) شاخ حیدرآباد دکن

پیام برادری کی شاخ کی طرف سے علامہ اقبال کا تعزیتی جلسہ رفعت منزل میں ۲۹ر اپریل ۱۹۳۸ء کو جمعہ کے دن ۶ بجے شام کو منعقد ہوا۔ جلسے کا افتتاح قرأت سے کیا گیا۔ اس کے بعد ایک ننھے پیامی نے علامہ مرحوم کی مشہور نظم "بچے کی دعا" سنائی جو بہت دلچسپی سے سُنی گئی۔ اس نظم کے بعد معین الدین احمد انصاری (نائب معتمد انجمن) نے اپنا ایک مفید اور دلچسپ مضمون پڑھا۔ اس میں علامہ مرحوم کی زندگی کے حالات بتاتے ہوئے کہا کہ "ایسے بلند مرتبہ شاعر کی موت ملک و قوم کے لئے ایسا نقصان ہے کہ جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اقبال نہ صرف شاعر تھے بلکہ ایک بڑے فلسفی انشاپرداز بھی تھے۔ آپ ۱۸۷۷ء میں پنجاب کے ایک ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ ایم۔اے۔ پاس کرنے کے بعد لاہور کالج میں تاریخ، فلسفے کے لکچرار مقرر ہوئے۔ وہاں سے یورپ روانہ ہوئے جہاں کیمبرج یونیورسٹی سے ڈگری لی۔ جرمنی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی اور لندن یونیورسٹی سے بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے ہندوستان لوٹے۔ آپ نے بچوں کے لئے بہت سی نظمیں لکھی ہیں جن سے ہم لوگوں کو بہت کچھ سبق ملتا ہے۔ اقبال کے قومی ترانے بھی بہت مقبول اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ آپ کبھی خود اپنا کلام سناتے تھے تو سننے والے وجد کرنے لگتے تھے۔ علامہ مرحوم ایک لیڈر، فارمر اور مصلح قوم تھے۔ غرض آپ کے کارناموں کو یاد کر کے جتنے بھی آنسو بہائے جائیں کم ہیں۔"

مقرر نے اپنے مضمون کے ختم پر اقبال کی ایک قابل قدر طویل نظم سنائی۔ اُن کے بعد ایک پیامی نے یہ بتاتے ہوئے کہ اقبال پہلے پکے ہندی تھے اور آپ کی شروع میں یہی کوشش تھی کہ سب ہندوستانی قومیں آپس میں ایک ہو جائیں۔ مرحوم کی ایک نظم "نیا شوالہ" موثر پیرائے میں سنائی۔ اُن کے بعد رحیم الدین صاحب گلبرگوی (صدر انجمن) کی لکھی ہوئی ایک نظم بعنوان "اقبال سے شکوہ" رحیم الدین صاحب کے ایک دوست نے پڑھی جس میں شاعر اعظم کی بے وقت موت پر آنسو بہائے گئے تھے۔ آخر میں صدارتی تقریر شروع ہوئی جس میں معزز صدر نے شاعر مشرق سر محمد اقبال کی زندگی پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے ان کی حب الوطنی اور ملکی خدمات پر مفصل بحث کی۔ اس کے بعد تحریک تعزیت پڑھی گئی۔ جس کو سامعین نے کھڑے ہو کر سنا۔

تعزیت کی تجویز | "انجمن پیام برادری کا یہ جلسہ شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات حسرت آیات پر اظہار تعزیت کرتے ہوئے اس کو ایک ناقابل تلافی نقصان سمجھتا ہے اور اُن کے پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہے۔"

اس کے بعد معتمد نے حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور جلسہ برخاست ہوا۔ ناچیزہ منور حسین۔

(۲) شاخ آگرہ

ہماری برادری کا اجلاس ۸ رمئی ۳۸ء کو صغیر فاطمہ، نسواں اسکول ہال میں منعقد ہوا۔ تجویز یہ تھی کہ سر اقبال کے تعزیتی ریزولیشن کے بعد اپنا جلسہ بھی ضرور ہو جائے کیونکہ پھر چھٹیاں ہونے والی تھیں اور چند ضروری باتیں طے کرنی تھیں۔

جلسے کا افتتاح۔ خورشید بانو نے قرأت سے کیا۔ پھر خاکسار نے علامہ اقبال مرحوم کی زندگی کا مختصر سا حال ممبروں کو سنایا۔ اس کے بعد چند ممبروں نے اُن کی چیدہ چیدہ نظمیں سنائیں۔ مثلاً ہندوستاں ہمارا۔ نیا شوالہ وغیرہ۔ آمنہ بیگم نے ریزولیشن پاس کرتے ہوئے کہا کہ علامہ اقبال کی موت سے ہماری مسلمان قوم کا ایسا نقصان ہوا ہے کہ جس کی تلافی ناممکن ہے۔ بس اب ہم اُن کی روح کو اسی طرح خوش کر سکتے ہیں کہ اُن کو پڑھ کر بخشیں۔ اس طرح ان کی روح کو سکون حاصل ہوگا خدا ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور اُن کی قبر کو نور سے بھر دے۔ اور ان کے عزیزوں کو صبر عطا کرے (آمین)

تعزیتی ریزولیشن پاس ہونے کے بعد سبحان فاطمہ نے ایک بہت اچھا مضمون پیام برادری کے مقاصد پر پڑھا۔ اس کے بعد عاقلہ بیگم نے بعنوان خیالات کی پابندی مضمون پڑھا۔ یہ مضمون بھی بہت پسند کیا گیا۔ پھر زاہدہ خاتون نے وقت کی پابندی پر ایک مضمون پڑھا اور ممبران کو نصیحت کی کہ وہ حتی الامکان وقت پر آنے کی کوشش کریں۔ جلیس فاطمہ نے ایک نعت پڑھ کر سنائی۔

زاہدہ بیگم، آمنہ بیگم، جلیس فاطمہ کی یہ رائے ہوئی کہ میٹنگ کو دلچسپ بنانا چاہیئے۔ اس کے لئے چند کھیل مثلاً بیڈمنٹن، لوڈو، تعلیمی تاش، کیرم وغیرہ ہونا چاہئیں۔ میں نے یہ تجویز پیش کی کہ اس کے لئے کچھ ماہوار چندہ ہونا چاہیئے۔ تمام ممبروں کے اتفاق سے ۳ ر ماہوار چندہ طے پایا اور جلیس فاطمہ کو خزانچی بنایا گیا۔

جلیس فاطمہ نے یہ بھی رائے دی کہ تفریح کے لئے میٹنگ میں بہترین نظموں و نعتوں کو گایا جائے۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی سب مل کر اپنے کسی سرپرست کے ساتھ کسی تاریخی عمارت کو دیکھنے جائیں یہ بات سب نے پسند کی۔ جگہ کے لئے میں نے یہ رائے دی کہ نسواں سکول ہال بہتر ہوگا۔ سب لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ چند ممبروں نے یہ بھی کہا کہ ریفریشمنٹ کا انتظام چندے میں سے ہو۔ ایک تجویز یہ بھی تھی کہ ہر دفعہ ایک بحث ضرور ہو اور ہر لڑکی اپنی دوسری بہن کو جو کام وہ خود جانتی ہو سکھائے۔

(۳) شاخ میرٹھ

(روداد جلسہ)

اچھی آپا جان تسلیم۔ علامہ اقبال کی المناک موت کا حال سن کر ہمارے محترم صدر برابر اس بات پر مصر تھے کہ علامہ کی تعزیت کا جلسہ جلد از جلد پیامی بھائیوں کی طرف سے منعقد کیا جائے۔ لیکن سالانہ امتحان کی مصروفیت کسی طرح اس بات کی اجازت نہ دیتی تھی آخرکار محترم صدر کی اَن تھک کوششوں کے بعد ۲۸ر اپریل کو جمعرات کے دن ہمارے صدر کے مکان پر جلسہ کیا گیا۔ یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ پیامی بھائیوں نے زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت فرما کر اس عقیدت اور محبت کا ثبوت

دیا ہر ہندوستانی بچے کی علامہ اقبال سے ہو۔

جلسے کی کارروائی ٹھیک ۶ بجے شام شروع ہوئی۔ سب سے پہلے ہمارے محترم صدر نے ایک مختصر تقریر کے ذریعے پیام بھائیوں کو جلسے کی ضرورت اور علامہ کے ان احسانات کا ذکر کیا جو انھوں نے اپنے خوش آیند نغموں سے بچوں پر کئے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے چند تجویزیں ہم لوگوں کے سامنے پیش کیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

(۱) ہر سال تقریباً ان ہی تاریخوں میں پیام بھائیوں کی جانب سے اقبال ڈے منایا جائے۔ ۱۲ سال سے کم عمر کے بچے علامہ کی وہ نظمیں پڑھیں جو انھوں نے بچوں کے لئے لکھی ہیں۔ جس بچے کا طرزِ ادا سب سے اچھا ہوگا اُسے اخلاقی کہانیوں کی کوئی دلچسپ کتاب دی جائے گی۔ ۱۲ سال سے زیادہ عمر کے بچے علامہ کی زندگی اور اُن کی شاعری پر بحث کریں جس بچے کی تقریر سب سے بہتر ہوگی اس کو ایک چاندی کا تمغہ انعام میں دیا جائے گا۔ اس انعام کا وعدہ ہمارے محترم صدر نے اپنی جانب سے کیا۔

(۲) آیندہ جتنے جلسے ہوں اُن کا مقصد محض ایک جگہ جمع ہو کر نظمیں پڑھنا اور تقریریں کرنا ہی نہ ہو بلکہ ہر مرتبہ نئی نئی تجویزوں پر غور کیا جائے اور اگر وہ اتفاقِ رائے سے پاس ہو جائیں تو ان کو عملی شکل دی جائے۔ پیام برادری کے بچوں کا مقصد آپس میں ہمدردی، بھائی چارے اور محبت کا بڑھانا ہو۔ ۱۲ سال سے کم عمر کے بچے کوئی تعلیمی دشواری محسوس کریں تو شوق سے بلاکسی جھجک کے اپنے کسی بڑے پیامی بھائی سے امداد طلب کر سکتے ہیں۔ ان بڑے پیامی بھائیوں کا فرض ہوگا کہ وہ بالکل اپنے حقیقی بھائیوں کی طرح ان کے ساتھ پیش آئیں۔

یہ دونوں تجاویز اتفاقِ رائے اور مسرت کے ساتھ قبول کی گئیں۔

اس کے بعد احسان یحییٰ صاحب نے قرآن پاک کا ایک رکوع پڑھا۔ پھر میاں شمس العارفین، میاں سراج السالکین، میاں بد[illegible]، میاں ریاض اور میاں شاہد نے ایک ساتھ مل کر علامہ کا قومی ترانہ "چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا" گایا۔ پھر ۱۲ سال سے کم عمر بچوں نے علامہ کی مختلف نظمیں پڑھ کر سنائیں جن میں حبیب احمد نعیم پاشا اور نعیم پاشا کے چھوٹے بھائی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

اس کے بعد ۱۲ سال سے زیادہ عمر کے بچوں نے علامہ کی شعر و شاعری پر تقریریں کیں۔ یہ شرف سب سے پہلے مجھے حاصل ہوا اور اس کے بعد محمد مبین صاحب، محمود مختار صاحب اور مبشر صاحب نے خاص طور پر حصہ لیا۔ اسی سلسلے میں آیندہ جلسے کے لئے "اقبال اور اُن کی شاعری" ۱۲ سال سے زیادہ عمر کے بچوں کے لئے مضمون تجویز کیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ مبین صاحب نے آیندہ جلسے میں مجوزہ مضمون پر سب سے اچھا بولنے والے کو ایک چاندی کا تمغہ دینے کا وعدہ کیا۔

پھر ان ہی بچوں نے (جنھوں نے قومی ترانہ پڑھا تھا) مل کر علامہ کی مشہور نظم "لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری" گائی۔

اس کے بعد سب بچوں کی رائے سے علامہ کی افسوس ناک موت پر ایک تعزیت نامہ مرتب کیا اور ان کے متعلقین سے اظہار ہمدردی۔ یہ تعزیت نامہ پیامی بھائیوں کی جانب سے علامہ کے متعلقین کو روانہ کر دیا گیا۔

پھر سب چھوٹے بڑے بچوں نے مل کر ڈاکٹر صاحب کے لئے دعائے خیر کی اور فاتحہ کے بعد جلسہ برخاست کیا گیا۔ اسی وقت ہمارے صدر صاحب نے چھوٹے بچوں کا ایک فوٹو بھی لیا جو آئندہ کے پیام تعلیم میں شائع ہونے کے لئے بھیجا جائے گا۔ آخر میں مجھے یہ لکھتے ہوئے فخر اور خوشی ہوتی ہے کہ ہمارے محترم صدر نے سب بچوں کی چائے اور پھلوں سے ضیافت کی اور سب بچے ہنسی خوشی اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ خاکسار عثمان احمد۔ سکریٹری

(۴) شاخ میرٹھ (لڑکیوں کی)

ڈاکٹر اقبال مرحوم کی تعزیت کا جلسہ آفتاب منزل میں منعقد ہوا۔

کلام مجید کی تلاوت کے بعد چھوٹی بچیوں نے "ترانۂ ملی" گایا۔

اس کے بعد ان لڑکیوں نے تقریریں کیں۔

سوانح حیات ۔ رفیعہ زمانی ۔ سیدہ بیگم۔

مرحوم کی شاعری ۔ آفاق زمانی بیگم۔

بیماری کا حال ۔ ذکیہ بیگم۔

اس کے بعد چھوٹی بچیوں نے "بچے کی دعا" گا کر سنائی

نظمیں:-

کشور عمر نے "ماشاءاللہ" گایا جو سب نے بہت پسند کیا۔

پھر کئی اور بچیوں نے نظمیں پڑھیں۔ سیدہ بیگم نے اپنی ایک نظم "اقبال کی شاعری" اور آمنہ عمر نے "آہ اقبال" سنائی۔ پھر سب نے فاتحہ پڑھی۔

آخر میں صدر صاحبہ نے تقریر کی اس میں بتایا کہ مسلمانوں کو ڈاکٹر صاحب مرحوم کی ذات سے کیا فائدے پہنچے۔ اور اُن کی شاعری کتنی مقبول ہے

یہ بھی طے ہوا کہ پیام برادری ہر سال اقبال ڈے منائے گی۔

جلسہ ٹھیک ۱۰ بجے ختم ہوگیا۔

آمنہ عمر سکریٹری شاخ پیام برادری (میرٹھ)

(۵) شاخ پیام برادری میرٹھ (دوسرا جلسہ)

۹؍ مئی کو شام کے وقت حضرت جگر مرادآبادی اور علامہ اقبال کی تعزیت میں ایک جلسہ بڑے پیمانے پر کیا گیا۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کی دعا اور ہماری کوششوں سے یہ جلسہ پہلے جلسے سے کہیں زیادہ کامیاب رہا۔ جلسہ کیناٹ ہال میں منعقد کیا گیا۔ عالی جناب نواب اسماعیل خاں صاحب ایم۔ ایل۔ اے اور ڈاکٹر بھوپال سنگھ صاحب اور اسی طرح شہر کے دوسرے معزز حضرات نے شرکت کر کے ہم لوگوں کی ہمت بڑھائی۔ جلسہ ٹھیک ۷ بجے شام کے شروع ہوا۔ ابتدا میں ہمارے محترم صدر نے ایک تقریر کی جس کا خلاصہ میں آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ پھر برادری کے اغراض و مقاصد اور دستورِ اساسی پڑھ کر لوگوں کو سنائے گئے۔ اس کے بعد احسان یحییٰ صاحب نے قرآن خوانی کے ذریعے جلسے کی ابتدا کی۔ چند بچوں نے نظمیں نعیم پاشا۔ شاہد منظور اور ریاض اقبال خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ علامہ کی وہ نظمیں جو انھوں نے بچوں کے لئے تصنیف کی ہیں پڑھ کر سنائیں اس کے بعد محمد مبین توقیر نے جگرؔ اور اقبالؔ کی شاعری پر ایک تقریر کی اور مسٹر یامین قریشی و مسٹر احسان یحییٰ نے بھی اُن کی شاعری پر اور ان کے حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالی۔ سب سے بہتر احسن عمر صاحب کی تقریر رہی۔ اس کے بعد دو تجویزیں پاس کی گئیں۔ اور علامہ اقبال اور حضرت جگر مرادآبادی[1] کی المناک رحلت پر اظہارِ افسوس اور ان کے پس ماندگان سے اظہارِ ہمدردی کیا گیا۔ اس کے بعد عالی جناب ارشاد علی خاں صاحب ہیڈ ماسٹر فیض عام ہائی اسکول میرٹھ نے ہم لوگوں کی برادری کی تعریف اور ہمت افزائی پر ایک تقریر فرمائی۔ اس کے بعد محترم صدر نے تمام حاضرین کا شکریہ پیام برادری کی طرف سے ادا کیا اور جلسہ ختم کیا گیا۔

پیام برادری کی میرٹھ کی شاخ کی انتظامی مجلس میں کچھ تبدیلیاں ہوئی ہیں جو نیچے لکھی جاتی ہیں۔

صدر	وقار احمد ظفر
سکریٹری	محمد مبین توقیر
خزانچی	احسان یحییٰ
اسسٹنٹ سکریٹری	شاہد منظور
" "	بشیر حی

محمد مبین توقیر۔ سکریٹری پیام برادری میرٹھ

شاخ پیام برادری۔ سیال کوٹ

ہمارا پہلا جلسہ ۱۲؍ مئی ۱۹۳۸ء کو ٹھیک شام کے پانچ بجے سکھیڑی بلڈنگس میں منعقد ہوا۔ خدا کی دعا کے بعد ممبروں کو پیام برادری کے مقصد اور قانون بتائے گئے اور جگہ جگہ شاخیں کھولنے کے فائدے میں نے ممبروں کو سنائے۔ اس کے بعد انتخاب شروع ہوا۔ میں صدر پرکاش چند رسکھیڑی سکریٹری مقرر ہوئے۔ اس کے بعد مہابھارت کے بارے میں ممبروں نے اپنے اپنے خیالات ظاہر کئے پھر یہ تجویزیں منظور ہوئیں۔

[1] صبح کو اطلاع ملی کہ جس وقت حضرت جگرؔ کی تعزیت کی تجویز پاس ہو رہی تھی اس وقت وہ ریڈیو پر تقریر فرما رہے تھے۔

(۱) ہمارے جلسے میں مباحثہ ضرور ہوا کرے گا۔ (۲) ہر مہینے جلسہ ہوا کرے گا۔ (۳) ہر ممبر کو نیک مشورہ دینے کا پورا حق ہوگا۔ (۴) انجمن کا ماہوار چندہ ۲ ؍ فی ممبر رکھا گیا۔ (۵) تلک راج سوری نے جگہ کے لئے وعدہ کیا ہے۔ (۶) ہر ممبر کو تقریر میں نمبر دئے جائیں گے۔ نمبر خود صدر دیں گے۔ (۷) جو ممبر سب سے اچھی کہانی، مضمون یا نظم کہے گا اس کو انعام دیا جائے گا (۸) ہر ایک ممبر کو جلسے میں کھدر کے کپڑے اور کھدر کی ٹوپی پہن کر آنا ہوگا۔ (۹) اس طرح ۲ ؍ ماہوار چندہ اکٹھا کرکے ہر تین مہینے کے بعد انعام تقسیم ہوں گے۔ اور باقی چندے سے ۶ مہینے کے بعد بچوں کی لائبریری قائم کی جائے گی اور اس میں مکتبہ جامعہ سے کتابیں منگوا کر رکھی جائیں گی۔ (۱۰) ہر دو مہینے کے بعد ایک اخلاقی ڈراما کھیلا جائے گا۔ جو دوسروں کو بھی دکھایا جائے گا۔

اس کے بعد میں نے اپنی ایک نظم "بھارت ماتا" ممبروں کو گا کر سنائی۔ اور پھر تلک راج سوری نے ایک جادو کی کہانی سنائی اور پرکاش چندر سکھیڑی سکریٹری نے ایک مذاقیہ مضمون سنایا۔ اور پھر اندر سکھ دیپ سنگھ سوری نے ایک کہانی "سنہرے پھول کی تلاش" سنائی۔ اس کے بعد اگلے جلسے کے لئے یہ مضمون مقرر ہوئے:۔

(۱) کھدر کے فائدے (۲) بدیشی کپڑے پہننے کے نقصانات۔ (۳) کسی بڑے ہندوستانی لیڈر کے حالات (۴) کسی مشہور شاعر کی زندگی کے حالات۔

بعد میں پرکاش چندر سکھیڑی۔ سکریٹری نے سوڈا واٹر اور مٹھائی سے تمام ممبران کی خاطر کی جس کے لئے میں اور تمام ممبر سکریٹری صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور جگہ کے لئے بھی ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

رامانند شرما صدر شاخ پیام برادری۔ (سیال کوٹ)

پیام برادری کے نئے ممبر

مظہر الحق۔ میانوالی۔ محمد نصرت اقبال ہنر، سہارنپور۔ رشید احمد، بارہ بنکی۔ حسام الدین، بارہ بنکی۔ محمد ہاشم، بڑا گانوں۔ سید محمود بیران کنگل۔ سید اقبال، بیران کنگل۔ چندر شیکھر، لہرامڑگی (گلبرگہ) ایم شنکر راؤ، گلبرگہ۔ آر دیجے راؤ، گلبرگہ۔ ونایک راؤ، گلبرگہ۔ شنکر یا سوگیا، گلبرگہ۔ نرمل راؤ، گلبرگہ۔ معز الدین خان، گلبرگہ۔ فرانسس، گلبرگہ۔ محمد علی، گلبرگہ۔ رحیم الدین، گلبرگہ۔ گوری شنکر گلبرگہ۔ یوسف حسین جیورگی۔ گوبند راؤ، گلبرگہ۔ عبدالکریم، گلبرگہ۔ ابراہیم حسین جلیس جیورگی۔ شنکر ریڈی، گلبرگہ۔ جے راؤ، گلبرگہ۔ اپیندر راؤ، گلبرگہ۔ نثار احمد بلگرامی، گلبرگہ۔ جے کشن، گلبرگہ۔ محمد اقبال حسین تغلق، لاہور۔ سید انور علی شاہ، جامعہ دہلی۔ سید محمد سعید خاں، جامعہ، دہلی۔ رشید احمد، جامعہ، دہلی۔ مصطفےٰ احمد بہاری، جامعہ دہلی۔ خواجہ نصیر علی، گورکھپور۔ نجمہ خاتون ردولی۔ محمد فصاحت علی نسیم، دہلی۔ امان اللہ خاں تغلق، لاہور۔ امجد حسین تغلق، لاہور۔ خدیجہ خاتون، لاہور۔ حامدہ خاتون لاہور۔ عائشہ خاتون، لاہور۔ ثریا محمود، دہلی۔ رفیعہ محمود، دہلی۔ صالح ام صدیق، لاہور۔ پرنس محمد انیس الرحمان عارف لاہور۔ ماسٹر جلیل الرحمان صادق، لاہور۔ ماسٹر ہربنس لال پوری لاہور۔ ماسٹر ہرلش چندر سہگل، لاہور۔ انور نجم الدین، لاہور

پیام تعلیم حیدرآباد میں

پچھلے دنوں جناب مولوی جمیل احمد صاحب مکتبہ جامعہ کی طرف سے رسالہ پیام تعلیم، جامعہ اور مطبوعات مکتبہ جامعہ کی اشاعت کے سلسلے میں حیدرآباد تشریف لے گئے تھے چنانچہ ریاست حیدرآباد میں حسب نشان مجاریہ نمبر ۱۰۹۱ واقع ۲۳ اردی بہشت صدر دفتر نظامت سرکار عالی سے رسالہ پیام تعلیم تمام مدارس ثانویہ سرکار عالی کے لئے منظور ہوگیا ہے۔ اسی طرح رسالہ جامعہ حسب نشان مجاریہ نمبر ۱۰۴۵ تمام مدارس وسطانیہ و فوقانیہ اور انٹرمیڈیٹ کالجوں کے لئے منظور ہوا ہے۔ نیز مندرجہ ذیل کتابیں بھی مدارس تحتانیہ کے انعامات اور لائبریریوں کے لئے منظور ہوئی ہیں :-

بیکاری، دیانت، شیدلا، مرغی اجمیر چلی، ناہیل خاں، نیت کا پھل، چھوٹا حمید، بچوں کی نظمیں، دنیا کے بچے، ترکوں کی کہانیاں، سمندر کا عجائب خانہ، بچوں کا انصاف، شریر لڑکا، محنت، دنیا کے بسنے والے، تاریخ ہند کی کہانیاں حصہ اول و دوم، انعامی مقابلہ، پوری جو کڑاہی سے نکل بھاگی، بچوں کی کہانیاں، ننھی مرغابی، بچوں کے اسمٰعیل، ہنگو کی بلی، لال مرغی، ہیدو تبہ ادبی گلزار

حیدرآبادی پیامیوں سے ہمیں امید ہے کہ ان کتابوں میں سے یا اُن کے علاوہ کسی کتاب کی اسکول یا لائبریری میں ضرورت ہوگی تو، مکتبہ جامعہ سے منگوائیں گے۔

مولانا نے وہاں کے کچھ دلچسپ حالات بھی لکھے ہیں یہ کسی اگلے پرچے میں چھپیں گے۔ ہم مولانا کی اس محنت اور نوازش کا دلی شکریہ ادا کرتے ہیں ؛

(ایڈیٹر)

رنگ بھرو



نام ---------- عمر ---------- درجہ ----------

پورا پتہ ------------------------------

تصدیق ----------

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۹۶۱

دلچسپ معلومات اور ڈرامے

تاریخ ہند کی کہانیاں سینکڑوں برس پہلے کے ہندوستان کی تاریخی کہانیاں ایسی آسان اور پیاری زبان میں لکھی گئی ہیں کہ کوئی بچہ بغیر ختم کئے نہیں چھوڑ سکتا۔ پہلے حصے میں قدیم ہندی باشندوں کا ذکر ہے اور دوسرے حصے میں مسلمانوں کا۔

قیمت حصہ اول ۳ر۔ حصہ دوم ۵ر

اسلامی تاریخ کی کہانیاں اس کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول میں اسلامی تاریخ کی بہت سی مختصر کہانیاں چھوٹے بچوں کے لئے جمع کر دی گئی ہیں اور حصہ دوم میں ذرا بڑی کہانیاں ہیں۔ قیمت حصہ اول ۵ر۔ حصہ دوم ۵ر

کائنات سورج، چاند، ستارے اور ہماری یہ دنیا کیا چیز ہے، دن رات کیسے ہو جاتے ہیں گرمی جاڑا کیوں ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کو دلچسپ مثالوں کے ذریعے بچوں کو سمجھایا گیا ہے ۴ر

دنیا کے بسنے والے عرب، افریقہ، جاپان، سوئزرلینڈ اور ہندوستان کے باشندوں کے حالات درج ہیں بہت دلچسپ ہے۔

دنیا کے بچے دنیا کے چودہ مختلف ملکوں کے بچوں کے حالات بہت آسان زبان اور اچھوتے انداز میں لکھے گئے ہیں۔ کتاب بہت مقبول ہوئی ہے قیمت ۲ر

تعلیمی کھیل اس کتاب میں اول جماعت سے لے کر چھٹی جماعت تک کے لئے ایسے کھیل درج ہیں جن سے بچوں میں حساب، انگریزی اور ڈرائنگ وغیرہ کی استعداد بڑھتی ہے قیمت ۳ر

دہلی دہلی کی خاص خاص عمارتوں کا دلچسپ بیان خاص طور پر بچوں کے لئے لکھا گیا ہے۔ بلاک کی چھ تصاویر اور دو نقشے۔

قیمت ۴ر

بچوں کے لئے ڈرامے

دیانت۔ ڈاکٹر ذاکر حسین	قیمت	۲ر
شریر لڑکا۔ ڈاکٹر سید عابد حسین	"	۲ر
قوم پرست طالب علم۔ محمد عبد الغفار مدھولی		۲ر
بچوں کا انصاف	" " "	۳ر
اسکول کی زندگی	" " "	۳ر
محنت	" " "	۳ر

مکتبہ جامعہ

دہلی۔ نئی دہلی۔ لاہور۔